حاضر وناظر کے موضوع پر لاجواب کتاب

محمدی موتی

بجواب

مدنی موتی



مؤلف

حضرت مولانا تاج محمد حنفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خطیب جامع مسجد نور جوبلی

پسند فرمودہ

مناظر اسلام وکیل احناف

حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بدعا

یادگار سلف امیر المجاہدین

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

الحنفی دار المطالعہ یوسفی مسجد لیاری کراچی

محمدی موتی

بجواب

مدنی موتی

مؤلف

حضرت مولانا تاج محمد حنفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ



پسند فرمودہ
مناظر اسلام وکیل احناف
حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بدعا
یادگار اسلاف امیر المجاہدین
حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

الحنفی دار المطالعہ
یوسفی مسجد لیاری کراچی

کتاب کا نام : .... محمدی موتی بجواب مدنی موتی

مؤلف : .... ابو عاصم مولانا تاج محمد حنفی مدظلہ

ناشر : .... الحنفی دارالمطالعہ، لیاری کراچی

ضخامت ۳۰۸

سن طباعت : .... (۲۰۱۰ء)

قیمت : ....

حسان پرنٹنگ پریس 0092-21-36676425

ملنے کا پتہ

الحنفی دارالمطالعہ — یوسفی مسجد میر محمد بلوچ روڈ لیاری کراچی

احسنی کتب خانہ — جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

مکتبہ عمر فاروق — بالمقابل جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی

اسلامی کتب خانہ — نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جامع مسجد قوت السلام اندرونی رامداس بازار پشاور

مولانا آصف صاحب — دارالعلوم موردیر ضلع چترال

جناب تنویر احمد — ضلع چترال علاقہ کشم بالا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

انتساب

میں اپنی اس سعی کو منسوب کرتا ہوں اپنے شفیق و قابل صد احترام والدین کے نام جن کی شفقتوں اور نیم شبی دعاؤں نے بندہ کو اس میدان میں قدم رکھنے کے قابل بنایا۔

اپنے مشفق اساتذہ کرام و شیوخ کے نام جنہوں نے مجھ کو قلم پکڑ کر لکھنا سکھایا، اپنے برادر کبیر جناب نور محمد گداز صاحب و عم محترم جناب رحمت اللہ صاحب کے نام جن کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی سے بندہ اس مقام تک پہنچا۔

یہ کتاب سلام عقیدت ہے

ان خوش نصیبوں کے نام جنہوں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پر جانیں لٹا کر امر ہو گئے، اور شہدائے ناموس صحابہؓ کہلائے

یہ کتاب ہدیۂ عقیدت ہے

لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کے ان غیرتمند طالبات بہنوں اور بیٹیوں کے نام جنہوں نے اس پرفتن دور میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردی۔

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

ابو عاصم تاج محمد حنفی

کلماتِ تشکر

راقم الحروف اس کتاب کی تیاری میں تعاون کرنے والے اپنے محسنین کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

خصوصاً رازی زماں غزالی وقت استاذ العلماء مناظر اسلام حضرت الاستاذ مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی) جنہوں نے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے تاثرات تحریر فرمائے اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ کا سایہ شفقت تادیر ہم پر قائم رکھے۔

اور یادگار سلف استاذ العلماء امیر المجاہدین حضرت اقدس مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) فقیہ وقت پیر طریقت حضرت اقدس مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم العالیہ (مدیر اعلیٰ ورئیس دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی) ترجمان اہلسنت حضرت علامہ سعید احمد قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ برادر مکرم خطیب بے بدل حضرت مولانا رب نواز حنفی صاحب مدظلہ (امیر انجمن اہل سنت والجماعت پاکستان) اوران کے علاوہ جنہوں نے تقریظات لکھ کر تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

ابوعاصم تاج محمد حنفی

تقریظ

یادگار سلف استاذ العلماء امیر المجاہدین

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! عرض یہ ہے کہ مولانا تاج محمد حنفی صاحب مدظلہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام آپ نے ''محمدی موتی'' رکھا ہے۔ میں نے جگہ جگہ سے اس کتاب کو دیکھا اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور مؤلف کے لئے ذریعۂ مغفرت بنائیے۔

آمین یارب العالمین

فقط فضل محمد یوسف زئی

استاذ جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

۲ فروری ۲۰۱۰ء

تقریظ

رازی زماں غزالی دوراں جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء مناظر اسلام وکیل احناف

حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث: جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس ہی تمام کائنات، ارض وسموات کی خالق ومالک ہے وہی تمام مخلوقات کی پالنہار ہے، اوراس کا علم تمام اشیاء کی کنہہ اور حقیقت پر حاوی ہے عالم غیب وشہادت کی کوئی چیز، خواہ خشک ہو یا تر، چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ رب العزت کے علم ازلی محیط سے خارج نہیں، وہی ذات علم ما کان وما یکون کی صفت سے متصف ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی کی وہ واحد ذات ہے جو ہر جگہ، ہر شئی کے حق میں حاضر وناظر ہے، یہ صرف اللہ ہی کی صفت ہے، اس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کا ملک مقرّب ہو یا نبی مرسل حتّی کہ تمام انبیاء کے سردار اور خاتم الرّسل ورحمۃ للعٰلمین، اللہ عز وجل کے بعد کائنات کی بزرگ ترین ہستی ہونے کے باوجود وہ بھی اللہ کی اس صفت میں ان کے ہرگز شریک نہیں، حاصل یہ کہ یہ صرف خدا تعالیٰ ہی کی صفت خاصہ ہے، اس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں۔

یہی عقیدہ قرآن کریم کی متعدد آیات، کئی صحیح احادیث، صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم، فقہاء، محدثین و متکلمین اور بزرگان دین رحمہم اللہ کی انتہائی واضح اور ٹھوس عبارات اور اقوال سے ثابت ہے، اور امت مسلمہ کا سلفاً وخلفاً چودہ سو سال سے اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء اللہ اور حضور اکرم ﷺ ہر جگہ، ہر وقت، ہر شی کے حق میں حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں۔

لیکن بد قسمتی سے قریباً ایک صدی قبل دور برطانیہ میں وجود میں آنے والا ایک فرقہ، جو اپنی نسبت احناف کی طرف کرتا ہے، وہ نہ صرف آنحضرت ﷺ بلکہ دیگر انبیاء سابقین اور اولیاء کرام کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب مانتا ہے اور اسی عقیدہ کو خالص دین اور باعث نجات گردانتا ہے، اسی پر بس نہیں ایک قدم آگے بڑھ کر اس عقیدے کو تسلیم نہ کرنے والوں کو بے ادب گستاخ، بے ایمان، حتیٰ کہ انتہائی درجہ کا کافر قرار دیتا ہے، اسی فرقہ کے بانی و موجد مولوی احمد رضا خان بریلوی اور ان کے دیگر متبعین، خصوصاً مفتی احمد یار خان، مولوی محمد عمر اور مولوی سعید احمد ملتانی وغیرہ کی کتابیں اس باطل اور بے بنیاد عقیدہ سے بھری پڑی ہیں، اپنے انہی بڑوں کے پیچھے بھیڑ چال چلتے ہوئے مولوی چمن صاحب نے ایک رسالہ مرتب کیا، جس میں کہیں قرآن وحدیث کے مجملات سے استدلال کیا، تو کہیں جزوی واقعات سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی ناکام سعی کی، اور کہیں نصوص میں ایسی جاہلانہ اور بے جا تاویلات کیں جو تحریف تک پہنچی ہوئی ہیں۔

الحمد للہ علماء دیوبند " کثر اللہ سوادھم " جو درحقیقت اہل سنت والجماعت کے صحیح اور حقیقی ترجمان ہیں، ہمیشہ امت کے نہ صرف اجماعی اور اتفاقی عقائد ونظریات کے امین رہے، بلکہ

جب کبھی کسی باطل فرقے نے اس حوالے سے شکوک وشبہات پھیلانے کی کوشش کی تو اس کا بھرپور اور دندان شکن جواب دیتے ہوئے امت مسلمہ کے عقائد ونظریات کی حفاظت ودفاع کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، اپنے انہی اکابر کے طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے برادر عزیز جناب مولوی تاج محمد حنفی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ نے ''محمدی موتی بجواب مدنی موتی'' کے نام سے زیر نظر کتاب مذکورہ بالا بریلوی عقیدہ کی تردید میں ترتیب دی ہے، جو سات ابواب پر مشتمل ہے، جن میں فاضل مؤلف نے قرآن کریم کی آیات، متعدد احادیث، دلائل عقلیہ اور امت کے چودہ سو سالہ دور کے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی واضح عبارتوں سے اللہ تعالیٰ ہی کا ہر جگہ، ہر وقت، ہر شئی کے حق میں حاضر وناظر ہونا ثابت کیا ہے اور حضور ﷺ کا ہر جگہ، ہر وقت، ہر شئی کے حق میں حاضر وناظر نہ ہونا بھی ثابت کیا ہے، اور مولوی چمن صاحب کے شبہات، مغالطوں، تحریف تک پہنچی ہوئی تاویلات کے نہ صرف محققانہ اور مسکت جوابات دیئے ہیں بلکہ ان کے دلائل اور طرز استدلال کی حقیقت کو طشت از بام کر کے بتادیا ہے کہ ان کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ کچھ نہیں۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہو اور وہ اس کتاب کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرے، پھر بارگاہ ایزدی سے توفیق بھی شامل حال ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہدایت وصراط مستقیم کی طرف رہنمائی نہ پائے، اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر گمراہوں کی ہدایت اور ہدایت یافتہ لوگوں کی پختگی کا سبب اور آخرت میں نجات کا سبب بنادے۔ آمین!

۲۸ ذیقعد ۱۴۳۰ھ

۱۷/۱۱/ ۲۰۰۹ء

تقریظ

فقیہ بے مثال پیر طریقت

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم العالیہ

تلمیذ رشید حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

مدیر اعلیٰ و رئیس دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد..

برادرم مولانا تاج محمد الحنفی نے ''مدنی موتی'' کتابچہ کے جواب میں ''محمدی موتی'' کے نام سے جو جواب مرتب کیا ہے، موصوف نے اس میں خوب مواد اکھٹا کرنے کی سعی کی ہے، اور مختلف اندازوں سے باطل نظریات کا رد کرتے ہوئے عوام الناس کو حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی اور کوشش کو قبول فرمائیں اور بے راہ لوگوں کی ہدایت اور راہِ راست پر آنے کا ذریعہ بنائیں آمین ثم آمین

احمد ممتاز

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی ۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ

ترجمان اہل سنت مصنف کتب کثیرۃ

حضرت علامہ سعید احمد قادری حنفی دیوبندی سابقہ بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی تاج محمد حنفی صاحب مدظلہ بڑے مستعد اور فاضل نوجوان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت کی تردید کیلئے چن لیا ہے اہل بدعت نے پاک وہند میں مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے چنانچہ ایک رضا خانی مولوی نے علماء اہلسنت دیوبند کے خلاف "مدنی موتی" کے نام سے قطع برید پر مبنی ایک کتاب لکھی ہے جس کا علمی انداز میں حضرت مفتی صاحب نے "محمدی موتی" کے نام سے جواب تحریر کیا ہے بندہ نے بوجہ شدید مصروفیت کے چند مقامات کو پڑھا ہے الحمدللہ کتاب بہت عمدہ اور بڑے اچھے انداز میں لکھی گئی ہے کہ جس سے قارئین کرام کو خوب فائدہ ہوگا۔اور اہلِ سنت کیلئے ایک بہترین تحفہ ہے اور حضرت مفتی صاحب نے بڑے اچھے انداز میں جواب لکھ کر اپنا فریضہ ادا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی عمر اور علم میں مزید برکت عطا فرمائے اور حضرت کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور ذریعہ نجات بنائے۔آمین

بندہ سعید احمد سعیدی نقشبندی قادری مجددی

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

تقریظ

حامی توحید وسنت قاطع شرک وبدعت

خطیب بے بدل حضرت مولانا ربنواز حنفی صاحب مدظلہ

اہلسنت والجماعت اور بریلوی فرقے کے درمیان نصف صد سال سے زائد عرصہ بیت جانے کے باوجود آج تک بریلوی حضرات اس مسئلہ میں اپنا کوئی خاص موقف یا عقیدہ ظاہر کرنے میں عاجز و قاصر چلے آرہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی روحانیت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں کبھی کہتے ہیں کہ جسم مثالی کے ساتھ متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سورج کی طرح حاضر وناظر ہیں کوئی کہتا ہے اپنی قبر سے ساری دنیا کو ہتھیلی کی مثل دیکھ رہے ہیں کسی کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی طرح حاضر ناظر ہیں، کوئی یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ حقیقت محمد یہ ذرہ ذرہ میں جاری وساری ہے۔ کچھ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کا جسم پاک سے ہر جگہ ہونا عقلاً ونقلاً جائز ہے۔ ''تنویر الخواطر ص ۱۰۹ بحوالہ اتمام البرھان ص ۵۳ حصہ چہارم اور ایک طرف اس مسئلہ کو کسوٹی ایمان قرار دے کر اہلسنت کو کافر وغیرہ کے فتوے دھرتے ہیں جیسے مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں

جو..........ان اوصاف سے متصف نہ مانے وہ کافر بلکہ بدترین کافر ہے

(ملخصا) ''مدنی موتی ص ۲۴''

اور دوسری طرف مسئلہ حاضر وناظر پر جب احادیث ضعیفہ اور ظنیات سے استدلال پر اہلسنت کی طرف سے پکڑ ہوتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ

یہ از قبیل فضائل ہے اس کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں۔ (عقائد ونظریات، ص ۳۱۲)

اگر یہ مسئلہ ظنی ہے تو اس میں اہلسنت پر کفر کا فتویٰ چہ معنیٰ دارد؟

تھا ابھی کچھ، ابھی کچھ بیاں ہے　　　گویا تیری زباں کے نیچے زباں ہے

اللہ تعالیٰ کے متعلق بریلوی حضرات کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمالیں

رضاخانی حکیم الامت مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں ....خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی ....اور خدا کی یہ صفت ذاتی۔ (جاء الحق ص ۱۶۱)

رضاخانی حضرات نے یہ عقیدہ کونسی جماعت سے لیا ہے میرے خیال میں اس کی نشاندہی بھی سودمند رہے گی۔

مشہور رافضی و شیعہ مجتہد باقر مجلسی لکھتا ہے

محمد و آل محمد علیہم السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ ان ہی کی صفت ہے نہ کہ خدا کی صفت ہے........لہٰذا خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر کہنا بے دینی ہے یہ صفت محمد و آل محمد علیہم السلام کی ہے اور ان میں یہ صفت بالذات نہیں بلکہ بعطائے الٰہی ہے۔

''جلاء العیون صہ ۵ ۷ مترجم ظہور الحسن بریلوی''

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

روافض سے مستعار لئے ہوئے اس عقیدے کو رضاخانی پیش کر کے اپنے حقیقی خدوخال سے امت مسلمہ کو آگاہ کر چکے ہیں۔

بریلوی حضرات کے اور بھی بہت سے ایسے عقائد ہیں جو وہ روافض سے حاصل کر چکے

ہیں وہ ہم کسی موقع پر پیش کریں گے، یہاں ہمارا مقصد احاطہ نہیں ہے۔آمدم بر سرے مطلب زیر نظر رسالہ ہمارے عزیز اخی مولانا تاج محمد حنفی صاحب دامت برکاتھم نے مرتب فرمایا اور نام ماشاءاللہ بہت خوب ہے(محمدی موتی)

مولانا نے رضاخانی مولوی چمن بریلوی کو نقلی وعقلی دلائل سے بہت ہی مسکت جوابات دیئے ہیں اگر مولوی چمن بریلوی میں طلب صادق کا کوئی اثر بھی ہوا اور رحمت خداوندی بھی شامل حال رہی تو قبولیت حق میں تاخیر نہیں کریں گے (انشاءاللہ)

مولوی چمن بریلوی ایک جگہ نامناسب مقامات پر حضورﷺ کے حاضر وناظر ہونے سے متعلق اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ

ایسی جگہوں اور ایسے اوقات میں رسول اللہ ﷺ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی۔

''مدنی موتی ص ۱۱۳ بحوالہ محمدی موتی''

اس نظریہ کی خطرناکی تو کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ نبی کریم ﷺ نامناسب جگہوں پر موجودگی کا اسی طرح کا ایک دعوی رضاخانی مولوی عمر اچھروی بھی کرچکے ہیں لکھتے ہیں

حضور ﷺ زوجین کے جفت کے وقت بھی حاضر وناظر ہوتے ہیں۔

(نعوذ باللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ) (مقیاس حنفیت ص ۳۸۲)

حاضر وناظر کے متعلق ایسا خطرناک عقیدہ شاید کسی مسلمان کے تصور سے بھی نہ گذرا ہو بہرحال اللہ تعالیٰ مولانا تاج محمد حنفی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر رضاخانیت کی تحریفات کی تردید کی۔ آمین

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

تقریظ

مولانا مفتی افضل محمد صدیقی

(دارالتصنیف وماہنامہ الاحسن جامعہ عربیہ احسن العلوم)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں طاغوتی قوتوں کی سرکوبی کے لئے اسلام کے سچے جانثار مجاہد پیدا کئے ہیں جو اپنی بے سروسامانی کی حالت میں محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنے عقیدے، ایمان اور عمل کی قوت سے باطل پر ایسی ضرب لگاتے ہیں کہ ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح اہل حق کا ہی مقدر بنتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (السنن الکبریٰ للبیھقی ج٦ ص ٣٣٨)

ہندوستان میں جب انگریزوں کی سلطنت قائم ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں کے مسلمانوں میں اتحاد واتفاق ہے ان کے اتحاد سے ان کی سلطنت کو خطرہ ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کے لئے تین جماعتوں کی بنیاد ڈالی۔

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کو کھڑا کیا کہ تم جھوٹی نبوت کا دعوی کردو اور مسلمانوں کے اہم مہم مسئلہ ختم نبوت کے خلاف کام کرو۔

(۲) غیر مقلدین کی جماعت کو کھڑا کیا جن کے ذریعے سے مسلمانوں کو اپنے اسلاف اور اکابر سے بدظن کیا اور لوگوں کی عبادات میں شکوک شبہات پیدا کرنے شروع کئے۔

(۳) تیسری جماعت مبتدعین کی کھڑی کی گئی جنہوں نے جہاد کا انکار کردیا اور مجاہدین اسلام کو ان کے ذریعہ کافر اور مرتد کہلوایا۔ مزید یہ کہ توحید وسنت کو داغدار کرکے اس کی جگہ بدعات اور خرافات کو پروان چڑھانے کی سعیٔ لاحاصل کی گئی۔

لیکن اکابر علماء دیوبند نے اللہ کے فضل وکرم سے ان تمام باطل اور طاغوتی قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو ہر محاذ میں شکست دی اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔ان تینوں فرقوں میں رضاخانی فرقہ جس نے اپنے باطل عقائد اور شرکیہ نظریات کے ذریعہ لوگوں میں بدعات پھلائیں اور اسلام کی اصل شکل سے ان کو دور کیا۔دراصل بدعت کی کوئی اصل نہیں ہوتی، بدعتی کا مقصد نبی کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے اور مبتدعین نبی کی تعلیمات سے مطمئن نہیں ہوتے اسی لئے تو ان کو اپنے مفادات اور اپنی بے دینی پوری کرنے کے لئے بدعات اور خرافات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

وادی چترال میں اب تک اس گمراہ فرقے (رضاخانی فرقے) کا کوئی وجود نہیں تھا اب تقریباً چند سالوں سے وہاں کچھ مفاد پرست ٹولہ (مبتدعین) وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور ایک رضاخانی نے ایک کتابچہ ''مدنی موتی'' کے نام سے لکھا، جس میں اس نے اکابر علماء دیوبند کو نشانہ بنایا ہے۔

لیکن توحید وسنت کے علمبردار علماء دیوبند کے روحانی فرزند ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے اکابر واسلاف کے دفاع کے لئے کمربستہ رہتے ہیں۔اس لئے فرزندِ چترال، جید عالم دین حضرت مولانا تاج محمد حنفی صاحب مدظلہ نے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور علَمِ دفاع بلند کرتے ہوئے شرک وبدعت کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھنا ضروری جانا اور ان کو دندان شکن جوابات دینے کے لئے ''محمدی موتی بجواب مدنی موتی'' کے نام سے ایک مدلل کتاب لکھ کر ان رضاخانیوں کی بنیاد پر کاری ضرب لگائی۔

اللہ تعالیٰ مولانا محترم کو مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور حضرت مولانا کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

افضل محمد صدیقی چترالی عفی عنہ

تقریظ

فاضل جلیل حضرت مولٰنا مفتی علی الرحمٰن صاحب مدظلہ

فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ دین اسلام کی حفاظت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اوراحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں دین اورامور دین کی حفاظت ونگہبانی کی تاکید کی گئی ہے۔

یہ بات بھی سورج سے زیادہ روشن ہے کہ روز اوّل سے ہی اسلام کی حفاظت میں مخالفین شکوک وشبہات ڈالنے میں ہمہ وقت مصروف عمل نظر آئے، ابتداء ہی سے دو قسم کا اختلاف چلا آرہا ہے ایک اجتہادی اختلاف جبکہ دوسرا نظریاتی اختلاف ہے، پہلی قسم کا اختلاف مذموم نہیں اسکی مثال فی الحال حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، دوسری قسم نہ صرف منع ہے بلکہ حق وباطل پرکھنے کا معیار ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اس قسم کا کوئی اختلاف وفتنہ رونما ہوا ہے وقت کے نامور محققین علماء نے علمی، عملی، تحریری الغرض ہر طرح اس کے ازالہ اور بیخ کنی کیلئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کی ہیں۔

عالم اسلام کے مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھے جانے کے بعد اٹھ جانے والے مختلف قسم کے فتنوں کا مقابلہ دارالعلوم دیوبند سے ہی فیض یافتہ علماء کرام نے کیا اسی دیوبند کے متعلق ظفر

علی خان مرحوم نے خوب کہا ہے

شادباش وشادزی اے سرزمین دیوبند

ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

اور بقول مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کے

تو نے عالم میں کیا اسلام کا جھنڈا بلند

موجودہ فتنوں میں سے ایک بریلوی عقائد کا فتنہ ہے جن کا خلاصہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ کو متصرف فی الامور سمجھنا، قبروں کا طواف کرنے کے سوا کچھ نہیں ان تمام عقائد و مسائل کے سدّ باب کیلئے علماء دیوبند نے ہر طرح سے کوششیں کی ہیں خصوصاً تصانیف ورسائل کی شکل میں عوام الناس کو ان کے غلط عقائد و نظریات سے پوری طرح باخبر رکھا، ان ہی کتب میں ہمارے محترم رفیق خطیب بے بدل حضرت مولٰنا تاج محمد حنفی صاحب کی تازہ ترین کتاب حقیقتاً بریلوی فرقہ سے تعلق رکھنے والے مولوی چمن صاحب کے ایک رسالہ کا جواب ہے۔

مولٰنا حنفی صاحب نے ابتداءً کتاب کا مسّودہ بندہ کو نظر ثانی کیلئے دیا، بندہ نے بالاستیعاب دیکھا پھر اپنے انتہائی محدود علم کے مطابق کچھ اصطلاحات وترامیم کا مشورہ بھی دیا، پھر عجیب اتفاق کہ استاذ محترم حضرت مولٰنا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم نے تقریظ لکھنے سے پہلے بندہ کو پھر یہی کتاب فراہم کی، اس طرح بندہ نے دو مرتبہ پوری کتاب پر نظر ڈالی اسلئے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب اپنے مواد، دلائل کی وجہ سے مبرھن و معتمد علیہ ہے، بعض مقامات پر اگرچہ مولٰنا دلائل کا انبار لگانے کے بعد جذباتی بھی نظر آئے لیکن چونکہ فریق

مخالف کا اندازِ تحریر کچھ زیادہ ہی بے جوڑ، بے ربط، غیر سنجیدہ طرزِ تحریر پر مشتمل تھا اس وجہ سے اس کے دفاع میں مولٰنا کو ایک حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ انتہائی ضروری ہے کہ ایسے غلط، خودساختہ عقائد رکھنے والے حضرات وسعت ظرفی کا مظاہرہ کر کے کھلے دل سے نہایت اطمینان سے کتاب کا مطالعہ کر کے اپنے عقائد کی اصلاح کریں کیونکہ عقیدہ کی درستگی دخول جنت کیلئے اوّلین شرط ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عقائد واعمال کی درستگی کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

علی الرحمٰن فاروقی

ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۱ دسمبر 2009ء

تقریظ

فاضل نوجوان حضرت مولنا محمد محسن صاحب مدظلہ

خطیب: جامع مسجد کوثر ٹاور کراچی

عقیدۂ توحید انسانیت کیلئے رحمت ہے۔

رحمت کی دو قسمیں ہیں

(۱) ظاہری اور بدیہی (۲) معنوی اور نظری۔

ظاہری اور بدیہی رحمت وہ ہے جسکو رحمت ماننے پر موافق ومخالف دوست ودشمن سب متفق ہوں مثلاً انسانی اخوت ومساوات، خدمت خلق، انسان دوستی، عدل وانصاف، رحم وکرم، حقوق نسوانی وغیرہ جن کے رحمت ہونے سے ایک ملحد بھی انکار نہیں کرسکتا۔ معنوی اور نظری رحمت وہ ہے جو اپنے نتائج کے لحاظ سے رحمت ہیں مثلاً توحید و رسالت، حشر ونشر کا عقیدہ جن کے ملحدین سرے سے منکرین ہیں اور مشرکین توحید و رسالت کے قائلین نہیں ہیں۔

عالم انسانیت پر اسلام کا سب سے بڑا احسان اور اس کی سب سے بڑی رحمت عقیدۂ توحید ہے۔ توحید پہلے کے مذاہب میں بھی تھی لیکن مرور زمانہ اور تصرفات انسانی سے کسی مذہب میں بھی توحید خالص باقی نہ رہ گئی تھی، اور ان مذاہب میں بھی جو اصلاً مذہب توحید ہیں کسی نہ کسی راہ سے شرک داخل ہو گیا تھا، حتیٰ کہ دین ابراہیمی میں بھی جو توحید کا معلم اول ہے شرک اور بت پرستی داخل ہو گئی تھی۔ اور عربوں میں علانیہ بت

پرستی رائج تھی۔ خانہ کعبہ جو روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کی پہلی پرستش گاہ تھی، بتوں کا معبد بن گیا تھا۔

توحید کامل کے معنی یہ ہیں کہ انسان اللہ جل شانہ کے سوا کسی قوت کو کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، مختار کل، عالم الغیب، حاضر و ناظر اور کسی کے ہاتھ میں اپنا نفع وضرر نہ سمجھے۔ اس تصور سے انسان ہر قسم کی غلامی اور عبودیت سے آزاد ہو جاتا ہے اس لئے توحید درحقیقت انسانی شرف وعظمت کا سنگ بنیاد ہے۔ شرک کی ابتدا خوف ورجاء، جلب منفعت، دفع مضرت بڑی اور برگزیدہ شخصیتوں کی مفرط عقیدت واحترام کے جذبہ سے ہوتی ہے۔ کائنات کی قوتوں، دیوی دیوتاؤں، آفتاب، ماہتاب، دریا، جنگل، پہاڑ حتیٰ کہ انبیاءؑ، صحابہؓ، ولیوں اور بزرگوںؒ اور آگے بڑھ کر منفعت بخش وموذی جانوروں تک کی پوجا اسی جذبہ سے شروع ہوئی، اسلام کے اندر عقیدۂ توحید نے ان سارے اوہام کی جڑ کاٹ دی اور اس نے بتایا:

کہ دنیا کی ساری مخلوق کا خالق وکارساز ایک ذات واحد ہے اس کے سامنے ساری مخلوق اور دنیا کی تمام طاقتیں خواہ وہ ولی ہوں یا پیغمبر بالکل عاجز ودرماندہ ہیں موت و زندگی، صحت وبیماری، نفع ونقصان سب اسی کے اختیار میں ہے اس میں کسی مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اسکے حضور میں اور اسکی اجازت کے بغیر کوئی شخصیت خواہ وہ ولی اور پیغمبر ہی کیوں نہ ہو سعی وسفارش کی جرأت نہیں کر سکتی۔

موجودہ دور میں فتنہ ''فتنہ رضا خانیت'' جو کہ معروف ہے فتنہ بریلویت کیساتھ ان کے عقائد واعمال وہی تصرفات انسانی ہیں جس نے کسی مذہب میں بھی توحید خالص نہیں

چھوڑی، حتیٰ کہ ان مذاہب میں بھی جو اصلاً مذہب توحید تھے، کسی نہ کسی راہ سے شرک داخل کردیا گیا لیکن چونکہ :

حق تعالیٰ شانہ نے اس دنیا کو اضداد پر قائم کیا، یہ عالم بھی عالم اضداد ہے، جو بھی کمال اس دنیا میں لایا گیا اس کے مقابلے میں اس کمال کی ایک ضد ضرور رکھی گئی تاکہ وہ کمال کھل جائے اور واضح ہو جائے خواہ وہ کمال مادی ہو یا روحانی ضد سے خالی نہیں۔ اس دنیا میں اگر نور رکھا گیا ہے تو نور کے مقابلے میں ظلمت بھی رکھی گئی ہے تاکہ ظلمت کے تقابل سے نور کو لوگ اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اگر دنیا میں چمکتا ہوا دن لایا گیا تو اس کے مقابلہ میں اندھیری رات بھی رکھی گئی تاکہ دن کی خوبیاں رات کے تقابل سے واضح ہو جائے۔ اگر اسلام لایا گیا تو اس کے مقابلہ میں کفر رکھا گیا تاکہ اس کی ٹکر سے اسلام کی خوبیاں اور قوتیں واضح ہوں اگر ایک طرف اخلاص رکھا گیا تو اس کے مقابلہ میں نفاق رکھا گیا تاکہ نفاق کے مقابلہ سے اخلاص کے کمالات کھل جائیں۔ اور یہ سب اس لئے کہ جب خوبی اور خامی کا مقابلہ ہو تو خوبی کی قوتیں کھل جائیں بغیر مقابلہ اور تقابل کے کسی کمال کی خوبی کھلتی نہیں ہے۔

اگر علم کے مقابلہ میں اعتراضات نہ کئے جائیں اور سوالات نہ کئے جائیں جو جہل پر مبنی ہوتے ہیں جنکے جوابات سے علم کے کمالات کھلتے ہیں وہ چھپے کے چھپے رہ جائیں گے اسلئے علم کو جہل سے ٹکر دی جاتی ہے کبھی اعتراضات کی صورت سے کبھی شبہات کی صورت سے، کبھی الزامات کی صورت سے تاکہ جواب دینے والے جواب دیں تو اس کے مخفی گوشے کھل جائیں، اسلئے قرآن نے واشگاف الفاظ میں بیان کردیا۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هوزاهق و لکم الویل مما تصفون.

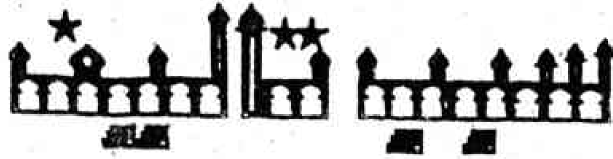
ہم حق کو باطل کے ساتھ ٹکرا دیتے ہیں تا کہ باطل کے ٹکراؤ سے حق کی مخفی قوتیں نمایاں ہوں اور کھلتی رہیں۔ لہٰذا اگر توحید ہے تو اس کے مقابلہ میں کفر وشرک ہے تا کہ مقابلہ سے توحید کے کمالات نمایاں ہوں۔ زیر نظر کتاب (محمدی موتی بجواب مدنی موتی) بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ذرا آگے بڑھ کر میں یہ کہوں گا کہ اگر دیوبندیت ہے تو مقابلہ میں بریلویت ہے تا کہ تقابل سے دیوبندیت کی حقانیت واضح ہو جائے۔

اگر مدنی موتی فتنہ بریلویت کی ترجمان ہے تو محمدی موتی اہل حق دیوبندیت کی ترجمان ہے تا کہ تقابل سے محمدی موتی کے افادات اس کے علوم و معارف اس کے امثال و عبر اسمیں مستدلات دیوبندیت اور اسمیں مکتوت ہزاروں شبہات کے مسکت جوابات واضح ہو جائیں اور پتہ چل جائے: کہ توحید کیا ہے، کفر وشرک کیا ہے، علم کیا ہے، جہل کیا ہے، صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے، کھرا کیا ہے، کھوٹا کیا ہے۔

علم الغیب خاصہ خداوندی ہے یا حضور ﷺ بھی اس میں شریک ہیں، حاضر و ناظر صرف اللہ ہے یا حضور ﷺ بھی ہیں۔ لہٰذا مولوی چمن ہیں تو حضرت استاذ محترم مولانا تاج محمد حنفی بھی ہیں تا کہ تقابل سے حضرت استاذ محترم کے کمالات واضح ہوں۔

ان تمام تفاصیل کو جاننے کے لئے: حضرت استاذ محترم کی کتاب ''محمدی موتی بجواب مدنی'' موتی کا ضرور مطالعہ کریں تا کہ کھرے اور کھوٹے کا پتہ چل سکے، صحیح اور غلط کا پتہ چل سکے۔



ترے نام سے ابتداء کر رہا ہوں   میری انتہاءِ نگارش یہی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی . امابعد

اس کوتاہ علم وعمل نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صرف دینی جذبہ، اصلاح عقیدہ کی نیت اور اسلامی ولولہ کے تحت آج سے کئی سال قبل کچھ رسائل عالم الغیب کون؟، حاضرو ناظر، قرآن وحدیث کی روشنی میں، نجوم ھدایت آفتاب ہدایت کی نظر میں، اور جشن عید میلا دالنبی ﷺ کی حقیقت لکھے تھے پھر تحریکی مصروفیات جماعتی ذمہ داریوں تبلیغی اسفار اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا تھا۔

یوں سات آٹھ برس کے بعد مولنا شفیع الرحمٰن چترالی صاحب اور مولانا آصف اقبال صاحب کے توسط سے ایک کتاب ملی انہوں نے بتایا کہ یہ کتاب آپ کے رسالہ (حاضر و ناظر قرآن و حدیث کی روشنی میں) کے جواب میں مولوی عبدالغنی چمن ناحی صاحب نے لکھی ہے اور نام مدنی موتی رکھا ہے۔ احقر مؤلف مدنی موتی کی شخصیت سے چنداں واقف نہیں بلکہ نام بھی نہیں سنا تھا پھر میں نے اس کتاب کا اول تا آخر مطالعہ کیا کہ

ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی علمی تحقیقی مواد ہو۔مگر افسوس صد افسوس کہ ایک سو پینتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب علمی مواد کی بجائے، تضادات وتاویلات باطلہ اور قیاس مع الفارق کا مجموعہ، نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں عقلی ڈھکوسلے موضوع سے ہٹ کر غیر متعلقہ باتوں پر قلم کاری، مفسرین ومحدثین اور ائمہ دین کے بیان کردہ معانی سے انحراف، دعویٰ کچھ اور دلیل کچھ۔دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ندارد۔خلط مبحث۔کشف وکرامات سے استدلال۔خرق عادت امور کو عادت سمجھ کر اس سے استدلال ۔میں نہ مانوں کی رٹ، تاویل کے نام پر تحریف تحقیق کے نام پر جھوٹ، قرآن کے نصوص کے مقابلے میں بے سروپا قصے، حدیث مبارکہ کے مقابلہ میں کہانیاں، عبارات میں قطع وبرید، دلائل کے نام پر مغالطے، مغالطوں کے اس مجموعے کا نام رکھا مدنی موتی (نعوذ باللہ)

اور مولوی چمن صاحب کے نزدیک یہ جواب ہے میرے رسالہ (حاضر وناظر قرآن و حدیث کی روشنی میں) کا۔اس کتاب میں علمی اور تحقیقی مواد تو بالکل نہیں، بس ایران توران کی باتیں، اس لئے علمی طور پر اس کے رد اور جواب کی ضرورت تو بالکل نہیں کیونکہ یہ مجموعہ مغالطہ ہے لیکن عوام چونکہ سطحی ہوتے ہیں کہیں وہ ان مغالطوں کو دلائل سمجھ کر گمراہ نہ ہوں اور جواب نہ لکھنے کی وجہ سے کہیں وہ اس سے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس کتاب کے دلائل وزنی اور لاجواب ہیں اس لیے اھل سنت والجماعۃ نے جواب نہیں دیا تو اس خدشہ کے ازالہ کے لیے اس کا جواب لکھا اور اسی خدشہ کے پیش نظر وادی چترال سے تعلق رکھنے والے بعض جید علماء کرام نے جواب لکھنے پر اصرار کیا اور بعض قابل احترام تنظیمی ساتھیوں نے بھی اسی خدشہ کے پیش نظر شدید اصرار کیا کہ میں آسان عام فہم انداز میں اس کا جواب لکھوں ۔اس وجہ

سے میں نے قلم اٹھایا اور صرف صاحب مدنی موتی کے مغالطوں کے جواب لکھنے کی بجائے حاضر و ناظر کے موضوع پر مستقل کتاب لکھی تا کہ سب کے لیے یکساں مفید ہو اور اس کا نام محمدی موتی بجواب مدنی موتی رکھا اور اس کتاب میں سات ابواب ہیں۔

پہلا باب: اس باب میں تئیس ۲۳ آیات قرآنیہ اور پانچ احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے۔

دوسرا باب: اس باب میں قرآن مجید سے پانچ انبیاء سابقین کے واقعات نقل کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء بھی ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

تیسرا باب: اس باب میں قرآن مجید کی بائیس ۲۲ آیات مبارکہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام الانبیاء رحمت عالم اکمل البشر اشرف البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ بھی ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

چوتھا باب: اس باب میں اکیس (۲۱) احادیث نبویہ ﷺ سے آپ ﷺ کے ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہ ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔

پانچواں باب: اس باب میں چودہ ۱۴ دلائل عقلیہ سے آپ ﷺ کے حاصر و ناظر نہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔

چھٹا باب: اس باب میں چودہ (۱۴) سو سال کے علماء، فقہاء اسلام اور ائمہ دین کی عبارات و تصریحات پیش کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ ۱۴ سو سال کے علماء، فقہاء، مجتہدین اور جملہ اہل سنت والجماعت کا مسلمہ اور متفقہ عقیدہ ہے۔

ساتواں باب: اس باب میں مولوی چمن کے جملہ مغالطوں کو نقل کر کے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مولوی چمن صاحب نے اھل سنت کے جن دلائل پر اعتراض کیا ہے اُن اعتراضات کے جوابات اھل سنت کے دلائل کے ذیل میں دیا ہے۔

آخر میں من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت بندہ ممنون ہے اُن تمام احباب کا جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں میرے ساتھ تعاون کیا جن میں مولانا آصف اقبال صاحب اور مولانا شفیع الرحمٰن صاحب کا جنہوں نے بروقت یہ کتاب مجھ تک پہنچائی مفتی افضل محمد صاحب، مفتی فرید اللہ صاحب، مولانا حضرت الدین صاحب، مولانا حمید احمد صاحب، مولانا محمد محسن صاحب، قاری کلیم اللہ صاحب کا جنہوں نے کمپوزنگ میں ساتھ دیا اور مفید مشورے دیئے۔

اور میں کیسے فراموش کر سکتا ہوں امیر عزیمت کونسل چترال کے روح رواں قاری القراء حضرت قاری نور الحسن صاحب اور قاری فضل جلیل صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرمائے اور ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین

ابو عاصم تاج محمد حنفی چترالی

خطیب جامع مسجد یوسفی لی مارکیٹ کراچی

مدیر الحنفی دار المطالعہ کراچی

ابتدائیہ

الحمدللہ ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علٰی سیّدنا وشفیعنا وحبیبنا ومولانا محمّد خَاتم الانبیاء والمُرسلین وعلٰی اٰلہ واصحابہ وذرّیاتہ واھل بیتہ اجمعین عدد خلقہ ورضانفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ امابعد!

اہل سنت والجماعت کے نزدیک چونکہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی شھید ہے اس لئے بے مثل طور پر اپنی شایان شان ہر جگہ موجود ہے۔اور اہل بدعت ''رضا خانیوں'' کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی ہے۔احمد یار خان لکھتے ہیں! خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے ہر جگہ ہونا رسول خدا ﷺ ہی کی شان ہے(جاء الحق ص ۱۵۳) بعض اہل بدعت کے نزدیک اللہ کو حاضر و ناظر کہنا ناجائز ہے،مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں! تحقیق سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ بغیر تاویل کے اللہ کو حاضر و ناظر کہنا جائز نہیں (تسکین الخواطر ص ۷) بعض کے نزدیک اللہ کو حاضر و ناظر کہنا غلط فہمی ہے(دیکھئے مدنی موتی ص ۱۰) ان کے نزدیک حاضر و ناظر ہونا آپ ﷺ کی صفت ہے۔اہل بدعت اس مسئلہ میں پُرشش و پنج میں مبتلا اور تذبذب کا شکار ہیں کبھی کہتے ہیں،رحمت عالم ﷺ روح مع الجسد ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں،کبھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روح مبارک ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہے۔کبھی کہتے ہیں آپ ﷺ کی نورانیت ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے کبھی کہتے ہیں

آپ ﷺ روضہ مبارک سے ہر جگہ دیکھ رہے ہیں، بس آپ ﷺ حاضر وناظر ہوئے، خلاصہ کلام ہے کہ ان کا اسٹیج میں عقیدہ کچھ ہوتا ہے، مجلس میں کچھ ہوتا ہے، عوام کے سامنے کچھ ہوتا ہے علماء کے سامنے کچھ، تقریر میں اور تحریر میں اور عقیدہ ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ عوام کے سامنے اسٹیج میں بیان کرتے ہیں تو آپ ﷺ کو جسد عنصری کے ساتھ ہر جا ہر آن حاضر وناظر کہتے ہیں۔عوام کے سامنے یہی عقیدہ بیان کرتے ہیں۔اور یہی بتاتے ہیں جب میدانِ مناظرہ میں علماء کے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی روح کو ہر جا ہر آن حاضر و ناظر مانتے ہیں اور جب روح کو بکل شئی مُحیط ثابت نہ کر سکے تو اس عقیدے سے بھی دستبردار ہو گئے۔اور کہنے لگے ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ روضۃ من ریاض الجنۃ میں آرام فرما ہیں۔اور وہیں سے ہر جگہ دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ان علمی یتیموں نے حاضر و ناظر کی بات (حاضر) سے ختم کر کے استدلال کا سارا بوجھ ناظر پر ڈال دیا تھا ،اور ناظر کا معنی یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کل کائنات کو بلکہ ذرے ذرے کو دیکھ رہے ہیں یہ بیچارے ٹھوکریں کھاتے کھاتے ،گرتے پڑتے بڑی ہی مشکل سے اس مقام تک پہنچے تھے تو ان کے مولوی ”صاحب تنویر الخواطر“ نے انہیں اس عقیدے پر بھی نہ رہنے دیا چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں! لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء کو ہر وقت عالم ما کان و ما یکون مانتے ہیں حاشا وکلا اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں (تنویر الخواطر ۲۱) لو بھائی چھٹی ہوگئی ،مولوی چمن صاحب! اب کوئی اور عقیدہ گڑلو کیونکہ جب ہر وقت عالم ما کان و ما یکون نہیں تو ظاہر کہ ہر وقت ہر آن ما کان و ما یکون کے ناظر بھی نہیں ہونگے۔اور اس سے حاضر وناظر بالعلم ہونے کا عقیدہ

بھی جاتا رہا، واقعی حقیقت یہی ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ عقیدہ بنانے اور بتانے میں یہی فرق ہوتا ہے۔ مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں! معترض نے ہمارے عقیدے کو سمجھا نہیں۔ حنفی عرض کرتا ہے کہ مولوی چمن صاحب آپ کا عقیدہ ایک ہوتو میں سمجھوں آپ لوگوں کا عقیدہ ہر مجلس ہر محل کے لئے الگ الگ ہے، عوام کیلئے الگ خواص کیلئے الگ، تقریر میں الگ، تحریر میں الگ اس گورکھ دھندے کو کون سمجھے، کیسے سمجھے؟ میں کیا سمجھوں، سچ پوچھئے تو آج تک آپ لوگ خود اپنے عقیدے کے تعین میں ششدر و پریشان ہیں کبھی حاضر وناظر خاصہ رسول خدا بتاتے ہو پھر ملک الموت، سورج بلکہ شیطان کو بھی حاضر وناظر مانتے ہو، کبھی خدا کو حاضر وناظر کہنا بے دینی کہتے ہو، پھر اللہ کو حاضر وناظر مانتے بھی ہو کبھی حاضر وناظر حضور ﷺ کی شان بتاتے ہو تو کبھی کرشن کھنیا کو بھی ہر جگہ حاضر وناظر مانتے ہو۔ کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا ہے، یہ کیونکر ہوسکے، شیخ نے فرمایا! کرشن کھنیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہوگیا (ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۹) تو اس گورکھ دھندے کو نہ تم سمجھو نہ عوام سمجھیں نہ خواص اور نہ ہم۔ بس آپ حضرات کا چندہ اور کاروبار چلتا رہے۔ چونکہ اصل اہل سنت والجماعت کے نزدیک حاضر وناظر خاصہ خداوندی ہے۔ اللہ کی صفت ہے۔ اس میں کسی غیر کو شریک کرنا شرک ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا وہی مفہوم مراد لیا جائیگا جو اس کے بے مثال ذات کے لائق اور شایان شان ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو مخلوق پر قیاس کرکے کوئی مفہوم اور معنی متعین کرنا درست ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا سمیع وبصیر، موجود، اور حاضر وناظر ہونا ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب اور لائق ہے، ہمیں

ان صفات کی کیفیات کی تعین کی ضرورت نہیں، جیسا کہ امام مالکؒ سے جب الرحمٰن علی العرش استویٰ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا! الاستواء معقول و کیفیتہ مجھولة و سوالک عن هذا بدعة الخ۔ کہ استواء معقول ہے اور اسکی کیفیت مجہول ہے اور اس کے متعلق آپ کا سوال کرنا بدعت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے یہ اللہ کی صفت ہے۔ اب اللہ کی یہ صفت ہر جگہ ہر وقت موجود ہونا معقول ہے ،البتہ اسکی کیفیت کس طرح ہے تو اس کے متعلق اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے، جو اللہ کی شان کے مناسب اور لائق ہے اس کیفیت سے یہ صفت ہے اور ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہونا اللہ ہی کی صفت ہے کسی مخلوق کی یہ صفت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ مخلوق محاط، محصور، محدود، متناہی ،حادث اور مدرک ہے اور علی سبیل الاحاطہ ہر جا موجود ہونا کما یلیق بشأنه اس کی صفت ہو سکتی ہے جو بکل شئی محیط ہو محاط نہ ہو، جو غیر محصور بین الحاصرین ہو محصور نہ ہو، جو غیر محدود بین الحدین ہو محدود نہ ہو، جو غیر متناہی ہو متناہی نہ ہو، جو قدیم ہو حادث نہ ہو جس کی حقیقت غیر مدرکہ ہو مدرک نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ ان صفات کا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی میں پایا جانا ناممکن ہے، اسلئے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف اللہ ہی کی صفت خاصہ ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی نبی۔ ولی، جن، فرشتہ، ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

ذاتی اور عطائی کا چکر

مولوی چمن صاحب اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شرک سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر چہ تمام ما کان و ما یکون کا علم حاصل تھا مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی بالذات اور بالاستقلال نہیں بلکہ اللہ کا عطا کردہ، حضور صلی اللہ علیہ

وسلم حاضروناظر مختارکل ہیں مگر ذاتی نہیں عطائی اللہ کی عطاء سے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں اس لئے یہ شرک نہ ہوا، اسی طرح لکھتے ہیں اللہ بھی **سمیع و بصیر** ہیں بندوں کو بھی قرآن میں **سمیع و بصیر** کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ بصیر ہے اپنی ذاتی طاقت سے اپنی حقیقی طاقت سے اسی طرح رب ہونا اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے اسی طرح بندہ **سمیع** ہے **بصیر** ہے رب ہے علی یہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں کسی کی کوئی طاقت اپنی ذاتی اور حقیقی نہیں تو یہاں ذاتی اور عطائی کا فرق ہے۔ (مدنی موتی صفحہ ۱۳، ۱۴)

مگر اہل علم جانتے ہیں کہ یہ ذاتی وعطائی کا چکر نہایت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے اولاً اس لئے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق مانتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ دیگر بزرگوں کو بھی عطائی طور پر الٰہ اور خالق تسلیم کرتا ہوں (مولوی چمن صاحب بتائیں) تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا؟ اگر رہے گا تو کس دلیل سے؟ اگر وہ ہرگز مسلمان نہیں اور یقیناً نہیں تو فرمایئے کہ اس نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ آپ میں یا کسی دوسرے میں تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے؟۔

نیز اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ تو بالاستقلال اور تشریعی نبی ہیں مگر کوئی دوسرا شخص (جیسے مرزا غلام احمد قادیانی جو ثلاثون کذابون دجالون کی مد میں ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی ہوسکتا ہے اور اس کی نبوت آپ ﷺ کا فیض اور آپ کا ظل ہے تو کیا ایسا شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ اس شخص نے تو آپ کا خاصہ غیر میں تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہوگیا؟۔

ثانیاً: خدا تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شقیں ہیں ذاتی اور محیط تفصیلی اور ان میں سے کسی پہلو اور شق کو بھی غیر کے لئے ثابت کرنا قطعا اور یقیناً شرک اور کفر ہے، اور

صورت مذکورہ میں تم اگر چہ عطائی مانتے ہو مگر کلی اور محیط بھی تو تسلیم کرتے ہو جو نصوص قطعیہ کے سراسر مخالف اور بجائے خود شرک ہے۔

ثالثا: مشرکین عرب بھی تو عطائی طور پر ہی اپنے الہوں اور معبودوں کے لئے یہ صفات تسلیم کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ طواف کرتے وقت کہتے تھے:

لبیک لاشریک لک الاشریکا هو لک تملکه وماملک (حوالہ مسلم باب التلبیۃ)

ہم حاضر ہیں (تیرا ذاتی اور مستقل طور پر) کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ (جس کو تو نے عطاء کی) تو اس کا ملک ہے اور وہ ذاتی طور پر کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ مشرک ہی قرار دیئے گئے، پھر آج ایسا ہی دعویٰ کرنے والا کیونکر کفر سے بچ سکتا ہے۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: **اعلم ان لیس فی العالم احد یثبت لله شریکا یساویه فی الوجود والقدرة والعلم والحکمة وهذا ممالم یوجد الی الأن** .(تفسیر کبیر جزء ۲)

ترجمہ:

جان لو کہ سارے جہان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کا ایسا شریک مانتا ہو جو وجود قدرت اور علم وحکمت میں اللہ کے برابر ہو اور ایسا عقیدہ اس وقت تک (دنیا میں کہیں) موجود نہیں تو اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت علم اختیار ملک جو بھی ہیں ذاتی ہیں اسی طرح ذاتی صفات کا مالک دنیا میں کسی مشرک نے اپنے معبودین کو نہیں مانا جس نے مانا اپنے معبود کو عطائی صفات کا مالک مانا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ملک وقدرت اور علم وحکمت

عطاء کی ہے مالک حقیقی نے یہ صفات انہیں بخشی ہیں۔وہ عطائی صفات ماننے کے باوجود شرک ٹھہرے،تو مولوی چمن صاحب آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔مولوی چمن صاحب ٹھیک ہے قرآن میں سمیع بصیر رب اور مالک وغیرہ کے الفاظ کا انسان پر اطلاق کیا گیا ہے اور اس معنی میں انسان پر ان الفاظ کا اطلاق ناجائز نہیں ہے لیکن اگر ان الفاظ کو وہ معنی اور مفہوم دیا جائے جو خدا تعالیٰ کے شان کے مناسب ہے تو یقیناً باطل ہوگا۔

جیسا کہ انسان کو سمیع اور بصیر کہنا صحیح ہے ہاں اگر اس سے مراد یہ لی جائے کہ انسان ہر چیز کو ہر وقت ہر جگہ دیکھتا اور سنتا ہے دل کی رازوں کو بھی جانتا ہے اور دیکھتا ہے تو یہ نہ صرف ناجائز ہوگا بلکہ کفر ہوگا۔(تفصیل ان شاء اللہ ساتویں باب میں آئے گی)

باب اول

اللہ تعالیٰ ہی کے حاضروناظرھونے پرقرآنی دلائل

دلیل نمبر(۱)

آیت نمبر(ا):مایکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا هو معهم این ما کانوا ثم ینبئهم بما عملوا یوم القیٰمة ان اللّٰه بکل شئی علیم (پ۲۸س مجادلہ آیت نمبر۷)

ترجمہ:

تین شخصوں کی کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جہاں وہ (اللہ) ان میں چوتھا نہیں ہوتا اور نہ پانچ کی جہاں وہ (اللہ) ان میں چھٹا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر وقت ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ جہاں کہیں ہوں، پھر ان کو قیامت کے دن ان کا کیا ان کو بتلائیگا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ میں بڑی صراحت کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ ہو، مجلس ہو، محفل ہو یا سرگوشی ہو، دن کو ہو یا رات کو اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط کے اعتبار سے وہاں حاضروناظر ہوتے ہیں۔ اگر تین آدمی چھپ کر سرگوشی کرتے ہیں تو چوتھا خدا وہاں موجود ہوتا ہے۔ اگر پانچ آدمی چھپ کر مشورہ کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ چھٹا اللہ موجود ہوتا ہے۔ پھر خواہ کم ہو یا زیادہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔

تین سرگوشیاں کرنیوالوں میں چوتھا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور پانچ افراد میں چھٹا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور اسکی معیت لازمہ اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر ہر عمل کی خبر دینا اس کے ناظر ہونے پر صراحتاً دال ہے۔ تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی حاضر و ناظر ہے لیکن مولوی چمن صاحب کے نزدیک اللہ کو حاضر و ناظر کہنا غلط فہمی ہے۔ استغفر اللہ (مدنی موتی ص ۱۰)

مولوی چمن کا ایک اعتراض اور اس کا حشر۔

مولوی چمن لکھتے ہیں! اس آیت میں کہاں لکھا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

جواب:

مولوی چمن صاحب میں نے اپنے رسالہ (حاضر و ناظر قرآن و حدیث کی روشنی میں) میں یہ دلیل اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر پیش کی تھی جو کہ بالکل واضح ہے۔ اس آیت سے آپ ﷺ کا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہ ہونا یوں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تین سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا میں ہوں، اگر آپ ﷺ بھی حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ اگر تم تین ہوتے ہو تو میں اور میرا محبوب ﷺ چوتھا اور پانچواں موجود ہوتے ہیں۔ اگر تم پانچ ہوتے ہو تو میں اور میرا نبی ﷺ چھٹا اور ساتواں موجود ہوتے ہیں اس سے کم یا زیادہ میں اور میرے محبوب ہر جگہ موجود ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا اپنی معیت کا ذکر فرمانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رحمت کائنات ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اگر ہوتے تو آپ ﷺ کا ذکر بھی ضرور کیا جاتا۔ اب آپ ﷺ کو روح مع الجسد یا صرف روح کو

حاضر و ناظر مانا جائے تو اس آیت کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ آیت میں اللہ فرماتے ہیں کہ تین سرگوشیاں کرنے والوں میں، میں (اللہ) چوتھا ہوتا ہوں۔ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانا جائے تو پانچواں بھی ماننا پڑے گا، اور اگر روح کو حاضر و ناظر مانا جائے تو ساڑھے چار کو موجود ماننا پڑیگا کیونکہ ذات نام ہے روح اور جسم کا صرف روح بھی آدھی ذات ہے اور صرف جسم بھی) اس لئے آپ ﷺ کو روح مع الجسد حاضر و ناظر ماننے یا صرف روح کو حاضر و ناظر ماننے سے اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔

دلیل نمبر (۲):

(آیت مبارکہ نمبر۲) **و ھو بکل شئی محیط.**

ترجمہ: اور وہی اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں۔

استدلال: ہر چیز پر محیط ہونا اسی ذات کے لئے زیبا اور لائق ہے جو ہر آن ہر جگہ بے مثل طور پر موجود ہو اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کیلئے محیط ہونا ضروری ہے **اللّٰہ بکل شئی محیط** ۔ اسلئے اللہ ہر جگہ ہر آن بے مثل طور پر حاضر و ناظر ہے، اللہ کے سوا کوئی **بکل شئی محیط** نہیں تو کوئی حاضر و ناظر بھی نہیں۔

مولوی چمن صاحب! کیا آپ ﷺ کی ولادت صرف ملک عرب میں نہیں ہوئی؟ پھر تمام ممالک عربیہ میں صرف حجاز میں نہیں ہوئی پھر حجاز کے بھی صرف ایک شہر مکہ مکرمہ میں نہیں ہوئی؟ پھر مکہ کے بھی صرف ایک محلے میں نہیں ہوئی؟ پھر قریش کے ایک قبیلہ بنی ہاشم میں نہیں ہوئی؟ پھر بنی ہاشم کے ایک گھر آمنہ کے دولت کدہ میں نہیں ہوئی؟ پھر حضرت آمنہ کے مکان کے چاروں کونوں میں صرف ایک مقام مقدس میں نہیں

ہوئی ؟اور ظاہر ہے آپ ﷺ کی ولادت ہر ملک میں نہیں ہوئی صرف ملک عرب میں ہوئی
پھر تمام ممالک عربیہ میں نہیں صرف حجاز میں پھر حجاز کے تمام شہروں میں نہیں ہوئی صرف محلّہ
قریش میں ہوئی ہے پھر محلّہ قریش کے ہر قبیلہ میں نہیں صرف قبیلہ بنی ہاشم میں ہوئی پھر بنی
ہاشم کے بھی ہر گھر میں نہیں بلکہ صرف حضرت آمنہ خاتون کے دولت کدہ میں ہوئی ہے، پھر
مکان کے بھی ایک مقام میں ہوئی ، پس جو ذات اس قدر محدود اور محاط ہو وہ کیسے حاضر
و ناظر ہو سکتا ہے؟ اس کو اللہ کی طرح ہر جا حاضر و ناظر ماننا جہالت کے سوا اور کیا ہے؟

دلیل نمبر (۳):

(آیت نمبر۳) وما تکون فی شأن و ما تتلوا منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه○

(پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۱)

ترجمہ:

اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں اور آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو بھی کام
کرتے ہو ہم تمھارے پاس حاضر ہوتے ہیں جب تم اس کام میں مصروف ہوتے ہو۔

استدلال:

اللہ تعالیٰ کا حصر کے ساتھ بیان فرمانا کہ تمہارے ہر عمل پر ہم حاضر ہیں اس بات کی
قطعی دلیل ہے کہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

دلیل نمبر (۴):

(آیت نمبر۴): يوم يبعثهم الله جميعا فينبئهم بما عملوا احصٰه الله و

نمبوء واللہ علی کل شیء شھید (سپ ۲۸ س المجادلۃ آیت نمبر ۶)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پس ان کو خبر دے گا ان عملوں کی جو انہوں نے کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو گن رکھا ہے انہوں نے اسکو بھلا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔

استدلال:

ہر جگہ حاضر و ناظر کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ہر عمل کی خبر اور ہر چیز پر حاضر ہو اس آیت میں یہی بتلایا ہے کہ اللہ کو ہر عمل کی خبر بھی ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر بھی تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر ہونا صفت خداوندی تعالیٰ ہے

دلیل نمبر (۵):

(آیت نمبر ۵) و لقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس به نفسه و نحن اقرب الیه من حبل الورید (سپ ۲۶ سورۃ ق آیت ۱۶)

ترجمہ:

اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ہی اسکے نفسانی وسوسوں کو جانتے ہیں اور ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

استدلال:

نفسانی وسوسوں کو جاننا اور انسان کے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہونا یہ اللہ ہی کی صفت ہے اور وہی حاضر و ناظر ہے اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں قریب ہی نہیں بلکہ اقرب ہوں مگر مولوی چمن لکھتے ہیں: کہ اللہ کو حاضر (موجود) ناظر (دیکھنے والا) کہنا غلط فہمی

ہے۔اس کے ایک بزرگ لکھتے ہیں اللہ کو ہر جگہ حاضر موجود، ناظر دیکھنے والا ماننا بے دینی ہے (نعوذ باللہ) کیا جو رگ جان سے قریب ہو وہ حاضر نہیں ہوتا؟ اور جو نفسانی وسوسوں کو جانتا ہو وہ ناظر نہیں ہوگا؟

دلیل نمبر (۶):

(آیت مبارکہ نمبر ۶) و اقیموا الصلوۃ و اٰتوا الزکوۃ. وماتقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللّٰہ. ان اللّٰہ بما تعملون بصیر (پ ۱، س بقرہ آیت ۱۱۰)

ترجمہ:

نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور جو کچھ بھلائیوں میں سے تم قیامت کے دن کیلئے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں پاؤ گے کیونکہ اللہ بلا شبہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں یہی مضمون سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر ہے انسان کا کوئی عمل کوئی فعل اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

دلیل نمبر (۷):

(آیت مبارکہ نمبر ۷) وللّٰہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ. ان اللّٰہ واسع علیم (البقرہ آیت ۱۱۵)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے مشرق ،مغرب ہیں پس جدھر منہ کرو ادھر اللہ کی ذات موجود ہے، بیشک اللہ تعالیٰ فراخ علم والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں کتنی وضاحت وصراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ تم جدھر بھی منہ کرو اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم کے اعتبار سے وہاں حاضر موجود ہوتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر آن بے مثل طور پر حاضر وناظر ہیں۔مگر مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ کو حاضر وناظر ماننا غلط فہمی ہے (مدنی موتی ص۱۰) ان کے ایک بزرگ مولوی احمد یار لکھتے ہیں، خدا کو ہر جگہ حاضر وموجود ماننا بے دینی ہے،اب فیصلہ قارئین فرمائیں کہ آیت میں بتلایا گیا کہ تم جدھر بھی منہ کرو اللہ اپنی صفت علم کے اعتبار سے وہاں حاضر وموجود ہوتے ہیں اور اہل بدعت کے نزدیک یہ غلط فہمی اور بے دینی ہے۔اب غلط فہمی اور بے دینی میں اہل بدعت مبتلا ہیں یا اہل حق ؟

دلیل نمبر (۸):

آیت نمبر (۸):فان اللہ سمیع علیم۔(البقرہ آیت ۲۷)

ترجمہ:پس تحقیق اللہ ہر جگہ سننے اور جاننے والا ہے۔

دلیل نمبر (۹) آیت نمبر (۹):انک انت السمیع العلیم

(البقرہ آیت ۱۲۷)

دلیل نمبر (۱۰) آیت نمبر (۱۰):و ھو السمیع العلیم (البقرہ آیت ۱۳۸)

دلیل نمبر (۱۱) آیت نمبر (۱۱):واللہ سمیعٌ علیمٌ (البقرہ آیت ۲۲۴)

دلیل نمبر (۱۲) آیت نمبر (۱۲): انه هوا لسمیع العلیم

(پ۱۲، س یوسف آیت ۳۴)

استدلال:

ان آیات میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر آن ہر جگہ حاضر و ناظر سمیع اور علیم ہے، صرف سننا اور دیکھنا تو مخلوق کی صفات میں بھی موجود ہے. فجعلناه سميعا بصيرا! لیکن خالق سے جب ان صفات کا تعلق ہوگا تو معنی یوں بنے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ کی باتیں ہر وقت سنتے ہیں اور ہر بات کو جانتے ہیں اور یہی خالق اور مخلوق کے درمیان امتیازی فرق ہے اور اسکا یہ مطلب بیان کرنا کہ اللہ ذاتی طور پر ہر جگہ ہر وقت ہر ایک کی باتیں سنتے ہیں اور مخلوق کو سمیع اور بصیر کہا گیا ہے اسلئے یہ ہر جگہ ہر وقت ہر ایک کی باتیں عطائی طور پر سنتے اور دیکھتے ہیں یہ صرف جہالت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے جیسا کہ مولوی چمن صاحب کا عقیدہ ہے۔ دیکھئے (مدنی موتی ص ۱۳)

دلیل نمبر (۱۳):

آیت نمبر (۱۳): واللہ یعلم ماتسرون وما تعلنون (پ۱۴، س النحل آیت ۱۹)

ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو۔

دلیل نمبر (۱۴):

آیت نمبر (۱۴): ان اللّٰه كان علىٰ كل شئى شهيداً (پ۵، س النساء آیت ۳۳)

ترجمہ: بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

دلیل نمبر (۱۵):

آیت نمبر (۱۵): ان اللّٰہ علیٰ کل شئی شھیدٌ (پ ۱۷س الحج آیت ۱۷)

ترجمہ: بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

دلیل نمبر ۱۶:

آیت نمبر (۱۶): وانت علیٰ کل شئی شھید (پ ۷س المائدہ آیت ۱۱۷)

استدلال:

ان تمام آیات میں صراحت سے بتایا گیا کہ ہر جا حاضر وناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے اللہ ہر جگہ بے مثل طور پر موجود ہیں اور ناظر ہیں ظاہر و پوشیدہ کو جانتے ہیں۔

دلیل نمبر (۱۷):

آیت نمبر (۱۷): و ھو معکم این ما کنتم و اللّٰہ بما تعملون بصیر

(پ ۲۷س الحدید آیت ۴)

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں بتلایا گیا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ ہے۔ (معکم) یعنی حاضر موجود ہے۔ اور تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے (بصیرٌ) یعنی ناظر ہے۔ قرآن اعلان کرتا ہے کہ! وھو معکم، اللہ حاضر ہے بصیرٌ، اللہ ناظر (دیکھنے والا) ہے۔ مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ کو حاضر (موجود) ناظر دیکھنے والا ماننا غلط فہمی ہے۔ (استغفر اللہ)

دلیل نمبر (۱۸):

آیت نمبر (۱۸):و اللّٰہ بصیر بالعباد (پ۳س عمران آیت ۱۱۵)

ترجمہ: اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے (ناظر) والے ہیں۔

دلیل نمبر (۱۹) آیت نمبر (۱۹): انه کان بعباده خبیراً بصیراً

(پ۱۵،س بنی اسرائیل آیت ۳۰)

دلیل نمبر (۲۰) آیت نمبر ۲۰: و اللہ بصیرٌ بما یعملون (پ۱،س البقرہ آیت ۹۶)

دلیل نمبر (۲۱) آیت نمبر (۲۱) انه بکل شئی بصیرٌ (پ۲۹،س الملک آیت ۱۹)

استدلال:

ان مذکورہ بالا آیات میں اللہ کی صفت حاضر (موجود) ناظر (دیکھنے والا) ہونے کو بصیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اللّٰہ بصیر بالعباد ،بصیر بما یعملون،بصیر بکل شئی، ہیں یعنی اللہ حاضر و ناظر ہے وہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔

دلیل نمبر (۲۲):

آیت نمبر (۲۲):و اذا سألک عبادی عنّی فانی قریب اُجیب دعوة الداع اذا دعانی (پ۲،س البقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ:

اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو بلا شبہ میں قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جبکہ وہ مجھے پکارے۔

شان نزول:

ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا! کہ اے اللہ کے رسول کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہو تو ہم اس سے آہستہ پکاریں اگر دور ہو تو ہم اونچی آواز سے اسے پکاریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ محبوب! آپ میرے بندوں کو بتادو میں قریب ہوں، یعنی حاضر (موجود) ناظر (دیکھنے والا) ہوں۔

استدلال:

صاحب دعا کی درخواست ایک نہیں بلکہ ایک منٹ میں لاتعداد متنفس (لوگ) بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوتے ہیں سب کی دعائیں سننا اور سب کو ان کی حیثیت کے مطابق جواب دینا بلاشبہ اس محیط کی صفت ہے جو ہر جگہ بے مثل طور پر حاضر و ناظر ہے۔

مولوی چمن کی دفع الوقتی

مولوی چمن صاحب نے اس کے جواب میں دفع الوقتی کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخ تحریف کا مستقل باب ہے۔ ہم تو اتنا کہیں گے مولوی چمن صاحب اس آیت کا شان نزول ہم نے لکھ دیا ہے پڑھ لیجئے آپ کے اس جملے کا جواب (محبوب سے سوال کرنا بعد از وصال بھی وہ سائل دنیا کے کسی کونے میں ہو اس آیت سے ثابت ہے) موجود ہے۔ ہاں اگر ثابت ہے تو آپ کے نزدیک آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں ذرا پوچھ کر بتا دیجئے کہ! حضور ﷺ آپ حاضر و ناظر ہیں کہ نہیں؟ آیت سے ثابت ہے تو پوچھ کیوں نہیں لیتے؟ کوئی یوں نہ کہے کہ تم اللہ کو حاضر و ناظر مانتے ہو قریب و مجیب مانتے ہو، تم اللہ سے پوچھ لو، اللہ خالق ہے اور آپ ﷺ مخلوق اور مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا جہالت کے ساتھ شرک بھی ہے۔

مولوی چمن صاحب کی ایک دلیل اور اس کا حشر

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں اگر کسی زمانے میں کسی وقت دور سے یا نزدیک سے مصطفیٰ ﷺ سے سوال کرنا اگر شرک ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا! اے محبوب جو آپ سے سوال کریں اسے منع کردو (مدنی موتی ص ۹۵)

جواب:

شان نزول پڑھ لیجئے ،ایک اعرابی کے سوال پر یہ آیت نازل ہوئی یہ تو حیات مبارکہ میں نزدیک سامنے آ کر سوال کرنے مسئلہ معلوم کرنے کے بارے میں نازل ہوئی مفسرین ائمہ دین نے یہی مطلب بیان کیا ہے۔ جو معنی اور مطلب آپ نے مراد لیا ہے کیا آپ ﷺ نے یہی مطلب بتایا ہے یا کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا کسی معتبر مفسر نے یہ مطلب بیان کیا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ۔تو پھر یہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے اور ہرزہ سرائی ہے جو قابل التفات نہیں۔ مولوی چمن صاحب ”انی قریب“ میں قریب ہوں سے ناظر کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ قریب ہے اس تک پہنچنے کیلئے نہ سیڑھی کی ضرورت اور نہ چپڑاسی کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے۔ ہم تو ولیوں سے سوال کرینگے وہ اللہ کے سامنے ہمارا سوال پیش کریں گے۔ ہمارا اللہ کے نیک بندوں کے آگے ان کا اللہ کے آگے چھت تک پہنچنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت، وزیر مشیر تک پہنچنے کے لئے چپڑاسی اور سیکریٹری کی ضرورت (استغفر اللہ) چمن صاحب اس آیت میں تمہارے اس شرکیہ عقیدے کا بھی رد ہے ۔اللہ قریب ہے اس کے لئے نہ سیڑھی کی ضرورت ہے نہ سیکریٹری کی ضرورت

ہے۔چھت دور صدر دور اسلئے وہاں تو نے سیڑھی لگائی صدر تک رسائی کیلئے سیکریٹری کے سامنے گئے ،اللہ تو قریب ہے بلکہ اقرب ہے ۔پھر صدر مخلوق ،چھت مخلوق اللہ خالق ہے۔خالق کومخلوق پر قیاس کرنا صرف قیاس مع الفارق ہی نہیں شرک بھی ہے،

واما السائل فلا تنهر (الآية) سے استدلال

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں !حضور ﷺ حاضروناظر ہے دلیل یہ پیش کی :و اما السائل فلا تنهر (پ۳۰)اللہ نے حکم دیا محبوب کوئی سائل آپ کے دروازے پر آئے تو اسکومت جھڑکو،تو معلوم ہوا آپ ﷺ حاضروناظر ہیں۔

جواب:

مولوی چمن صاحب اس سے آپ ﷺ کا حاضروناظر کیسے اور کیونکر ثابت ہوا یہ حکم تمام مسلمانوں کو بھی ہے کہ سائل ضرورت مند کو مت جھڑکو،تو پھر مولوی چمن صاحب کے نزدیک سارے مسلمان حاضروناظر ہوگئے کیونکہ قرآن میں آیا ہے سائل کومت جھڑکو۔افسوس صد افسوس ،مگر مولوی چمن صاحب کے نزدیک کچھ نہ کچھ لکھ دینا جواب تصور ہوتا ہے۔انکو مطلق کوئی غرض نہیں ہوتی کہ دعویٰ اور دلیل میں تطابق بھی ہے یا نہیں اور بے چارہ سمجھتے بھی نہیں ہیں کہ دعویٰ کیا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ تطابق کس گیارہویں شریف کا نام ہے۔

’’اذا سألک عبادی‘‘ (الایه) سے مغالطہ دینے کی ناکام سعی

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں !اذا سألک عبادی ‘‘اس کا مطلب یہ ہے کہ جو میرے محبوب سے سوال کرے میں اس پر رحم کرتا ہوں۔

جواب:

چمن صاحب یقیناً اللہ کا سچا بندہ وہی ہے جو عقیدہ رکھے قرآن و حدیث کے مطابق رکھے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا طریقہ یہی تھا، کوئی مسئلہ پیش آتا کوئی آیت کا مفہوم سمجھنا ہوتا، تو آپ ﷺ کے پاس تشریف لے جاتے عرض کرتے آقا ﷺ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ اس عمل کا طریقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ اس کی وضاحت فرمادیتے تو صحابہؓ اس کے مطابق عقیدہ رکھتے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرتے۔ اب حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، قرآن وسنت کی صورت میں آپ ﷺ کا عقیدہ وعمل ہمارے سامنے ہے اب حکم یہ ہے کہ نہ عقیدہ خود گھڑا جائے اور نہ عمل خود بنایا جائے۔ بلکہ عقیدہ اور عمل دونوں قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔ اور وہی اللہ کے سچے بندے ہیں جو عقیدہ وعمل گھڑا نہیں کرتے، بنایا نہیں کرتے اور جو عقیدہ بناتے ہیں ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا! **اھل البدعة ھم کلاب اھل النار**۔ عقیدہ گھڑنے والے جہنم کے کتے ہیں۔

حدیث مبارك نمبر (۱)

مولوی چمن صاحب آیئے! آپ ﷺ سے پوچھ لیتے ہیں کہ: اللہ حاضر وناظر ہے کہ نہیں؟ بخاری شریف میں حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے لوگ تیز آواز سے تکبیریں کہنے لگے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تم اس کو نہیں پکارتے جو بہرہ اور غائب ہو۔ **انکم تدعون سمیعا بصیرا وھو** معکم والذی تدعونه اقرب الیٰ احدکم من عنق رحلته (بخاری ومسلم شریف)

ترجمہ: تم تو اس خدا کو پکارتے ہو جو سننے والا دیکھنے والا ہے اور جو تمہارے ساتھ ہے اور تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

حدیث مبارک نمبر (۲)

آیئے! چمن صاحب آپ ﷺ سے عرض کر لیتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! مولوی چمن صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا غلط فہمی اور بے دینی ہے میرے نزدیک اللہ حاضر و ناظر ہے۔ آیئے قرآن و سنت کی صورت میں آپ ﷺ کی پوری زندگی عقیدہ و عمل ہمارے سامنے ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی صورت میں نبوی جواب ملا: حضرت عبداللہ بن معاویہؓ غامری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ عرض کیا! فما تزکیة المرء نفسه یا رسول اللّٰہ؟ قال ان یعلم ان اللّٰہ معه حیثما۔

ترجمہ:

یارسول اللہ کسی شخص کا اپنے نفس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا اس بات کا یقین ہو کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہے۔

(رواہ البزاز فی مسندہ، ترجمان السنۃ ج ۲)

حدیث نبوی ﷺ نمبر (۳):

حضرت عبادہ بنت صامتؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا! ان افضل الایمان ان تعلم ان اللّٰہ معک حیثما کنت (رواہ الطبرانی، ترجمان السنۃ ج ۲)

سب سے افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کا یقین رکھے کہ بلا شبہ اللہ تیرے ساتھ ہے تو جہاں بھی ہو۔

چمن صاحب! ان احادیث مبارکہ سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اللہ ہی حاضر و ناظر ہے۔ اللہ کو حاضر و ناظر ماننا غلط فہمی نہیں، بے دینی نہیں بلکہ افضل ایمان ہے۔ تو اللہ کو حاضر و ناظر ماننے والے افضل ایمان والے ہونگے، جب اللہ کو حاضر و ناظر ماننا افضل ایمان ہے تو نہ ماننا بڑی غلط فہمی اور بے دینی ہے، تو اللہ کو حاضر و ناظر نہ ماننے والے بڑے بے دین ہونگے۔

چمن صاحب آئیے! یہ سوال بھی آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہیں: اے اللہ کے رسول آپ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ یہ سوال ہم نے قرآن و حدیث پر پیش کیا تو حدیث نبوی ﷺ کی صورت میں جواب ملا۔

حدیث نبوی ﷺ نمبر (۴):

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سفر کو تشریف لے جاتے وقت فرمایا کرتے! **اللّٰهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل** (مسلم شریف)

اے اللہ تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور اہل و عیال کا خلیفہ ہے۔

یعنی سفر میں ہمارا ساتھی اور ہمارے اہل و عیال کا محافظ و نگھبان اللہ ہے، تو یہ صفت اور شان اللہ کی ہے کہ وہ سفر و حضر میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور نبی مکرم ﷺ کی یہ شان ہے کہ گھر میں ہیں تو اپنے اہل و عیال کی دیکھ بھال، خبر گیری خود فرماتے ہیں اور سفر میں ہیں تو گھر میں نہیں پھر گھر بار کا نگھبان و نگران اللہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ نمبر (۵)

آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجه دونکم و ان یخرج و لست فیکم فامرء حجیج نفسه و اللّٰه خلیفتی علیٰ کل مسلمٍ (ابوداؤدشریف)

- اگر آپ امت میں موجود ہیں تو آپ ﷺ دجال پر حجت سے غالب ہوں گے۔ اور جب آپ ﷺ بعد وفات امت میں موجود نہیں ہیں تو اللہ آپ ﷺ کی جگہ ہر مسلمان کا حافظ و ناصر ہے آپ ﷺ کی یہ شان نہیں کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی ہر مسلمان کے ساتھ حاضر و ناظر ہوں۔ یہ صفت اللہ کی ہے، آپ ﷺ نے "لست فیکم" ارشاد فرما کر اپنے حاضر و ناظر ہونے کی نفی فرما دی۔

دلیل نمبر ۲۳: آیت نمبر (۲۳):

یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللّٰه وهو معهم (سورہ النساء آیت ۱۰۸)

ترجمہ:

لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپ سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہیں۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ کی صفت حاضر و ناظر کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ سے کوئی نہیں چھپ سکتا، وھو معھم ، وہ تو ان کے ساتھ ہے یعنی حاضر و ناظر ہے۔ یہاں تک ۲۳ آیات مبارکہ اور پانچ ارشادات نبوی ﷺ کل ۲۸ نصوص قطعیہ سے اللہ کا حاضر و ناظر، سمیع و بصیر اور اس صفت کا خاصہ خداوندی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اب بھی کوئی اللہ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی یا غلط فہمی سمجھے تو یہ اس کی ضد ہوگی یا پیٹ کی مجبوری۔

باب دوم

انبیاء سابقین علیہم السلام بھی حاضروناظر نہیں تھے

اس باب میں مختصراً قرآن کریم سے پانچ انبیاء سابقین کے واقعات آپ کے سامنے رکھیں گے جن واقعات میں صراحت ہے کہ انبیاء سابقین بھی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو آیئے قارئین کرام قرآنی واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآنی واقعہ نمبر ۱:

حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرشتوں کو نہیں پہچانا

پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا واقعہ پیش خدمت ہے۔ قرآن اس جلیل القدر نبی کے واقعے کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے:

ولقد جاء ت رسلنا ابراھیم با لبشریٰ قالوا سلٰماً ط قال سلٰم فما لبث ان جاء بعجل حنیذo فلما رآ ایدیھم لا تصل الیه نکرھم و اوجس منھم خیفةً ط قالوا لا تخف انا اُرسلنا الیٰ قوم لوطo (پ۱۲, س ہود آیت نمبر ۶۹/۷۰)

ترجمہ:

اور بلا شبہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بشارت

(خوشخبری) لے کرآئے کہا! سلام، ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواب میں سلام کہا اور فوراً ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب دیکھا کہ انکے (فرشتوں) ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے تو انکو اجنبی جانا اور دل ہی دل میں ان سے ڈرنے لگے۔فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے، قارئین! ان آیات میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ فرشتے اللہ کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے اور قوم لوط کو تباہ کرنے کیلئے آئے۔اور انسانی شکل میں آئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا آپ علیہ السلام نے جواب دیا اور دیکھا کہ اجنبی لوگ ہیں آپ علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے انہیں بٹھایا اور فرشتوں کو انسان سمجھ کر جلدی جلدی میں کھانے کا انتظام کیا اور بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لا کر انکے سامنے رکھا ابراہیم علیہ السلام نے کھانے پر اصرار فرمایا مگر انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، ابراہیم علیہ السلام کے اصرار کے باوجود انہوں نے کھانا نہیں کھایا، تو ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے، دل میں خوف پیدا ہوا کہ مبادا یہ دشمن نہ ہوں۔مفسرین کرام نے لکھا ہے آپ علیہ السلام ڈرے اس لئے کہ اس زمانے میں ہوتا یوں تھا کہ جب کوئی نقصان پہنچانا چاہتا تو وہ اس گھر کا کھانا نہ کھاتا۔اس لئے ابراہیم علیہ السلام ان سے کچھ بدگمان ہو کر دل میں خوف کھانے لگے۔فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کی حالت دیکھ کر اور چہرے کے تأثرات دیکھ کر اندازہ لگایا کہ ہمارے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے اور ہمیں پہچانا بھی نہیں اسلئے فرشتوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے آپ علیہ السلام کو تسلی دی "لا تخف" اے اللہ کے خلیل خوفزدہ مت ہو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم انسان نہیں فرشتے ہیں۔اللہ نے ہمیں قوم لوط کے پاس

بھیجا ہے۔

وضاحت:

اس واقعہ سے درجہ ذیل امور سامنے آئے۔

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو نہیں پہچانا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو انسان سمجھا۔

۳۔ فرشتوں کیلئے کھانے کا انتظام فرمایا۔

۴۔ فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تو خلیل اللہ نے اصرار فرمایا۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے نہ کھانے کو دیکھ کر دشمن خیال کیا۔

٦۔ پریشان بھی ہوئے۔

۷۔ پریشانی کے اثرات دیکھ کر فرشتوں نے اپنا تعارف کرایا کہ ہم کھانا اس لئے نہیں کھاتے کہ ہم فرشتے ہیں انسان نہیں۔

۸۔ فرشتوں نے "لا تخف" مت ڈریئے فرما کر تسلی دی۔

۹۔ بیٹے کی بشارت دی۔

۱۰۔ قوم لوط کے پاس جانے اور ان کو عذاب دینے کے بارے میں بتایا۔

استدلال:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حاضر و ناظر نہ تھے۔ کیونکہ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو انسان نہ سمجھتے بلکہ ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں میرے سامنے میرے روبرو میری موجودگی میں آسمان

سے نیچے اتر آئے ہیں۔فلاں راستے سے ہوتے ہوئے آئے ہیں۔اگر حاضر و ناظر تھے تو ان کیلئے کھانے کا انتظام کیوں کیا؟ان کو کھانے پر اصرار کیوں کیا؟ حاضر و ناظر تھے تو فرشتوں کو دشمن کیوں خیال فرمایا؟ حاضر و ناظر تھے تو فرشتوں سے خوف زدہ کیوں ہوئے؟اگر آپؑ حاضر و ناظر تھے اور معلوم تھا کہ یہ فرشتے ہیں کھاتے نہیں ہیں پھر عملاً یہ مذاق کیوں کیا؟اگر ابراہیمؑ حاضر و ناظر تھے اور فرشتے بھی حاضر و ناظر سمجھتے تھے تو انہوں نے لا تخف کیوں کہا؟انا ارسلنا الیٰ قوم لوط کی وضاحت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مولوی چمن صاحب! کیا حاضر و ناظر کو بھی بتانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کا فرشتوں کو انسان سمجھنا،ان کے لئے کھانے کا انتظام کرنا ،کھانے پر اصرار کرنا،دشمن گمان کرنا،فرشتوں سے خوفزدہ ہونا،پریشانی کے اثرات کا ظاہر ہونا،پھر فرشتوں کا ''لا تخف'' مت ڈرئیے فرمانا،اور پھر بتانا کہ ہم انسان نہیں فرشتے ہیں آپؑ کو بیٹے کی بشارت دینے آئے ہیں،وغیــــرہ ذالک،یہ بہت سے امور اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ بھی حاضر و ناظر نہ تھے۔

قرآنی واقعہ نمبر ۲

واقعہ حضرت لوط علیہ السلام کا

آیئے قرآن سے حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں: قارئین ذی وقار قرآن اللہ کے اس عظیم المرتبت پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ ان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔

ولما جآءت رسلنا لوطا سیٓء بهم وضاق بهم ذرعاً و قال هذا یوم عصیب٥ وجاءہ قومه یهرعون الیه ط ومن قبل کانوا یعملون السیاٰت ط قال یاقوم هٰؤلاء بنٰتی هن اطهر لکم فاتقوا الله ولا تخزون فی ضیفی ط الیس منکم رجل رشید ٥ قالوا لقد علمت مالنا فی بنٰتک من حق ج و انک لتعلم ما نرید ٥ قال لو ان لی بکم قوة او اٰوی الیٰ رکن شدید ٥ قالوا یلوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک.......(پ۱۲س ھود آیت ۷۶ تا ۸۰)

ترجمہ:

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ مغموم ہوئے اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے، اور کہنے لگے یہ دن بڑا ہی سخت ہے اور انکی قوم کے لوگ دوڑتے دوڑتے انکے پاس آئے اور اس سے پہلے بھی وہ برے کام کرنے کے عادی تھے۔ لوطؑ نے کہا اے لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں (ان سے نکاح کرلو) خدا سے ڈرو اور مجھے مہمانوں کے معاملہ میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی آدمی بھی نیک بخت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں، لوطؑ نے کہا اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا۔ فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

قارئین کرام! حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں متعدد مقامات میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے، مذکورہ بالا آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک

دن چند فرشتے خوش شکل لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے قوم کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ بھاگے بھاگے آئے ،حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو آتے دیکھا تو انتہائی مغموم ہوئے کیونکہ قوم کے لوگ بدکاری کے عادی تھے۔اور حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی ذہنیت کا علم تھا اس لئے بہت پریشان ہوئے ان لوگوں کو سمجھایا کہ دیکھو یہ میرے مہمان ہیں تم اپنے برے ارادے سے باز آجاؤ خدا سے ڈرو مجھے مہمانوں کے معاملے میں تنگ نہ کرو،مگر وہ لوگ نہ مانے تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیاں یا قوم کی لڑکیوں کو شفقت سے بیٹیاں کہا کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے،کے بارے میں فرمایا: کہ ان سے نکاح کرلو یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔مگر قوم والے ماننے پر تیار نہ ہوئے بلکہ ان لوگوں نے کہا:ہمیں لڑکیوں سے کیا کام جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کاش! آج میرے پاس طاقت قوت ہوتی تو میں تمہیں بتادیتا،فرشتے انسانی شکل میں سامنے موجود یہ سب عمل دیکھ رہے تھے۔حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت اور ان لوگوں کی باتوں کو سن رہے تھے۔جب حضرت لوط علیہ السلام کی بے بسی کی انتہا ہوچکی تو فرشتے کہتے ہیں:اے اللہ کے نبی آپ ہماری وجہ سے پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم انسان نہیں بلکہ اللہ کے فرستادہ فرشتے ہیں بشکل انسانی آئے ہیں ،یہ لوگ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

وضاحت:

اس واقعہ سے درجہ ذیل امور سامنے آئے۔

(ا)۔فرشتے بشکل انسانی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے،حضرت لوط علیہ السلام نے

ان فرشتوں کوانسان سمجھا۔

(۲)۔حضرت لوط علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا کہ یہ فرشتے ہیں جو بشکل انسانی آئے ہیں۔

(۳)۔یہ وہی فرشتے تھے جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے کے بعد کہا تھا کہ ہم فرشتے ہیں اور قوم لوط کی گت بنانے بھیجے گئے ہیں۔

(۴)۔قوم کے لوگ جب برے ارادے سے آئے تو آپ علیہ السلام پریشان ہوئے کہ کہیں مہمانوں کو تکلیف نہ دیں۔

(۵)۔قوم کے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں تم اپنے برے ارادے سے باز آجاؤ۔

(۶)۔آخر کار بے بسی کے عالم میں قوت وطاقت کے فقدان پر افسوس فرمایا۔

(۷)۔فرشتوں نے جب دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ابھی تک ہمیں نہیں پہچانا اس لئے پریشان ہیں تو فرشتوں نے بتایا کہ ہم انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں۔

(۸)۔فرشتوں نے بتایا کہ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے ہم تو ان کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

(۹)۔حضرت لوط علیہ السلام کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ یہ قوم کو اللہ کے حکم سے تباہ کرنے آئے ہیں۔

استدلال:

مذکورہ بالا امور پر غور کیجئے ،اگر حضرت لوط علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے ما کان و ما یکون کا علم آپ علیہ السلام کو ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں جو بشکل انسانی آئے ہیں۔اگر آپؑ حاضر و ناظر ہوتے تو آپؑ کو علم ہوتا کہ یہ آسمان سے

فلاں مقام پر اترے، علم ہوتا آسمان سے اتر کر ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے، آپ علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو علم ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی انہوں نے بشارت دی۔ معلوم ہوتا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ ہم قوم لوط کو عذاب دینے جارہے ہیں آپ علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو علم ہوتا کہ خلیل اللہ علیہ السلام کے گھر سے فلاں وقت روانہ ہوئے، فلاں راستے سے آئے ہیں۔ حاضر و ناظر ہوتے تو قوم والوں کے برے ارادے سے پریشان نہ ہوتے، حاضر و ناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہوتے تو قوت و طاقت کے فقدان پر افسوس نہ کرتے۔ حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو بتانے کی ضرورت نہ ہوتی آپؑ کا فرشتوں کو انسان سمجھنا، قوم کے برے ارادے پر پریشان ہونا، طاقت وقوت کے فقدان پر افسوس کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کی گفتگو کا علم نہ ہونا، پھر فرشتوں کا تسلی دینا اور بتانا کہ ہم فرشتے ہیں انسان نہیں، یہ سب امور اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ اللہ کے عظیم المرتبت پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام بھی حاضر و ناظر نہ تھے۔

قرآنی واقعہ نمبر ۳

پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ سورہ یوسف میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ کا خلاصہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں ایک خواب دیکھا، کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج ان کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خواب نبی کا تھا اپنے اندر حقیقت رکھتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے

خواب بیان فرمایا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب کی تعبیر سے خواب کا پس منظر سمجھ لیا اور بیٹے کو منع کیا کہ اپنے دوسرے بھائیوں سے خواب بیان نہ کرنا، کہیں وہ حسد میں تجھے نقصان نہ پہنچائیں اور کسی طرح اس خواب کا بھائیوں کو علم ہوگیا، وہ بھی عام افراد نہ تھے ،خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے تھے، سمجھ گئے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔آپس میں خفیہ مشورہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو راستہ سے ہٹا دیتے ہیں تاکہ ہمارے اوپر فوقیت کا امکان ہی باقی نہ رہے خفیہ مشورے میں یہ معاملہ طے پایا کہ یوسف کو کسی گمنام کنویں میں ڈال دیں گے۔آپس میں مشاورت کے بعد اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہم کل سیر و سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں آپ ہمارے بھائی یوسف علیہ السلام کو بھی ہمارے ہمراہ بھیج دیجئے۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو ہمارے علاقے میں بکثرت بھیڑیے ہیں، اس لئے کہیں یوسف علیہ السلام کو تمہاری غفلت میں بھیڑیا نہ کھا جائے۔بیٹوں نے عرض کیا! ہم جوان اور طاقت والے ہیں ایک نہیں جماعت ہیں، ہماری موجودگی میں یہ امکان کیسے؟ ہم غافل نہیں ہونگے ، یوسف علیہ السلام کی حفاظت دل و جان سے کرینگے ،باپ نے انکی بات پر یقین کر لیا اور یوسف علیہ السلام کو انکے ساتھ جانے کی اجازت دیدی۔وہ یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے اور طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک گمنام کنویں میں ڈال آئے۔اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس رات کو آئے اور روتے ہوئے کہنے لگے ابا جان! ہم یوسف علیہ السلام کو سامان کے پاس بٹھا کر آپس میں مسابقت کر رہے تھے، ہم دور نکل گئے واپس آئے دیکھا تو یوسف

علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا تھا، یہ دیکھیں یہ یوسف علیہ السلام کی قمیص ہے۔ اللہ نے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی تھی۔ پھر اس راستہ سے ایک قافلہ کا گزر ہوا، انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر مصر کے بازار میں فروخت کیا، عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا، یوسف علیہ السلام اس گھر میں رہنے لگے، جوان ہوئے ادھر یعقوب علیہ السلام ان تمام حالات سے بے خبر حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر انتہائی مغموم اور روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی بینائی بھی چلی گئی۔

وضاحت:

اس واقعہ سے درجہ ذیل امور حاصل ہوئے۔

(۱)۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے خفیہ مشورہ کیا۔

(۲)۔ ان کی مشاورت کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہ ہوا۔

(۳)۔ مشاورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ ہوا آپ علیہ السلام اس سے بے خبر رہے۔

(۴) بیٹوں نے سیر وسیاحت کا بہانہ بنا کر یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی اجازت لی اور آپ علیہ السلام نے انکی باتوں پر یقین کرتے ہوئے اجازت دیدی۔

(۵)۔ پھر بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہیں ہوا۔

(۶)۔ پھر قافلہ والوں نے وہاں سے نکال کر مصر میں لے گئے۔

(۷)۔ بازار میں فروخت کیا۔

(۸)۔حضرت یعقوب علیہ السلام جدائی یوسف علیہ السلام پر روتے ہوئے چالیس سال گزار دیے۔

(۹)۔اور رونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی بینائی چلی گئی۔

استدلال:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی اپنی تمام عظمتوں کے باوجود ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے، اگر آپ علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو بیٹوں کے خفیہ مشاورت کا علم ہوتا، حاضر و ناظر ہوتے تو بیٹوں کے خفیہ فیصلہ کا علم ہوتا، آپ علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو سیر و سیاحت کے بہانہ کا علم ہوتا، یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ جانے نہ دیتے، اگر حاضر و ناظر ہوتے جس وقت بیٹے یوسف علیہ السلام کو تاریک کنوئیں میں ڈال رہے تھے تو یعقوب علیہ السلام انکو منع کر لیتے، کیا باپ سامنے موجود ہو کر پھر بھی منع نہیں فرمایا؟ اگر آپ علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال لیتے، حاضر و ناظر ہوتے تو جب قافلہ والے لے جا رہے تھے تو بیٹا چھین لیتا، جب مصر کے بازار میں فروخت کیا جا رہا تھا تو اس وقت آپ علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو نہ لے آتے، اگر یعقوب علیہ السلام ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) و ناظر (دیکھنے والا) ہوتے تو جدائی یوسف علیہ السلام میں چالیس سال آنسو کیوں بہاتے؟ جب یعقوب علیہ السلام گھر میں بھی اور مصر میں بھی حاضر موجود تھے تو پھر جدا کیسے؟ جدائی کیسی؟ حاضر و ناظر سے جدائی کا کیا معنی؟ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کے مؤمن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے والد بزرگوار حاضر و ناظر نہیں، اگر ان

کا عقیدہ حاضر و ناظر کا ہوتا تو وہ خفیہ مشاورت کیوں کرتے ؟ کیا حاضر و ناظر سے بھی کوئی مجلس خفیہ ہوتی ہے، اب مولوی چمن صاحب سے سوال ہے کہ! اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر تھے تو بیٹوں کے مشورے کا علم کیوں نہیں ہوا ؟ ہر جگہ موجود تھے تو یقیناً کنویں کے پاس بھی حاضر و ناظر تھے پھر یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کیوں دیا ؟ کیا بیٹے کو اس تاریک کنویں میں باپ کے سامنے ڈالا گیا تھا ؟ اگر تیرا جواب ہاں میں ہے پھر روکا کیوں نہیں ؟ پھر بیٹوں کے جھوٹ بولنے پر بتایا کیوں نہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو میں وہاں حاضر و ناظر تھا بھیڑیا نے نہیں کھایا تم نے میرے سامنے کنویں میں ڈالا ہے۔ آپ علیہ السلام حاضر و ناظر تھے تو قافلہ والوں سے واپس کیوں نہیں لایا ؟ کیا آپ علیہ السلام دیکھتے رہے اور کچھ بولے نہیں ؟ جب بازار مصر میں فروخت کیا جا رہا تھا تو یوسف علیہ السلام کو واپس کیوں نہیں لائے ؟ حاضر و ناظر تھے تو چالیس سال جدائی کا کیا معنی ؟ جب ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر تھے تو جدائی یوسف علیہ السلام پر رونا کیا معنی رکھتا ہے ؟ لہٰذا اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی حاضر و ناظر نہ تھے۔

واقعہ قرآنی نمبر ۴

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا واقعہ

قارئین ذی وقار! اب آیئے: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ **و اذ قال موسیٰ لفتٰه لاابرح حتیٰ ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا ○فلما بلغامجمع بینهما**

نسیا حوتھما فاتخذ سبیله فی البحر سربا. فلما جاوزاقال لفتٰه اٰتنا غدآءنا لقد لقینامن سفرنا هذا نصبا. قال اریت اذ اوینآ الی الصخرة فانی نسیت الحوت وما انسٰنیه الا الشیطان ان اذکره و اتخذ سبیله فی البحر عجبا. قال ذالک ماکنا نبغ فارتدا علیٰ اٰثارهماقصصا. فوجدا عبداً من عبادنا اٰتینه رحمة من عندنا و علمنه من لدنا علما (آیت نمبر۶۰ تا۶۵ س الکھف)

ترجمہ:

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ میں نہ ہٹوں گا جب تک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔ سو جب وہ دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی، پھر جب وہ آگے چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم اس سفر میں بہت تھک گئے ہیں اس نے کہا دیکھئے جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی بھول گیا اور مجھے سوائے شیطان کے کسی نے اس بات سے نہیں بھلایا کہ (آپ سے) اس کا تذکرہ کروں۔ اور مچھلی نے عجیب طریقے سے دریا کی راہ لی موسیٰ علیہ السلام نے کہا، یہی تو وہ جگہ ہے جس کی ہم تلاش میں تھے۔ سو دونوں اپنے نقش قدم کا کھوج لگاتے ہوئے واپس لوٹے تو (وہاں) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جس کو ہم نے اپنے ہاں کی رحمت سے نوازا تھا اور اپنے پاس سے علم عطا کیا تھا۔

قارئین گرامی! ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کی وضاحت اور تفسیر آپ کے سامنے بیان کرنا مقصود ہے۔ پورا واقعہ تفصیل کا متقاضی

ہے۔اور بخاری شریف میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک بڑے اجتماع میں تقریر فرمارہے تھے،تقریر کیا تھی علم کا دریا تھا جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔اللہ کے جلیل الرتبت پیغمبر علیہ السلام کی تقریر تھی اسکی تاثیر کی کیا بات ہوگی کسی نے سوال کیا، کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم موجود ہے؟حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا !نہیں ، جواب اگرچہ اپنے موقع پر صحیح تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے ان سے بڑا عالم اس وقت کون ہوسکتا تھا لیکن بارگاہ خداوندی میں مقربین کے لئے قواعد عام لوگوں سے الگ مقرر ہیں،قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ارشاد ہوا کہ ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام نامی مجمع البحرین میں تجھے ملے گا اس سے کچھ دن جا کر تکوینی امور سیکھ آؤ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا،اے پروردگار مجھے کس طرح اس کی ملاقات نصیب ہوگی؟ جواب ملا اپنے ساتھ ایک بے جان مچھلی لیجاؤ جہاں اس میں جان پڑجائیگی اور وہ تم سے الگ ہوجائیگی اسی مقام پر وہ بندہ تمہیں ملے گا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک رفیق خاص حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لیا۔کچھ زادراہ بھی تھیلے میں ڈال لیا، مچھلی لی اور روانہ ہوئے۔خلاصہ یہ ہے کہ چلتے چلتے منزل مقصود تک پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک پتھر کے سایہ میں آرام کرنے لگے۔خادم نے دیکھا کہ مچھلی زندہ ہوچکی ہے،اچھل کر پانی میں جاپڑی اور عجیب وغریب طریقہ سے پانی میں سرنگ نکالتی ہوئی پانی میں غائب ہوگئی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اُٹھے خادم کو ساتھ لے کر حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں آگے روانہ ہوئے،خادم اور رفیق کو مچھلی والا واقعہ ہی یاد نہ رہا جب کچھ مسافت طے کی اور منزل مقصود سے آگے نکل گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

تھکان اور بھوک نے ستایا تو رفیق سے کہا ناشتہ لاؤ، ناشتہ کریں۔ جب کلیم اللہ نے ناشتہ طلب فرمایا تو رفیق خاص یوشع بن نون کو مچھلی والا قصہ یاد آ گیا اور اس نے وہ قصہ سنایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جہاں مچھلی غائب ہو گئی ہے وہی جگہ تو ہماری منزل تھی، پھر یہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے اس مقام پر واپس آ گئے، دیکھا کہ ایک بندہ خدا چادر اوڑھ کر آرام کر رہا ہے اس کے پاس گئے سلام کیا، وہ بندہ خدا بولا! اس زمین پر سلام کہنے والا کون ہے؟ جواب ملا کہ میں موسیٰ ہوں، اس بندہ خدا نے پھر پوچھا، کیا وہ موسیٰ ہے جو بنی اسرائیل کا نبی ہے؟ فرمایا وہی موسیٰ ہوں۔ پھر سوال فرمایا، آپ یہاں کیوں آئے؟ کلیم اللہ نے جواب دیا کہ جناب سے کچھ علمی باتیں حاصل کرنے آیا ہوں۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے بڑی کڑی شرطیں لگائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلیم کیا اور دونوں ساتھ رہے، کشتی پر دونوں کو سفر کرنا پڑا۔ ایک چڑیا آئی اور دریا سے پانی کا قطرہ اٹھایا، تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ کلیم اللہ سے فرمایا کہ اے موسیٰ مخلوق کے علم کی نسبت خالق کے علم کی طرف ایسی ہی سمجھ لو جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور سمندر کا پانی، ایک قطرہ اور سمندر چہ نسبت دارد، اور یہ بھی محض سمجھانے کے لئے فرمایا ورنہ متناہی اور غیر متناہی محدود اور غیر محدود میں کیا تقابل؟ پھر فرمایا، اے موسیٰ! مجھے اللہ نے وہ علم دیا ہے جس کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ نے وہ علم عطا فرمایا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

وضاحت:

اس واقعہ سے یہ امور واضح ہوئے۔

(۱)۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کو جانتے نہیں تھے۔

(۲)۔ پہلے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

(۳)۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے جائے قیام سے آگاہ نہ تھے۔

(۴)۔ اس کے جائے قیام میں حاضر موجود ناظر نہ تھے۔

(۵)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علامت طلب کی۔

(۶)۔ مچھلی کی علامت ونشانی مقرر کی گئی۔

(۷)۔ پھر آپ علیہ السلام ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔

(۸)۔ منزل مقصود سے (جہاں حضرت خضر علیہ السلام کا جائے قیام تھا) آگے نکل گئے۔

(۹)۔ پھر قدموں کے نشانات دیکھ کران پر چل کر واپس آئے۔

(۱۰)۔ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا خضر علیہ السلام نے نہیں پہچانا۔

(۱۱) نام بتانے پر پھر سوال کیا، آیا بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں یا کوئی اور۔

استدلال:

اس واقعہ کے ان گیارہ نکات پر غور کیجئے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں کو نہ ما کان و ما یکون کا علم حاصل تھا اور نہ ہی حاضر و ناظر تھے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کو جانتے نہ تھے، حضرت خضر علیہ السلام نے نام سنا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا نہ تھا اس لئے پہچانا نہیں، موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے جائے قیام سے واقف نہ تھے، اس سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے، علامت طلب کی، مچھلی کی علامت اور نشانی مقرر کی گئی، موسیٰ علیہ السلام منزل مقصود سے آگے نکل گئے، وغیر ذالک۔ پھر نشانات قدم دیکھ کر واپس آئے، اگر آپؑ حاضر و ناظر

ہوتے تو یہ سب امور پیش نہ آتے۔ جو ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) وناظر (دیکھنے والا) ہوتا ہے اس کو سفر کی ضرورت نہیں ہوتی وہ پہلے سے موجود پھر جانے کا کیا مطلب؟ خضر علیہ السلام کے پاس موجود تھے تو بھول کر آگے نکلنے کا کیا مطلب؟ تو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حاضر و ناظر نہ تھے۔

ایک ضروری وضاحت:

ہوسکتا ہے کہ کوئی حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی کی تختی اکھاڑنے، لڑکے کو قتل کرنے اور دیوار کو سیدھی کرنے وغیرہ سے ان کے علم غیب پر استدلال کرے، تو اس سے استدلال کرنا مطلقاً باطل ہوگا کیونکہ قرآن میں اسکی صراحت موجود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام یہ سب کچھ کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں "و ما فعلته عن امری"
(پارہ ۱۶ سورہ کہف) کہ میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ وحی یا الہام سے مجھے بتایا گیا تو ایسا ہوا، اطلاع غیب انباء غیب، اخبار غیب الگ چیز ہے عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہونا بالکل الگ بحث ہے، وحی یا الہام یا کتب کے ذریعے اطلاع اور خبر اسی کو دی جاتی ہے جو عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں ہوتا، جس کو علم غیب ہو جو حاضر و ناظر ہو اس کو اطلاع دینے کا کیا مطلب؟ فافہم۔ فاحفظ خذ ھذا

قرآنی واقعہ نمبر ۵

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

قارئین گرامی! قرآن کریم حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ ان لفظوں

میں بیان کرتا ہے۔

و تفقد الطیر فقال مالی لآ اری الهد هد ام کان من الغائبین لاُعذبنه عذاباً شدیداً اَو لاَ ذبحنه او لیاتینی بسلطٰن مبین . فمکث غیر بعیدٍ فقال احطتُ بما لم تحط به و جئتک من سبإ بنبإیقین . انی وجدت امرأة تملکهم و اُوتیت من کل شیءٍ و لها عرش عظیم (پ۱۹، س النمل رکوع ۲)

ترجمہ:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کہ کیا بات ہے جو میں ہدہد کو (یہاں) نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہوگیا ہے (اگر ایسا ہے) تو میں اسے سخت سزا دونگا یا اسے ذبح کر ڈالونگا یا وہ میرے سامنے معقول دلیل پیش کرے، وہ تھوڑی دیر باہر رہا پھر آکر کہا کہ میں وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور (شہر) سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو انکی ملکہ ہے اور اسے ہر چیز میسر ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت حکومت ہے۔

قارئین محترم: ان آیات کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھا، ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں، حیوانوں اور پرندوں وغیرہ مخلوقات پر حکومت عطاء کی تھی وہ ان کی باقاعدہ حاضری لیتے ان سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد نظر نہ آیا حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے کیا وجہ ہے کہ ہدہد مجھے نظر نہیں آرہا ہے کیا وہ غائب ہے یا بھیڑ کی وجہ سے مجھے نظر نہیں آرہا ہے اگر وہ واقعی غائب ہے اور واپسی پر اپنی غیر حاضری

کی کوئی معقول وجہ عذر نہ بتا سکا تو میں اسکو سخت سزا دوں گا یا ہوسکتا ہے کہ اسکی حکم عدولی پر میں اسے ذبح ہی کر دوں، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہدہد اڑتا ہوا حاضر ہوا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سبا کو چلا گیا تھا وہاں کے کچھ ایسے حالات اور معلومات فراہم کر کے لایا ہوں کہ آپ کو انکی خبر تک نہیں۔اب ہدہد کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ قرآن اس ارشاد کو نقل کرتا ہے:قال سننظر اصدقت ام کنت من الکذبین۔(پ ۱۹،س النمل آیت ۲۷) اے ہدہد میں ابھی تیرا امتحان لیتا ہوں تو سچا ہے یا جھوٹا ابھی معلوم کر لیتا ہوں میرا یہ خط لے جا اور سبا والوں سے اس کا جواب لے آ۔ہدہد خط لے گیا بلآخر ملک سبا والوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے سامنے جھکنا ہی پڑا۔

قارئین: جب ہدہد نے اللہ کے جلیل القدر نبی کو بھری مجلس میں انسانوں، جنوں اور پرندوں کی موجودگی میں کہا کہ میں ملک سبا کے کچھ ایسے حالات دیکھ کر اور معلومات لے کر آیا ہوں آپکو جن کا خبر تک نہیں، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی بات سن کر یہ نہیں فرمایا کہ! اے گستاخ تو نے یہ کیا کہہ دیا کہ مجھے ملک سبا کا حال معلوم نہیں میں اللہ کا نبی ہوں میں عالم الغیب ہوں، ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتا ہوں تو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے تجھے معلوم ہے؟ اے ہدہد! تو نے ظلم کیا، تو نے وقت کے نبی کا علم گھٹایا کم کیا، تو گستاخ رسول، بے ادب ہے جا تیرا نام عاشقوں کے رجسٹر سے خارج ہوگیا، تو نبی کی شان کا منکر ہے، بلکہ فرمایا! میں ابھی تیرا امتحان لیتا ہوں دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا، اس کی جگہ مولوی چمن صاحب یا اعلیٰ حضرت کا کوئی اور مرید ہوتا تو ہدہد پر بے ادب گستاخ، وہابی یا اس سے بھی آگے بڑھ کر کفر کا فتوی لگا لیا ہوتا، ہوسکتا ہے کہ ہدہد پر بھی کفر کا فتوی لگا لیا

ہوتا ہم اس کے لئے تجانب اہل سنت ملفوظات کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

وضاحت:

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

(۱) سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کے بارے میں علم (خبر) نہ تھا کہ وہ ملک سبا گیا ہوا ہے۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک سبا اور ملکہ سبا کے بارے میں بھی علم نہ تھا۔

(۳) پھر ہدہد نے آ کر بتایا تب بھی یقین نہیں آیا امتحان لیا۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط لکھ کر ہدہد کے ذریعے روانہ کیا۔

استدلال:

(۱)۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام حاضر و ناظر تھے تو ہدہد کے ملک سبا جانے کے بارے میں علم کیوں نہیں ہوا؟

(۲) ملک سبا اور ملکہ سبا کے بارے میں جانتے کیوں نہ تھے؟

(۳) حاضر و ناظر تھے تو حاضری کیوں لیتے تھے؟

(۴) حاضر و ناظر تھے تو ہدہد کے بتانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

(۵) حاضر و ناظر تھے تو اَصدقت ام کنت من الکذبین کیوں فرمایا؟

(٦) خط لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

(۷) مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین کیوں فرمایا؟ کیا ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) و ناظر (دیکھنے والا) سے بھی کوئی چیز غائب ہوتی ہے؟

(۸) کیا حاضر و ناظر کو بھی حاضری کی ضرورت ہوتی ہے؟

(۹) کیا حاضر و ناظر سے بھی کوئی پورا ملک یا بادشاہ غائب ہوتا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حاضر و ناظر نہ تھے۔

باب سوم

امام الانبیاء، رحمت کائنات جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہونے پر قرآنی دلائل

باب اول میں قرآن لاریب کلام کی ۲۳ آیات اور ۱۵ احادیث فرمان خیر الانام سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حاضر و ناظر اللہ کی صفت خاصہ ہے۔ دوسرے باب میں قرآن کریم سے ثابت ہو چکا کہ انبیاء عظام علیہم السلام بھی نہ تو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے ہیں۔ اب اس باب میں ہم وہ آیات پیش کریں گے کہ امام الانبیاء، رحمت عالم حضرت محمد ﷺ باوجود اس کے کہ تمام مخلوقات سے آپ کا مقام ورتبہ بلند ہے، اللہ نے بے شمار معجزات آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرمائے بے شمار علوم و معارف، اسرار و رموز اللہ نے آپ کو دیئے ہیں، تمام تر عظمتوں، رفعتوں کے باوجود آپ ﷺ بھی ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اسی طرح تمام علوم و معارف کے باوجود آپ ﷺ بھی جمیع ما کان و ما یکون کے عالم نہ تھے۔

اب آیئے! قرآن مجید کی وہ آیات ملاحظہ فرمائیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

دلیل نمبر (۱) آیت نمبر (۱):

ذالک من انبآء الغیب نوحیه الیک و ما کنت لدیهم اذ یلقون اقلامهم ایهم یکفل مریم (پ۳س ال عمران آیت۴۴)

ترجمہ:

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ اس وقت نہ تھے جبکہ وہ اپنے قلم (بطور قرعہ) پھینک رہے تھے کہ (دیکھیں) کون مریم کا کفیل ہوتا ہے۔

وضاحت:

مفسرین قرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مریم کی پرورش اور کفالت میں مجاورین بیت المقدس کا آپس میں اختلاف ہوا کہ حضرت مریم کو کس کی پرورش اور کفالت میں رکھا جائے۔ چونکہ جناب عمران یہاں کے امام تھے اور قربانیوں کے مہتمم تھے اور یہ ان کی صاحبزادی تھیں، تو ہر ایک نے بڑے چاؤ سے ان کے لئے ہاتھ پھیلا دئے۔ ادھر سے حضرت زکریاؑ نے اپنا ایک حق جتایا کہ میں رشتہ میں ان کا خالو ہوتا ہوں اس لئے اس کی کفالت میں کرونگا، لیکن دوسرے لوگ راضی نہ ہوئے۔ آخر کار قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ میں ان سب نے اپنی وہ قلمیں ڈالیں جن سے تورات لکھتے تھے۔ تو قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا اور یہی اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس وقت وہاں موجود حاضر و ناظر نہ تھے جب حضرت مریم کی کفالت کے سلسلہ میں قلموں کے ذریعے قرعہ اندازی ہو رہی تھی۔ یہ تو ہم نے وحی کے ذریعے تجھے خبر دی۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہ تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں روحانی طور پر

موجود حاضر وناظر ہوتے تو اللہ اسکی نفی نہ فرماتے۔ اللہ کا نفی فرمانا (کہ آپ وہاں حاضر نہ تھے) اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اس کا انکار یا تو اعلیٰ درجے کا ضدی کرسکتا ہے یا پرلے درجے کا جاہل بلکہ اجہل۔

مولوی چمن صاحب کی جاهلانه تأویل

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں اس آیت میں جسم بشری کے ساتھ حاضر موجود ہونے کی نفی ہے روح اور دیکھنے کی نفی نہیں ہے، ورنہ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل، اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا، تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا اور و اذقال ربک للملئکة الخ۔ ترجمہ: اور یاد کر جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے، یہ بھی قرآن کی آیات ہیں ان میں آپ ﷺ کا پہلی امتوں میں حاضر و ناظر ہونا روح کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔ (مدنی موتی ۹۴)

جواب نمبر (۱)

مولوی چمن صاحب کیا اس آیت کی تفسیر رحمت عالم ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور مفسرین امت میں سے کسی نے یہ بیان کی ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ کے جسم بشری کے ساتھ حاضر ہونے کی نفی ہے۔ روح کے حاضر ہونے کی نفی نہیں، یا حاضر ہونے کی نفی ہے ناظر کی نہیں۔ اگر کسی معتبر مفسر نے یہ تاویل نہیں کی پھر تیرے اس مردود تاویل کی کیا حیثیت رہتی ہے؟ یہ تو تاویل باطل تفسیر بالرائے اور صریح تحریف ہے۔

جواب نمبر (۲):

آپ نے ابتداء میں خود تسلیم کیا حاضر (موجود) کی نفی ہے مگر مشاہدے کی (یعنی نا ظر دیکھنے کی) نفی نہیں۔ پھر لکھتے ہیں آپ کی روح حاضر و ناظر ہے، اس تضاد بیانی کو ہم کیا نام دیں، کبھی کہتے ہیں حاضر ہونے کی نفی ہے مگر آپ ناظر ہیں، کبھی کہتے ہیں روحانی طور پر حاضر و ناظر بھی ہیں۔ بہر کیف ہم آپ سے کیا گلہ کریں عقیدہ بنانے اور عقیدہ بتانے میں یہی فرق ہوتا ہے۔ مولوی صاحب! جب قرآن میں اللہ نے حضرت مریم اور ان کی کفالت اور ان کے کفیل حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعات تفصیل سے بیان فرمائے اور وہی آیات آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی، تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا آپ ﷺ ان واقعات کے ظہور کے وقت وہاں روحانی طور پر حاضر (موجود) تھے۔ یا روحانی طور پر ناظر تھے (جسمانی طور پر حاضر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تو اللہ تعالیٰ نے ان شبہات کو ان الفاظ میں رد فرمایا! ذالک من انباء الغیب نوحیه الیک: الخ: ان واقعات کو نہ آپ ﷺ نے دیکھا اور نہ ہی روحانی طور پر وہاں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کو ان واقعات کی خبر ہی نہ تھی ہم نے وحی کے ذریعے آپ کو بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذالک من انباء الغیب نوحیه الیک کی تصریح فرما کر آپ کے حاضر ہونے اور ناظر ہونے کی تردید فرمائی اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو وحی کے ذریعے بتانے کا کیا مقصد؟

جواب نمبر (۳):

مولوی صاحب! آپ نے یہ کیا لکھا، کہیں عالم مدہوشی میں تو نہ لکھ مارا کہ اس آیت: و ما کنت لدیھم: الخ: میں جسم بشری کی نفی ہے (یعنی آپ ﷺ روح مع الجسد وہاں موجود نہیں تھے) مگر آپ ﷺ کی روح پرفتوح وہاں موجود تھی۔

مولوی چمن صاحب حضرت مریم کا واقعہ جس زمانے میں پیش آیا اس زمانے میں آپ ﷺ کے وجود کے موجود ہونے کا وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو اسکی نفی کرنے کا کیا مطلب؟ اس لئے کہ آپ ﷺ کا وجود مسعود ابھی تک معرض وجود میں آیا ہی نہیں تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کے والدین کا وجود بھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب، پردادا ہاشم جناب عبد مناف کا وجود بھی ابھی تک معرض وجود میں نہیں آیا تھا مولوی چمن صاحب! سوچو، غور کرو: آپ نے کیا لکھا؟ ویسے ہی کہیں سے نقل کر کے لکھ دیا یا کچھ سمجھا بھی؟ کیا حضرت مریم کے دور میں جناب ہاشم پیدا ہوئے تھے؟ کیا اس دور میں آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب دنیا میں آئے تھے؟ کیا حضرت مریم کے زمانے میں آپ ﷺ کے والد جناب عبداللہ کی شادی ہوئی تھی؟ اگر نہیں اور بالکل نہیں، تو باپ دادا، پردادا دنیا میں آئے نہیں، پیدا نہیں ہوئے، ان کا وجود معرض وجود میں نہیں آیا، ان کی ولادت ہوئی نہیں اور بیٹے پوتے کا وجود معرض وجود میں آ گیا؟ سبحان اللہ! چمن صاحب! سبحان اللہ! کیا شان تحقیق ہے، میرے محترم اس وقت آپ ﷺ کی ذات صرف روح بلا جسم تھی اس لئے آیت کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ آپ ﷺ کی روح وہاں حاضر و ناظر نہیں تھی۔

آپ ﷺ کو عطائی اور روحانی طور پر حاضر و ناظر ماننے سے وحی کا انکار لازم آتا ہے۔

جواب نمبر (۴):

ذالک من انباء الغیب :الخ: اس آیت میں آپ ﷺ کے وہاں موجود (

حاضر) ہونے کی نفی ہے۔عدم وجود نفی ہے وجود کی اس لئے عطائی اور روحانی طور پر موجود (حاضر) مراد لینا بھی باطل ہے۔ جب آپ ﷺ وہاں موجود ہی نہیں تھے تو پھر عطائی ذاتی یا روحانی ہونے کا کیا مطلب؟ اگر بالفرض والمحال اس دعویٰ کو (کہ عطائی یا روحانی طور پر حاضر تھے) تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ ﷺ نے بچشم خود ان واقعات کا مشاہدہ فرمایا۔ ہے کیونکہ آپ ﷺ وہاں ذاتی طور پر نہ سہی عطائی طور پر تو موجود تھے، جسمانی طور پر نہ سہی روحانی طور پر تو وہاں موجود (حاضر) تھے اس سے لازم آیا کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس واقعہ کا علم نہیں ہوا بلکہ خود ان واقعات کا مشاہدہ فرمایا اس طرح اللہ کا یہ فرمانا کہ ہم نے وحی کی ہے آپ ﷺ کی طرف درست نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب آپ ﷺ کو وہاں عطائی یا روحانی طور پر موجود ہونے کی وجہ سے سب کچھ معلوم ہے تو پھر وحی الٰہی کی کیا ضرورت؟ یوں وحی کا انکار لازم آتا ہے، جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا انکار لازم آتا ہے تو کیا جو وحی الٰہی کا انکار کرے وہ عاشق رسول ﷺ تو دور کی بات مسلمان بھی ہوسکتا ہے، تو مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بھی حاضر وناظر نہیں۔

مولوی چمن کا الم تر:الخ: سے استدلال اور اس کے مسکت جوابات

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں: الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل (الآیہ) اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ ان آیتوں میں الم تر سے خطاب ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ روحانی طور پر

حاضر وناظر (موجوداور دیکھنے والے) ہیں۔

جواب نمبر (۱):

مولوی چمن صاحب! آیئے پہلے اہل لغت اور ائمہ لغت سے الم تر کا معنی پوچھتے ہیں۔لغت کی کتابوں میں اس کا معنی دیکھتے ہیں وہ اس کا کیا معنی بتاتے ہیں۔"الـم تـر" رؤیت سے ماخوذ ہے صراح میں لکھا ہے "رؤیت" دیدن بچشم ودانستن ،روئت کا معنی دیکھنا اور جاننا ہے یعنی جس طرح رؤیت کا معنی آنکھوں سے دیکھنا آتا ہے اسی طرح کسی چیز کے جاننے اور معلوم ہوجانے پر بھی رؤیت کا اطلاق ہوتا ہے۔اسی طرح لغت کے امام ابو عبداللہ الحسین بن احمد لکھتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی آپ ﷺ کو الـم تـر سے خطاب کیا گیا ہے تو اس سے آنکھوں کے ساتھ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے علم مراد ہے۔اسی طرح تفسیر خازن میں "الـم تر" کا معنی "ای الـم تـعلـم" سے کیا ہے۔معالم التنزیل میں الم تر کا معنی "الـم تـعلـم یا محمد یا علامی ایاک" اے محمد کیا میرے بتلانے سے آپکو معلوم ہے،لغت اہل لغت اور مفسرین کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ رؤیت کی دو صورتیں ہیں،علمی اور بصری اور جہاں بھی الـم تـر سے آپ ﷺ سے خطاب ہے اس سے مراد رؤیت بصری نہیں رؤیت علمی مراد ہے یعنی بچشم خود کا دیکھنا مراد نہیں بلکہ اللہ کے بتانے سے جاننا معلوم ہونا مراد ہے۔تو اس آیت کا نہ کسی آیت سے تعارض ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کا ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔بلکہ یہ آیت آپ ﷺ کے حاضر وناظر نہ ہونے پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں تھے۔اس لئے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا اور اس لئے مفسرین اور اہل لغت نے الـم تر کا معنی الـم تعلم سے کیا اور بتایا کہ

آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں اس لئے جہاں بھی قرآن میں الـم تـر سے خطاب ہے وہاں آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں بلکہ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والا علم مراد ہے اور بتایا اس کو جاتا ہے جو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتا۔

جواب نمبر (۲):

مولوی چمن صاحب آپ نے الم تر سے حاضر و ناظر پر کیسے استدلال کیا؟ ہر زبان کے محاورے ہوتے ہیں جو روزمرہ استعمال میں آتے ہیں جیسے اردو میں بولا جاتا ہے کوئی مقرر و خطیب تقریر کرتے ہوئے کہتا ہے، اے مسلمانوں! تم نے نہیں دیکھا کہ محمد بن قاسم نے سندھ میں ہندو سامراج کے کس طرح بل کس نکال دئے تھے، تم نے نہیں دیکھا ہمارے آباؤ واجداد نے انگریز کو کس طرح ملک بدر کیا یا کہتے ہیں تم نے نہیں دیکھا اسرائیل مسلمانوں پر کیسے ظلم ڈھا رہا ہے اس سے ہر مخاطب کا محمد بن قاسم کے دور میں حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس رؤیت سے مراد رؤیت علمی ہے۔ اس طرح الم تر کہنے سے آپ ﷺ کا ہر مقام پر ہر وقت حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا اس آیت سے آپ ﷺ کے حاضر و ناظر پر استدلال محض روزمرہ کے استعمال میں آنے والے محاروں سے لاعلمی ہے۔

جواب نمبر (۳):

اگر الـم تـر سے آنحضرت ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا درست مانا جائے تو پھر تمام دنیا کے انسانوں کو بھی حاضر و ناظر ماننا پڑے گا کیونکہ اللہ نے قرآن میں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا! الـم تـر وا کیف خـلـق الـلّٰـه سبع سمٰوٰتٍ طباقاً (پ ۲۹ س نوح آیت ۱۵) اے! انسانوں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ نے سات

آسمان تہہ بہ تہہ بنائے ۔قارئین کرام :اس آیت میں الـم تـروا : سے خطاب ہے حالانکہ جس وقت اللہ نے سات آسمان پیدا کئے تھے تو اس وقت انسانوں کا وجود بھی نہ تھا کسی انسان نے آسمان بناتے نہیں دیکھا اسی طرح اگر الـم تـر: میں آنکھوں سے دیکھنا مراد لیا جائے پھر تو کفار کو بھی حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ایسے کلمہ کا اطلاق تو کفار پر بھی کیا گیا ہے۔الـم یـروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن الآیہ (پ ۷ س انعام) کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل کتنی جماعتیں ہلاک کر دی ہیں ۔

مولوی چمن صاحب !اس آیت میں اللہ نے کفار کو خطاب کیا ہے اگر رؤیت سے رؤیت بصری مراد ہے پھر تو ماننا پڑے گا کہ کافر بھی پہلے زمانے میں حاضر و ناظر تھے ۔کیا آپ کفار کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ تمہاری ڈکشنری کا تقاضا بھی یہی ہے اور آپ کے مولوی احمد رضا کا عقیدہ بھی ،ان کے نزدیک کرشن کنھیا کافر بھی حاضر و ناظر ہے (ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۹) دوسرے کفار کو حاضر و ناظر ماننے کیلئے تمہارے پاس الـم تروا اور الم یروا کی دلیل بھی ہے ہمت کیجئے۔

جواب نمبر (۴):

اگر آپ حاضر و ناظر تھے تو قوم عاد و ثمود وغیرہ پر عذاب کیسے آیا حالانکہ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں و ما کـان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم ۔آپ کی موجودگی میں اللہ ان کو عذاب نہیں دیتا۔ مولوی چمن صاحب !اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو ان پر عذاب کیسے آیا ؟اب حاضر و ناظر کا عقیدہ تسلیم کر لیا جائے اور الـم تـر سے رؤیت بصری مراد لیں تو قرآنی آیات میں تضاد واقع ہو جائے گا یہ محال ہے اسلئے الـم تـر سے حاضر و ناظر پر استدلال

مولوی چمن صاحب کی جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

مغالطہ

مولوی چمن صاحب نے ''واذقال ربک (الآیہ) سے بھی اپنا خودساختہ عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

جواب نمبر (۱):

مولوی چمن صاحب! بلاشبہ یہاں مفسرین اذکر محذوف مانتے ہیں لیکن اذکر یاد کرو کے معنی میں نہیں بلکہ یہاں تو اذکر بمعنی اقصص ہے یعنی آپ بیان کیجئے یعنی ہم نے وحی کے ذریعے آپ کو ان کا واقعہ بتادیا وہ لوگوں کے سامنے بیان کیجئے تو اس سے حاضر و ناظر کیسے ثابت ہوا؟ کیا حاضر و ناظر کو بھی وحی کے ذریعے بتانے کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب نمبر (۲):

مولوی چمن صاحب! اگر آپ کو علم نہیں تو ہم ہی بتا دیتے ہیں، قرآن مجید میں اسی ''اذ'' کا استعمال یہود کے حق میں بھی کیا گیا ہے مثلاً واذ نجینکم من ال فرعون (الآیہ) یعنی جبکہ ہم نے تم کو فرعون کے لشکر سے نجات دی۔ تم اس وقت کو یاد کرو کیا کوئی صاحب عقل ایسا ہے جو کہے کہ یہ مخاطبین اس وقت موجود حاضر و ناظر تھے جبکہ فرعون نے اپنے زمانے کے بنی اسرائیل کو آزمائش میں ڈال دیا تھا۔ اگر نہیں بلکہ جس طرح کتب وصحائف لاکر ان کو گذشتہ واقعات کی طرف متوجہ کیا گیا بالکل اسی طرح آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتلا کر اذ کے ساتھ متوجہ کیا گیا اس کا حاضر و ناظر کے عقیدہ سے کیا تعلق؟ اس آیت سے آپ کا اپنے دعوی پر استدلال آپ کی جہالت اور آپ کے دعوی کی کمزوری کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر (۲):

وما کنت بجانب الغربی اذقضینا الیٰ موسی الامر و ما کنت من
الشاھدین (پ۲۰س القصص آیت۴۴)

ترجمہ: (اے محمد) جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا تو آپ کوہ طور کے مغربی جانب موجود نہ تھے اور نہ آپ وہاں شاہدین سے تھے۔

وضاحت:

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت طور پہاڑ کے قریب اللہ کے عنایات خاصہ سے سرفراز ہورہے تھے۔آپ ﷺ وہاں موجود حاضر وناظر نہ تھے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ یہ شبہ کرتے (کہ آپ ﷺ کا وجود مسعود تو معرض وجود میں آیا ہی نہ تھا، ولادت تو ہوئی ہی نہ تھی) کہ شاید آپ ﷺ کی روح پرفتوح وہاں موجود تھی یا عطائی طور پر وہاں روح موجود تھی، اس شبہ کی تردید میں اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگوں میں بھی موجود حاضر وناظر نہ تھے۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں مولوی چمن کے اعلیٰ حضرت احمد رضا نے صاف طور پر لفظ حاضر کی تردید کردی ہے کہ آپ ﷺ وہاں حاضر نہ تھے، لکھتے ہیں، اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے دیکھئے (کنز الایمان ناشر پاک کمپنی لاہور) بتائیں اس سے بڑھ کر ہماری اور کیا صداقت ہوسکتی ہے، ترجمہ مولوی چمن صاحب کے کسی ادنی حضرت کا نہیں اعلی حضرت کا ہے اور دعویٰ ہمارا ثابت ہوگیا، مولوی احمد رضا کہتے ہیں آنحضرت ﷺ

حاضر نہیں ادنی حضرت حاضر وناظر ہونے پر کتاب لکھ رہے ہیں اب تو چمن صاحب بھی کہتے ہونگے۔

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے بہر کیف مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت حاضر نہ ہونے کا اقرار کر کے ادنیٰ حضرت کے دعویٰ پر پانی پھیرلیا۔

چمن صاحب! اب ہمت کرو اور لگاؤ فتویٰ اپنے اعلیٰ حضرت پر۔

دلیل (۳) : آیت نمبر (۳):

وما کنت ثاویا فی اهل مدین تتلوا علیهم ایتنا ولکنا کنامرسلین (پارہ۲۰،القصص ۴۵) آپ اہل مدین (مدین والوں) میں قیام پذیر نہ تھے کہ آپ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہیں اور لیکن ہم ہی آپ کو رسول بنانے والے ہیں۔

دلیل نمبر (۴): آیت نمبر (۴)

وما کنت بجانب الطور اذنادینا (پارہ۲۰القصص ۴۶) اور آپ طور پہاڑی کی جانب میں اس وقت بھی موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا۔

دلیل نمبر (۵): آیت نمبر (۵)

ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذاجمعوا امرهم وهم یمکرون (پارہ۱۳ یوسف آیت۱۰۲) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس (یوسف کے بھائیوں) اُس وقت نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور تدبیریں کر رہے تھے۔

وضاحت:

ان آیات میں یہی بتلایا گیا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں تھے اہل مدین کے پاس بھی حاضر وناظر نہ تھے جب موسیٰ کلیم اللہ کو نبوت ملی وہاں بھی جسمانی اور روحانی طور پر حاضر وناظر نہ تھے آخری آیت میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا کرنے کی تدبیریں کرر ہے تھے آپ ﷺ وہاں حاضر وناظر نہ تھے یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں یکجا کس قدر تفصیل کے ساتھ ایسے رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ سننے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کی روح وہاں موجود حاضر وناظر ہو یا مشاہدہ کررہی ہو؟ جسم بشری کے موجود حاضر وناظر ہونے کے بارے میں کسی صاحب عقل کو خیال آہی نہیں سکتا اور کیسے خیال آئے جسم بشری کے معرض وجود سے پہلے جسم بشری کا موجود ہونا ولادت سے پہلے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے جسم بشری کا ہر جگہ حاضر وناظر کا خیال آہی نہیں سکتا، ہاں روح کے موجود ہونے کا یا مشاہدے کا شبہ ہوسکتا تھا اس لئے اللہ نے ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک فرما کر اس شبہ کو بھی دور فرمادیا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہ تھے ہم نے بذریعہ وحی ان تمام حالات وواقعات کی آپ ﷺ کو خبر دی اور جو حاضر وناظر ہوتا ہے اس کو بتانے کی کیا ضرورت اور مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت احمد رضا نے بھی لکھا کہ آپ وہاں موجود (حاضر) نہ تھے ان آیات سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہ تھے۔

دلیل نمبر (۶): آیت نمبر (۶)

وما کنت لدیھم اذیختصمون (پارہ ۳ ال عمران آیت ۴۴) اور آپ نہ تھے ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے۔

وضاحت:

اس آیت میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کے بارے میں بیت المقدس کے خدمت کرنے والے آپس میں جھگڑ رہے تھے اور بتلایا گیا کہ اُس وقت آپ ﷺ وہاں جسمانی اور روحانی طور پر حاضر و ناظر نہ تھے۔

دلیل نمبر (۷): آیت نمبر (۷)۔

وما كنت عليهم بحفيظ آپ اُن پر نگہبان نہیں ہیں۔

وضاحت:

نگہبانی وہ کرسکتا ہے جو ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) بھی ہو اور ناظر (دیکھنے والا) بھی ہو پس اللہ نے اس صفت کی آپ ﷺ سے نفی فرما کر بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ روحانی اور جسمانی طور پر حاضر و ناظر نہیں۔

دلیل (۸): آیت نمبر (۸)

تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا الآیۃ (پارہ ۱۲ ھود آیت ۴۹) یہ باتیں من جملہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم وحی کے ذریعے آپ کو بھیجتے ہیں اس سے پہلے (ان واقعات کا) نہ آپ کو خبر نہ تھی اور نہ آپ کی قوم کو۔

وضاحت:

اس آیت مبارکہ سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت قوم کی سرکشی وغیرہ واقعات کو بیان فرمایا اس کے بعد اس آیت میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اس

وقت وہاں حاضر وناظر نہ تھے نہ آپ ﷺ عالم الغیب ہیں ان واقعات کا بھی آپ ﷺ کو پہلے علم نہ تھا، ہم نے وحی کے ذریعے ان واقعات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا، اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب نہیں، حاضر وناظر کو بتانے کا کیا معنی اگر آپ ﷺ حاضر وناظر عالم الغیب تھے تو ما کنت تعلمها انت کا کیا معنی ہوگا۔

دلیل نمبر (۹): آیت نمبر (۹)

یاایھاالذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ باالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (پارہ ۲۷، س حجرات آیت ۲) اے ایمان والوں! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور (سامنے) چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

وضاحت:

اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں تم زور سے نہ بولنا ورنہ تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے۔ اس آیت سے بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں۔ اگر آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے تو اہل ایمان کے لئے ہر جگہ ہر وقت زور سے بولنا ناروا بلکہ حبط اعمال کا باعث بنتا اب مولوی چمن صاحب کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا وہ حاضر وناظر کا عقیدہ چھوڑ دے یا مسجد کا مصلیٰ اور میلاد کا اسٹیج چھوڑ دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے چلا چلا کر بات کرنے کی اجازت نہیں بلکہ حبط اعمال کا باعث ہے۔ تو آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ کو گلا پھاڑ پھاڑ کر قوالی

سنانے ،تقریر کرنے کی اجازت کیسے؟

دلیل نمبر (۱۰): آیت نمبر (۱۰)

و اذ غدوت من اھلک تبوی المؤمنین مقاعد للقتال۔

(پ۴ ال عمران ۲۱)

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر۔

وضاحت:

اس آیت مبارکہ میں غزوہ احد کا تذکرہ ہے ۔جب آپ ﷺ گھر سے نکل کر میدان احد روانہ ہوئے ،سفر کرتے ہوئے احد تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ کو جہاد کیلئے صف آراء فرمایا۔تو اللہ تعالیٰ نے اس منظر کا اس آیت مبارکہ میں تذکرہ فرمایا، چنانچہ مولوی چمن صاحب کے ایک پیشوا مولوی نعیم الدین تفسیر نعیمی میں لکھتے ہیں ! کہ آپ ﷺ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھا کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال تین ھجری بروز یک شنبہ احد میں پہنچے (تفسیر نعیمی) اب سوال یہ ہے کیا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والا) بھی گھر سے روانہ ہوتا ہے؟ کیا حاضر و ناظر بھی سفر کرتا ہے ؟اس کو سفر کی ضرورت ہوتی ہے؟ جب وہ ہر جگہ موجود ہے پھر سفر کرنے روانہ ہونے کا کیا مطلب؟ کیا جسد عنصری کے ساتھ آن واحد میں جہاں کی سیر کرنے والے کو سواری کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو پھر آپ ﷺ گھر سے روانہ کیوں ہوئے ،کیسے روانہ ہوئے؟ سواری پر سوار کیوں اور کیسے ہوئے؟ آپ ﷺ تو ہر جگہ پھر سوار ہونے کا کیا مطلب؟ جب آن کی آن میں سارے جہان کی سیر کرنے والا جمعہ کے دن سفر پر روانہ

ہوکر اتوار کو احد کیسے پہنچے؟ یہ آنا جانا، اونٹ پر سوار ہونا، تین دن میں احد پہنچنا، ہر وقت، ہر جگہ حاضر و ناظر اور آن واحد میں جہان کی سیر کرنے والے کی شان نہیں۔ احد میں پہلے موجود تھے تو پھر پہنچنے کا کیا مطلب، اب اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں تو پھر آپ کا سفر احد پر روانہ ہونا اونٹ پر سوار ہوکر سفر کرنا غلط ہوگا اگر آپ کا سفر احد درست ہے وہاں پہنچنا درست ہے اور یقیناً صحیح اور درست ہے کیونکہ اس سفر کو قرآن نے بیان کیا ہے اس لئے آپ کا عقیدہ حاضر و ناظر غلط اور ایجاد بندہ ہے۔

مولوی چمن صاحب! دفع الوقتی اور باطل تاویل سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بات روحانی اور جسمانی کی نہیں، آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آن کی آن میں آپ ﷺ سارے عالم کی سیر کرتے ہیں پھر آپ ﷺ نے سفر کیسے کیا؟ اونٹ پر سوار کیوں اور کیسے ہوئے جمعہ کو روانہ ہوکر اتوار کے دن کیسے پہنچے؟ سفر میں تین دن کیسے لگے کیا ہر جگہ ہر وقت موجود حاضر و ناظر بھی سفر کرتا ہے؟ جب میدان احد میں پہلے سے موجود تھے تو روانہ کیسے ہوئے؟ جسد عنصری کے ساتھ آن واحد میں آپ ﷺ عالم کی سیر کرتے ہیں تو احد جاتے ہوئے تین دن کیوں لگے آنے جانے سواری پر سوار ہونے، تین دن میں احد پہنچنے اور ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونے آن واحد میں عالم کی سیر کرنے میں تضاد ہے ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر آیا جایا نہیں کرتا، آن واحد میں جہاں کی سیر کرنے والے کو سواری کی ضرورت نہیں ہوتی ،اب سفر احد کو وہاں جا کر جہاد کرنے کو تسلیم کرو تو حاضر و ناظر کے عقیدے کی چھٹی ہوتی ہے ،حاضر و ناظر کا عقیدہ مانا جائے تو سفر احد اور جہاد کا انکار، اب سفر احد اور وہاں جا کر صحابہ کی صف بندی کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ غزوہ احد اور سفر احد کا انکار قرآن کا انکار ہے، قرآن

کا انکار کفر ہے، اور قرآن کا منکر کافر ہے، تو غور کیجئے کیا کافر اور مشرک بھی عاشق رسول ہوتے ہیں تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ حاضر و ناظر نہیں۔

دلیل نمبر (۱۱): آیت نمبر (۱۱)

واذاسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من انباک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر (پارہ ۲۶، التحریم آیت ۳)

وضاحت:

اس آیت کا شان نزول مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ماریہؓ کے متعلق کوئی فیصلہ کر لیا اور اس کا ذکر حضرت حفصہؓ سے کر دیا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اس کا تذکرہ کسی کے پاس نہ کرنا، حضرت حفصہؓ نے اس بات کا تذکرہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کر دیا، آپ ﷺ کو اللہ نے وحی کے ذریعے بتلایا تو آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ تو نے اس بات کا تذکرہ حضرت عائشہؓ کے سامنے کیوں کیا؟ تو حضرت حفصہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو یہ بات کس نے بتائی کہ میں نے اس کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے علم والے نے یعنی اللہ نے خبر دی ہے۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہ تھے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین ازواج مطہرات نبی ﷺ کی گھر والیوں کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے متعلق حاضر و ناظر کا نہ تھا۔ اگر امہات المؤمنین کا عقیدہ

حاضر و ناظر کا ہوتا تو حضرت حفصہؓ، حضرت عائشہؓ کو نہ بتاتیں ۔اگر وہ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر سمجھتیں تو خفیہ بات نہ کرتی بلکہ حضرت عائشہؓ کہتیں میرے ساتھ خفیہ بات مت کرو کیونکہ آپ ﷺ اگر چہ جسم بشری کے ساتھ یہاں نہیں ہیں مگر روح آپ ﷺ کی موجود حاضر و ناظر ہے ۔اور آپ ﷺ اگر چہ یہاں نہیں ہیں مگر جہاں ہیں وہاں سے دیکھتے ہیں، سنتے ہیں ۔پھر جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا تو حضرت حفصہؓ حیران ہوئی کہ آپ ﷺ کو کیسے پتہ چلا تعجب سے سوال کیا من انبأک ھذا آپ کو کس نے بتایا یعنی وہاں تو میں اور حضرت عائشہؓ تھی تیسرا کوئی نہیں تھا پھر آپ کو کس نے بتایا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت حفصہؓ کا عقیدہ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا نہ تھا اگر وہ حاضر و ناظر سمجھتی تو یہ جملہ کیوں کہتی ؟ کیا حاضر و ناظر کو بھی خبر دینے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے یہ نہیں فرمایا کہ میں حاضر و ناظر ہوں میں جسمانی یا روحانی طور پر وہاں موجود تھا نہ یہ فرمایا کہ میں مشاہدہ کرتا ہوں اور نہ حضرت حفصہؓ سے یہ کہا کہ تم نے مجھے حاضر و ناظر نہ مان کر میری گستاخی کی، بلکہ فرمایا حفصہ مجھے میرے اللہ نے وحی کے ذریعے خبر دی ۔تو اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نہ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور نہ عالم الغیب ۔

دلیل نمبر (۱۲):

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ

(پارہ ۵ النساء ۱۰۱) اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے ۔

وضاحت:

اس آیت مبارکہ میں نماز قصر کا حکم ہے کہ جب تم سفر میں جایا کرو تو ایک مقررہ مقدار پر نماز قصر کیا کرو احناف کے نزدیک ۴۸ میل کا سفر مقرر ہے اسکے بعد چار رکعت فرض کی بجائے دو پڑھنے کا حکم ہے آپ ﷺ سفر پر اگر تشریف لے جاتے اور جب سفر شرعی مقدار کے مطابق ہوتا تھا تو آپ بھی نماز دوگانہ پڑھا کرتے تھے جب آپ قصر فرماتے تھے تو حاضر و ناظر کس طرح رہ گئے کیا حاضر و ناظر ہر وقت ہر جگہ حاضر موجود بھی نماز قصر کرتا ہے کیا آن واحد میں جہاں کی سیر کرنے والا بھی مسافر ہوتا ہے جب آپ ﷺ سفر بھی فرماتے تھے اور سواری پر سوار ہوئے تھے پھر ان کے متعلق ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا کس قدر جہالت ہے؟

مولوی چمن صاحب نے دفع الوقتی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سفر کرنا جسم بشری کے ساتھ ہے سبحان اللہ یہ ہے جواب۔ مولوی چمن صاحب سفر اور سواری جسم بشری کے ساتھ ہوتا ہے یہاں جسم بشری اور روحانی کا مسئلہ نہیں بلکہ بات سفر کرنے کی ہے تمھارا تو یہ بھی عقیدہ ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ آن کی آن میں جسم بشری کے ساتھ جہانوں کی سیر کرتے ہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو آن واحد میں جہاں کی سیر کرے اس پر قصر کا مسئلہ صادق آسکتا ہے؟ جو آن واحد میں سارے جہاں کی سیر کرے اُس کا سفر کرنا اونٹ پر سوار ہونا، گھر سے نکلنا نماز قصر کرنا کیا معنی رکھتا ہے یا تو یہ کہو کہ آپ ﷺ قصر نہیں فرماتے تھے تب تو مسئلہ ہی اور ہو جائیگا یا کہو سواری پر سوار ہی نہیں ہوتے تھے جو ہر جگہ موجود حاضر و ناظر ہو اُس کا سفر کرنا نماز قصر پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جو آن واحد میں تمام جہانوں کی سیر کرے، اُس کو سواری کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اونٹ

پرسوار ہوکر کہیں ۲۴ گھنٹہ سفر کرتے ہیں کہیں ۴۸ گھنٹہ سفر کرتے ہیں اور کہیں تین دن سفر کرتے ہیں اور راستے میں آرام کرتے ہیں رات گزارتے ہیں تو اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

دلیل (۱۳): آیت نمبر (۱۳)

اذاجاء ک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه واللّٰه یعلم انک لرسوله واللّٰه یشهد ان المنفقین لکذبون (پارہ ۲۸ المنفقون ۱) جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم گواہی دیتے ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

وضاحت:

اس آیت کا شان نزول ملاحظہ فرمائیں حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن ابی منافق نے کہا مدینہ منورہ پہنچ کر ہم عزت والے ذلیلوں کو شہر سے نکال دیں گے زید کہتے ہیں اس کی بات سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں نے یہ بات اپنے چچا سے کہہ ڈالی، اور چچا نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات عرض کی اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کی اس کی بات سن کر مجھے بلایا اور حضرت زید خود فرماتے ہیں **فکذبنی رسول اللّٰه وصدقه فاصابنی هم لم یصبنی مثله قط** (بخاری شریف) آپ ﷺ نے مجھے جھٹلایا اور عبداللہ بن ابی کو سچا قرار دیا اس پر مجھے اس قدر پریشانی ہوئی اور غم لاحق ہوا جو زندگی بھر کبھی لاحق نہیں ہوا تھا (اور ظاہر بات ہے کہ امام الانبیاء کا کسی

کو جھوٹا قرار دینا کوئی معمولی بات تو نہ تھی) اس پر سورۃ منافقون کی آیات نازل ہوئیں حضرت زید فرماتے ہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا ان اللہ قد صدقک یازید اے زید! اللہ نے تجھے سچا قرار دیا ہے اے زید تم سچے ہو اور منافق جھوٹے ہیں۔

استدلال:

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے اگر حاضر و ناظر ہوتے تو عبداللہ کو کہہ دیتے تو غلط کہتا ہے میرا صحابی زید درست کہتا ہے کیونکہ جب تم باتیں کر رہے تھے تو میں وہاں موجود حاضر و ناظر تھا، آپ ﷺ کا یوں نہ فرمانا بلکہ منافق کی تائید کرنا اور زید کی بات کو تسلیم نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زید کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے متعلق حاضر و ناظر کا نہ تھا ورنہ عرض کرتے اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میری بات کو کیونکر تسلیم نہیں فرماتے کہ آپ تو خود وہاں حاضر و ناظر تھے آپ نے تو خود اس منافق کی باتوں کو سماعت فرمایا ہے اگر زید کا عقیدہ حاضر و ناظر ہونے کا ہوتا تو آپ شکایت ہی نہ کرتے کیونکہ جب آپ ﷺ خود وہاں موجود تھے تو شکایت کرنے کا کیا مطلب؟ حضرت زیدؓ کا شکایت کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صحابی رسول ﷺ حضرت زید کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق آپ کے حاضر و ناظر نہ ہونے کا تھا صحابی رسول حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فاصابنی ھَمّ لم یُصبنِی مثلہ قط آپ ﷺ نے جب عبداللہ بن ابی منافق کو سچا قرار دیا تو میں اتنا پریشان ہوا کہ اتنی پریشانی زندگی بھر کبھی لاحق نہ ہوئی اگر حضرت زیدؓ کا عقیدہ حاضر و ناظر کا ہوتا تو پریشان کیوں ہوتے بلکہ سمجھ جاتے کہ پریشانی کی کیا بات ہے آپ ﷺ خود

حاضر وناظر موجود تھے اور دیکھا سنا ہے ہاں امت کو شریعت کی تعلیم دینے کے لئے ظاہراً کچھ اور فتویٰ اور فیصلہ فرمایا (جیسا کہ مولوی چمن صاحب نے لکھا ہے) تو حضرت زیدؓ کا پریشان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہیں۔

مولوی چمن صاحب کی جہالت

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر وناظر تھے جانتے تھے کہ منافق جھوٹا ہے زید رضی اللہ عنہ سچا ہے، مگر سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا اس لئے قرار دیا کہ امت کو تعلیم دینا مقصود تھا اس لئے میرے مصطفیٰ نے ظاہراً کچھ اور فیصلہ فرمایا۔ (مدنی موتی)

قارئین کرام! یہ ہے مولوی چمن کا جواب: **فکذبنی و صدقه** زید سچا تھا اس کو جھوٹا قرار دینا منافق جھوٹا تھا اس کو سچا قرار دینا مولوی چمن کے نزدیک امت کو شریعت کی تعلیم دینے کے لئے تھا (استغفر اللہ) باطل عقیدہ ثابت کرنے کے لئے تاویل کے نام پر تحریف علم کے نام پر جہالت جواب کے نام پر گستاخی وہ بھی رحمت کائنات کی (نعوذ باللہ) اس جواب پر ہم یہی کہیں گے "شرم تم کو مگر نہیں آتی" مینڈک نے ڈھیلہ پر چڑھ کر کہا کہ میں نے کشمیر دیکھ لیا ہے۔

مولوی چمن صاحب کا جواب اور اس کا حشر

مولوی چمن صاحب: اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ معترض کی نیت خراب ہے شریعت کا اصول ہے کہ مدعی گواہ لائے ورنہ مدعی علیہ قسم اٹھائے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گواہ نہ تھے منافق نے قسم اٹھالی آپ ﷺ نے فیصلہ سنا دیا۔ (مدنی موتی)

الجواب:

یہ جواب باطل ہونے کے ساتھ ساتھ گستاخانہ بھی ہے۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام ہے کہ جان بوجھ کر جاننے کے باوجود جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دیتے تھے (نعوذباللہ) مولوی چمن صاحب یہ اصول (کہ مدعی گواہ لائے ورنہ مدعی علیہ قسم اٹھائے) اپنی جگہ مگر قاضی اور فیصل کو شرعا یہ بھی تو حق حاصل نہیں کہ ذاتی علم کے ہوتے ہوئے (جاننے کے باوجود) وہ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دے پھر اس سے ناراض بھی ہو جائے۔ بخاری شریف جلد ثانی میں یہ روایت مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زید کو جھوٹا تصور فرمایا اور ان سے ناراض بھی ہو گئے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اس لئے حضرت زید کو جھوٹا تصور فرمایا اور منافق کو سچا۔

قارئین محترم: فیصلہ آپ فرمائیں ان تمام دلائل کے بعد یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ مولوی چمن کی صرف نیت ہی نہیں عقیدہ بھی مشرکانہ (خراب) ہے۔

دلیل نمبر (۱۴): آیت نمبر (۱۴)

ومـمـن حـولـكـم من الاعراب منفقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم (پ ۱۱: س توبہ: ۱۰۱)

اور بعضے تمہارے گرد کے دیہاتی منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں۔

وضاحت:

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ تمہارے گرد کے دیہاتی لوگوں میں بھی

بعض لوگ منافق ہیں اور مدینہ کے اندر بھی بعض پکے منافق رہتے ہیں مگر آپ ان کو نہیں جانتے اللہ کو علم ہے وہ کتنے ہیں اور کون کون ہیں یہ آیت صراحت سے بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے تو منافقین کا آپ ﷺ کو علم ضرور ہوتا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح یا آپ جسم بشری کے ساتھ حاضر و ناظر ہوتے تو منافقین سے لاعلم نہ ہوتے۔ آپ ﷺ کا منافقین سے لاعلم ہونا وہ بھی عام نہیں بلکہ جن کا نفاق کمال کو پہنچ چکا ہو ان کا علم نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا **لاتعلمھم** آپ ان کو نہیں جانتے فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ نہ آپ ﷺ کی روح ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور نہ آپ روح مع الجسد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اگر حاضر و ناظر تھے تو لاعلمی کا کیا مطلب کیا حاضر و ناظر بھی کسی خبر سے بے خبر ہوتا ہے؟۔

دلیل ۱۵: آیت نمبر (۱۵)

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المؤمنین وارصادا لمن حارب اللّٰہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللّٰہ یشھد انھم لکاذبون لاتقم فیہ ابدا (پ ۱۱: س توبہ: ۱۰۷)

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی۔ اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی۔

وضاحت:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ سن ۹ ہجری میں منافقین نے آپس میں مشورہ کر کے

ایک مسجد تعمیر کی جس کا مقصد صرف مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور اس مسجد کو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے اڈہ بنانا تھا۔ جب مسجد تعمیر ہو گئی تو منافقوں کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ ہم نے ایک مسجد مسلمانوں کی آسانی کے لئے تعمیر کی ہے۔ آپ وہاں تشریف لے چلیں اور اس مسجد کا افتتاح فرمائیں آپ ﷺ نے ان کی بات کو سچ تصور کر کے ان سے وعدہ فرما لیا کہ اب تو مجھے فرصت نہیں پھر کسی وقت آؤں گا اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کے ناپاک عزائم سے مطلع فرمایا اور اس مسجد میں تشریف لے جانے اور کھڑا ہونے سے منع فرما دیا لاتقم فیه ابدا۔

استدلال:

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ حاضر وناظر نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کی سازش سے آگاہ نہ ہونا منافقین کو سچا سمجھ کر ان سے وعدہ فرمانا پھر وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس منصوبہ سے آگاہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے اگر آپ ﷺ حاضر وناظر تھے تو منافقین کے اس ناپاک منصوبہ کا علم وحی آنے سے پہلے کیوں نہ ہوا؟ حاضر وناظر تھے تو ان منافقین سے کیوں نہ کہا کہ تم نے یہ عمارت نماز کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بنانے کے لئے تعمیر کی ہے، کیونکہ جب تم مسلمانوں کے خلاف ایک اڈہ بنانے کا منصوبہ بنا رہے تھے میں وہاں موجود تھا اگر آپ ﷺ حاضر وناظر ہیں تو لاتقم فیه ابدا پر عمل کیسے ہوگا۔

دلیل نمبر ۱۶: آیت نمبر (۱۶)

واذا رایت الذین یخوضون فی ایٰتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی

حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلاتقعد بعدالذکریٰ مع القوم الظالمین

(پ ۷:س انعام:۶۸)

ترجمہ:

اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کو غیر اسلامی غیر شرعی مجالس محافل میں جانے وہاں بیٹھنے دیکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔اب آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) وناظر (دیکھنے والا) مانا جائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر اسلامی غیر شرعی مجالس ومحافل میں حاضر (موجود) ہونا لازم آتا ہے (نعوذ باللہ) اب مولوی چمن صاحب انصاف سے فرمائیں۔کیا تمہارے اس عقیدہ سے نبی مکرم کی توہین نہیں ہوتی؟ کیا غیر اسلامی مجالس اور ثقافت کے نام پر بے حیائی فحاشی اور عریانی اور بے دینی کی مجالس جو منعقد ہوتی ہیں ان میں آپ ﷺ کو حاضر وناظر ماننا گستاخی بے ادبی اور توہین نہیں؟ تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر نہیں ہوتے۔بلکہ اس عقیدے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس شرکیہ عقیدے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے (آمین)

مولوی چمن کا گستاخی کو عشق رسول کا نام دینا

مولوی چمن صاحب اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ ایسی جگہوں اور ایسے اوقات

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی (یعنی حاضر وناظر تو ہوتے ہیں مگر رحمت متوجہ نہیں ہوتی) (مدنی موتی ۱۱۳)۔

جواب:

مولوی چمن کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمالیا ماشاء اللہ کیا جواب لکھ مارا مولوی چمن صاحب اپنے دل میں بڑے ہی خوش ہوں گے کہ میں نے جواب دیکر چار چاند لگادیے مگر مولوی چمن کا جواب: عذر گناہ از گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہیں۔ بلکہ گستاخی کی انتہا کردی لکھتے ہیں آپ ﷺ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی یعنی حاضر وناظر موجود تو ہوتے ہیں ہر جگہ مگر رحمت متوجہ نہیں ہوتی چمن صاحب! کیا آپ ﷺ کو غیر شرعی مجالس میں حاضر ماننا گستاخی نہیں ہے؟ اس آیت میں تو غیر شرعی مجالس میں حاضر موجود ہونے سے منع کیا گیا ہے، اور آپ لکھتے ہیں کہ موجود تو ہوتے ہیں مگر رحمت متوجہ نہیں ہوتی (استغفر اللہ) ہم تو اتنا عرض کریں گے۔ مولوی صاحب اپنے عقیدہ کا خیال نہیں ہے تو کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس، عزت وعظمت کا خیال کیا ہوتا مگر سچ ہے شرک آنے کے بعد عقل رخصت ہوجاتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو ہر قسم کی مجلس میں حاضر وناظر مان کر نبی مکرم ﷺ کی بے ادبی کرتے ہیں اور اس بے ادبی اور گستاخی کو عشق رسول ﷺ سمجھ بیٹھے ہیں

مولوی چمن کا ایک سوال

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کیا تم لوگ خدا کو حاضر وناظر نہیں مانتے ہو؟

(مدنی موتی ۱۱۳)

جواب:

ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شہید و بصیر ہونا ہر وقت ہر کسی کے ساتھ ہونا سمیع و قریب ہونا یہ سب صفت علم کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات الٰہی تو جسم و تجسم سے پاک ہے۔ ذات پاک رب العزت کا تو ادراک ہی انسانی عقل وفہم سے وراء الوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات ہی کے ذریعہ ہے اور اللہ کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا ہر وقت ہر کسی کے ساتھ ہونا ہر کسی کو دیکھنا ہر ایک کی سننا یہ سب صفت علم کی بناء پر ہے، اللہ خالق ہے لیس کمثله شیء ہے۔ بے مثل ہے اللہ حاضر و ناظر ہے کما یلیق بشانہ اور آپ ﷺ مخلوق، مخلوق کی صفات کو خالق پر قیاس کرنا حادث کو قدیم پر قیاس کرنا محاط کو محیط پر قیاس کرنا انسان کو خدا پر قیاس کرنا یہی تو شرک کی بنیاد ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا قیاس بے بنیاد ہونے کے ساتھ ساتھ جہالت اور بے دینی ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اللہ پر قیاس کر کے حاضر و ناظر ماننا خالص شرک اور آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔ بہر حال اس آیت سے ہمارا مدعا بالکل واضح ہے جس میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ خفا بھی نہیں البتہ میں نہ مانوں کا کبھی کوئی جواب ہوا ہی نہیں۔

دلیل نمبر ۱۷: آیت نمبر (۱۷)

سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیهم لتعرضوا عنهم

(پ ۱۱: س، توبۃ: ۹۵)

اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تا کہ تم ان سے درگزر کرو۔

استدلال:

اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہیں تو اس آیت کا مطلب کیا ہوگا؟ کہ جب آپ پلٹ کر جائینگے، تو یہ منافقین قسمیں کھا کر آپ کو اپنی صداقت کا یقین دلائیں گے۔ اگر حاضر وناظر تھے تو منافقین کے تمام افعال واعمال کا خود مشاہدہ فرماتے تھے تو یہ آیت نازل فرما کر وحی کے ذریعہ بتانے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ جب آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت موجود حاضر وناظر تھے تو ظاہر ہے منافقین کے پاس بھی ہوگا پھر پلٹ کر جانے کا کیا مطلب؟ کیا حاضر وناظر بھی آتا جاتا ہے؟ تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں ہوتے۔

دلیل نمبر (۱۸): آیت نمبر (۱۸)

ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم والله غفور رحيم (پ ۲۶: حجرات: ۵) اور اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا ان کی طرف تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وضاحت:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ گھر میں آرام فرما تھے دیہاتیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان وفد والوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں ان کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما ہیں تو انہوں نے گھر کے باہر سے یا محمد یا محمد کہہ کر آوازیں لگانا شروع کر دیا (جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت پکارتے ہیں) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ دیوار کے پیچھے سے

آپ ﷺ کو پکارنے والے عقل نہیں رکھتے۔ان لوگوں کو اس طرح آوازیں لگانے کے بجائے صبر کرنا چاہیے تھا۔یہاں تک کہ وہ خود باہر تشریف لاتے۔قارئین دیوار کے پیچھے دروازے پر کھڑا ہو کر یا محمد پکارنے والے عقل نہیں رکھتے تو پاکستان میں رہتے ہوئے یہاں سے یا محمد پکارنے والے تو عقل سے بالکل خالی ہوں گے یا نہیں فیصلہ آپ پر۔اب اگر آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو تشریف لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ فرمادیتے کہ میرا محبوب تو حجرات میں بھی ہے باہر بھی موجود حاضر ہے جو تم گفتگو کرنا چاہتے ہو تم عرض کرنا چاہتے ہو عرض کرو، بلکہ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو اس وفد کو مدینہ آنے کی کیا ضرورت؟ آنا جانا، حجرات کے باہر وفد کا آپ ﷺ کا انتظار کرنا یہ سب باتیں حاضر و ناظر آن واحد میں عالم کی سیر کرنے والے کے منافی ہے باہر تشریف لانے کا انتظار اسی کا کیا جاتا ہے جو باہر نہ ہو جو گھر میں ہو باہر حاضر نہ ہو یا جب باہر ہو تو اسی وقت مکان میں نہ ہو وہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا اس کو حاضر و ناظر ماننا جہالت کی انتہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۹: آیت نمبر (۱۹)

سبحٰن الذی اسریٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصا الذی بر کنا حوله لنريه من ايتنا انه هو السميع البصير

(پ ۱۵:س، بنی اسرائیل:۴)

ترجمه:

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی

ہے سننے والا دیکھنے والا۔

استدلال:

اس آیت مقدسہ میں واقعہ معراج کو بیان کیا گیا ہے، اس میں دولفظ لا کر خالق کائنات نے آپ ﷺ کے ہر جا ہر وقت حاضر وناظر ہونے کی نفی فرمائی (۱) اسری (۲) لنریه، اسریٰ سیر کے لئے ضروری ہے کہ نقل مکانی ہو یعنی ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا ہے فاسر باھلک بقطع من الیل یہاں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانا مراد ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں آتا ہے واوحینا الی موسی ان اسر بعبادی یہاں بھی اسری سے نقل مکانی ایک جگہ چھوڑ کر ایک بستی چھوڑ کر دوسری جگہ جانا مراد ہے اور رؤیت کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے اسے نہ دیکھ چکے ہوں یا نہ دیکھ رہے ہوں۔ پس اللہ نے اسری سے آپ ﷺ کو ہر جا حاضر وناظر ہونے کی نفی فرمائی۔ لنریه سے آپ ﷺ کے ہر جا ناظر ہونے کی نفی فرمائی۔ اور انه هو السمیع البصیر لا کر اپنی ذات کے متعلق تصریح فرما دی کہ حاضر وناظر خاص اللہ کی صفت ہے اس لئے وہ ہر ایک کی آواز و پکار کو سنتا اور ہر چیز کو ہر وقت دیکھتا ہے۔

مولوی چمن کے عجیب وغریب بلکہ العجیب شگوفے

مولوی چمن صاحب نے اس مقام پر عجیب وغریب بلکہ العجیب شگوفے کھلائے ہیں عالم بیداری میں تو کوئی عام انسان بھی وہ باتیں نہ کہے جو چمن صاحب نے جواب کے

طور پر لکھا ہے، عالم سکر میں خدا جانے کیا کہہ گئے؟ اس بیچارے کو نہ عالم خلق کا علم نہ عالم شہادت کو جانتا ہے نہ عالم دنیا کی خبر ہے نہ عالم برزخ کی نہ عادت کو جانتا ہے نہ خرق عادت کو نہ عالم بیداری جانتا ہے نہ عالم خواب نہ کشف جانتا ہے نہ معجزہ کی تعریف آتی ہے خرق عادت کو عادت بنا دیتے ہیں مخلوق کو خالق پر قیاس کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں چمن صاحب لکھتے ہیں معراج کی رات آقا نے انبیاء کو دیکھا بیت المقدس میں پھر آسمانوں میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ انبیاء حاضر وناظر ہوتے ہیں (مدنی موتی ۱۱۴) یہ ہے چمن صاحب کی دلیل یا خالص ہذیاں جس کو غالباً وہ خود بھی نہ سمجھے ہوں گے بقول غالب

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کچھ　　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور دلیل دے رہے ہیں معراج کی رات اللہ نے آپ ﷺ کی ملاقات پہلے بیت المقدس میں انبیاء سے کرائی پھر آسمانوں میں مولوی چمن صاحب معراج کی رات معجزۃً آپ ﷺ کا دیگر انبیاء سے ملاقات کرنا اور بات ہے ہر جگہ حاضر وناظر ہونا اور بات ہے، اس کا تمہارے عقیدے سے کیا تعلق معراج تو نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ غیر اختیاری ہوتا ہے حاضر وناظر ہونا تو اختیاری فعل ہے۔ معراج کی رات آپ ﷺ نے دیکھا کہ بے نمازوں کو عذاب ہو رہا تھا حالانکہ ابھی تو نماز بھی فرض نہیں ہوئی تھی تو کیا بے نمازوں کو بھی آپ حاضر وناظر مانتے ہیں؟ معراج کی رات دنیا کو بوڑھی عورت کی مثال میں آپ ﷺ کو دکھایا گیا تو کیا عقیدہ رکھیں کہ دنیا بوڑھی عورت ہے؟ اور ہر بوڑھی عورت دنیا ہے؟ مولوی چمن

صاحب عالم دنیا اور ہے عالم مثال اور چیز ہے۔۔عادت اور ہے خرق عادت اور ہے۔۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔فی الحال ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ مولوی احمد یار کی کتاب ''جاء الحق'' عبدالسمیع کی کتاب ''مقیاس حنفیت'' سے کچھ وقت نکال کر قرآن وحدیث کا مطالعہ فرمائیں۔ہاں اگر عرس ومیلاد اور ختموں سے بالکل فرصت نہیں ہے تو علامہ بیضاوی کی شہرہ آفاق تفسیر تفسیر بیضاوی صفحہ نمبر ۲۷۷ میں علامہ نے امام الانبیاء کا جو فرمان عالی شان نقل فرمایا ہے وہ دیکھ لیں مثل لی الانبیاء فصلیت اور علامہ ابن قیم اپنی کتاب کتاب الروح صفحہ ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں ھذہ الرؤیة انما ھی لارواحھم دون اجسادھم۔

اس لئے ہر جگہ حاضر وناظر ہونا اور بجز تا روح مع الجسد ایک مرتبہ انبیاء سے ملاقات یا جسم مثالی سے ملاقات الگ چیز ہے۔

مولوی چمن کا ایک اور اعتراض اور اس کا رد

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے پھر محبوب کو آسمانوں میں کیوں بلایا زمین پر ہی معراج کرواتے کیا آپ کے نزدیک خدا ہر جگہ حاضر وناظر نہیں؟ (مدنی موتی)

جواب:

جی ہاں ہمارے نزدیک اللہ ہی حاضر وناظر ہے۔اللہ کے سوا کسی دوسرے کو (خواہ نبی ولی ہو) ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا شرک ہے مگر آپ کے نزدیک اللہ کو حاضر وناظر سمجھنا بے دینی ہے، کرشن کنھیا تمہارے نزدیک حاضر وناظر ہے جیسا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے لکھا کسی نے کہا حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرما لیا ہے یہ کیونکر ہو سکے

حضرت نے فرمایا کہ کرشن کنھیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔

(ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۱۹)

تمہارے اس سوال کا جواب تو اسی آیت مبارکہ میں موجود ہے۔ اللہ تو حاضر وناظر عالم الغیب علیم بذات الصدور ہے اللہ کو علم تھا کہ بعض لوگ اس قسم کا اعتراض کر کے سادہ لوح انسانوں کا ایمان خراب کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اس اشکال کا جواب اسی آیت میں آپ ﷺ کے سفر معراج کا مقصد بیان فرما کر دے دیا لنریہ من ایاتنا تا کہ دکھائیں ہم اس کو اپنی نشانیاں یعنی یہ سفر اس لئے کرایا گیا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرایا جائے جو آپ ﷺ کو اس سے قبل حاصل نہیں تھا۔ مثلا انبیاء سے ملاقات انبیاء کی امامت ساتوں آسمانوں کی سیر وہاں پر عجائبات قدرت کا مشاہدہ وغیرہ اگر اللہ چاہتے تو اپنے محبوب سے اس جگہ بھی کلام فرما سکتے تھے لیکن مقصود کچھ عجائبات دکھانا تھا اس لئے معراج پر لے جایا گیا ہاں وہاں بھی خود گئے نہیں بلکہ لے جایا گیا جانا اور ہوتا ہے لے جانا اور ہوتا ہے۔

تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے ورنہ لے جانے کا کیا مطلب۔ جو ہر جگہ موجود حاضر و ناظر ہو اس کو لے جایا نہیں جاتا اور جس کو لے جایا جاتا ہے وہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر (۲۰): آیت نمبر (۲۰)

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (پ۹:س،انفال:۳۳)۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ میں فرمایا کہ جس مقام پر جن لوگوں میں آپ ﷺ موجود ہوں گے وہاں عذاب الٰہی نہیں آئے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے کیونکہ اگر ہوتے تو آج کل کے جو عذاب آتے رہتے ہیں یہ نہ آتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ مکہ میں قیام فرماتے تو ابو جہل وغیرہ مشرکین پر عذاب نہیں آیا۔ پھر جب اللہ آپ ﷺ کو مکہ سے علیحدہ کرلیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔ مولوی چمن کا یہ کہنا کہ اس سے مراد عمومی اجتماعی عذاب ہے سراسر باطل ہے کیونکہ مختلف قسم کے جو عذابات اب تک نازل ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں کوئی صاحب عقل اس کا انکار نہیں کرسکتا، اس کا انکار نہیں کہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے تمام امت پر بیک وقت عذاب قیامت تک نہیں آئے گا مگر نفس عذاب کا انکار محض ضد اور جہالت ہے ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ کو بھی دیکھ لیں۔ میری امت پر دنیا میں مختلف فتنوں زلزلوں اور بہتات کے ساتھ قتل کی صورت میں عذاب ہوگا (الحدیث) چمن صاحب عذاب کا انکار کر رہے ہیں۔ مولوی چمن صاحب آج، عراق، برما، کشمیر، فلسطین وغیرہ مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے یہ عذاب نہیں کیا لاکھوں مسلمان شہید نہیں کر دیئے گئے مسجدوں عبادت خانوں کی توہین نہیں کی گئی، کیا اللہ کے کلام قرآن کی توہین نہیں ہوئی وہ کونسی مصیبت اور عذاب ہے جو مسلمانوں پر نہیں ٹوٹا آپ ﷺ کی موجودگی تو باعث امن اور باعث رحمت ہے آپ کا حاضر رہنا تو مشرکین مکہ سے بھی عذاب ٹال دیتا ہے اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو یہ عذابات مسلمانوں پر نہ آتے مولوی چمن صاحب ایک طرف تو آپ ﷺ کو حاضر وناظر

مانتے ہیں اور مختار کل بھی تو آپ کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے یہ مصائب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے چمن صاحب کے عقیدہ کی رو سے مختار کل ہو کر اپنی امت کو مختلف قسم کے عذابوں کا تختہ مشق بناتے ہیں (استغفر اللہ) اور ہاں کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ اللہ بھی حاضر و ناظر اور مختار کل ہے کہ وہ کیوں اپنی مخلوق کو عذاب دیتا ہے نبی ولی چونکہ مکلّف اور پابند شرع ہوتے ہیں اس لئے یہ سوال ہوسکتا ہے اللہ تو وہ ذات ہے **لایسئل عمایفعل وھم یسئلون** اللہ سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور اللہ خالق ہے اس لئے مخلوق کو خالق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا تو اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں اللہ کا عذاب نہیں آتا۔ مگر اب عذاب آرہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہوتے آپ ﷺ کو حاضر و ناظر ماننا شرک بھی ہے اور امام الانبیاء رحمت کائنات کی توہین بھی ہے۔

دلیل نمبر (۲۱): آیت نمبر (۲۱)

الاتنصروہ فقدنصرہ اللہ اذاخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا (پ۱۰،س،توبہ:۴۰) اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (یعنی حاضر و ناظر ہے)۔

وضاحت:

اس آیت مبارکہ میں واقعہ ہجرت کا ذکر ہے، کتب حدیث وسیر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ میں اجمالاً اس کا ذکر کرتا ہوں تا کہ آیت مقدسہ کا مطلب سمجھنے میں

آسانی ہو مکہ مکرمہ میں جب مشرکین کی مسلسل مظالم کے باوجود دین حق پھیلتا رہا تو مشرکین نے ایک دن دارالندوہ میں ایک اجلاس بلایا جس میں تمام سرداران مکہ کو دعوت دی گئی اور مشاورت کے بعد فیصلہ ہوا کہ آپ ﷺ کو تمام قبائل مل کر شہید کر دیں یہ فیصلہ کر کے آپ ﷺ کے دولت کدے کا محاصرہ کر لیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو کفار کے اس ارادہ کی اطلاع بذریعہ وحی دے دی اور ساتھ ہی ہجرت کا حکم فرمایا یعنی حکم ہوا کہ آپ مکہ چھوڑ دیں مکہ میں نہ رہیں بلکہ مدینہ منورہ تشریف لے جائیں حکم ملنے کے بعد آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں غار ثور جو مکہ کے مضافات میں تقریبا تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پہنچے راستہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رحمت عالم ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے غار ثور میں پہنچایا پھر حضرت صدیق اکبر غار میں پہلے داخل ہوئے۔ غار کی صفائی کے ساتھ ساتھ وہاں موجود سوراخوں کو بند کیا اس کے بعد آقا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لائے آپ ﷺ تین دن اس غار میں قیام فرمانے کے بعد پھر مدینہ منورہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ آپ ﷺ کے انتظار میں تھے۔ روزانہ صبح گھروں سے نکل کر مدینہ سے باہر آپ ﷺ کا انتظار کرتے جب شام ہو جاتی تو یہ کہہ کر واپس جاتے آقا آج تشریف نہیں لائے شاید کل تشریف لائیں۔ چلو صبح پھر آتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے۔ مدینہ میں ہر ایک کی یہ دلی خواہش تھی کہ آپ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرما ہوں۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس مقام پر میری سواری رک جائے گی میں وہیں قیام کروں گا آپ ﷺ کی سواری حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ٹھہر گئی چنانچہ آپ ﷺ وہیں قیام پزیر ہوئے اور یہ سعادت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ملی۔

استدلال:

(۱) اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر موجود ہیں تو آپ ﷺ کو اللہ نے ہجرت مدینہ کا حکم کیوں دیا؟ (۲) ہجرت ایک مقام چھوڑ کر دوسرے مقام پر جانے کا نام ہے جب آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت موجود تھے تو ہجرت کا کیا معنیٰ؟ (۳) جب آپ ﷺ ہر جا ہر وقت حاضر و موجود تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کیوں اور کیسے تشریف لے گئے؟ آپ تو وہاں پہلے سے موجود تھے؟ (۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کا سن کر فوراً تیار ہوئے یہ عرض نہیں کیا آقا ﷺ آپ تو ہر جگہ ہر وقت حاضر ہیں پھر آپ مدینہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں اور مکہ چھوڑیں گے کیسے؟ (۵) مولوی چمن کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ آن کی آن میں جسم بشری کے ساتھ سارے عالم کی سیر کرتے ہیں اگر ایسا تھا تو ابوبکر صدیقؓ نے سواری کیوں پیش کی۔ پھر سواری کی آپ ﷺ کو کیا ضرورت؟ (۶) جب آپ آن واحد میں سارے عالم کی سیر کرتے ہیں تو ابوبکرؓ کے کندھوں پر سوار کیوں کیسے ہوئے؟ (۷) کیا آپ ﷺ جب غار میں تھے تو مکہ میں بھی تھے؟ اگر مکہ میں بھی تھے تو ابوبکر کا فرزند غار میں کھانا کیوں لے کر آتے تھے؟ ان کو معلوم نہ تھا کہ آپ یہاں موجود ہیں آپ ﷺ کو کھانا یہاں ہی کیوں نہ دوں؟ (۸) رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا مشرکین کی خبریں اور سرگرمیاں بتاتے تھے کیا حاضر و ناظر کو خبر دینے کی ضرورت ہوتی ہے (۹) ہجرت حکم خداوند تھا ہجرت کہتے ہیں علاقہ چھوڑنے کو اگر آپ مکہ میں بھی حاضر و ناظر موجود تھے پھر تو حکم خدا پر عمل نہ ہوا؟ مکہ کو چھوڑا ہی نہیں تو ہجرت کیسے؟

(۱۰) کیا غار میں تین دن قیام کے بعد آپ ﷺ عازم سفر مدینہ ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو

آپ ﷺ نے سواری پر سفر کیا یا پیدل؟ اگر سواری پر سفر کیا تھا تو کیا تمھارے اس عقیدہ کی رد نہیں ہوتی کہ آپ ﷺ جسم بشری کے ساتھ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کرتے ہیں؟ (۱۱) کیا آن واحد میں سارے علم کی سیر کرنے والے کو بھی سواری کی ضرورت ہوتی ہے؟ (۱۲) اگر آن واحد میں جسم بشری کیساتھ سارے عالم کی سیر فرماتے تھے تو جسم بشری کے ساتھ سواری پر سوار کیوں ہوئے راستوں کا انتخاب کیوں فرمایا کیا جسم بشری کے ساتھ آن واحد میں عالم کی سیر کرنے والے کو بھی دشمن کے پکڑنے کا خطرہ ہوتا ہے؟ (۱۳) اگر آن واحد میں سارے جہاں کی سیر کرنے کی قدرت حاصل تھی تو پیدل چل کر پاؤں مبارک زخمی کیوں ہوئے (۱۴) اگر آن واحد میں عالم کی سیر کی قدرت حاصل تھی تو مکہ سے مدینہ تشریف لے جاتے ہوئے کئی دن کیوں لگے؟ (۱۵) کیا اہل مدینہ کئی دن آپ ﷺ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نہیں آتے رہے؟ پھر شام کو یہ کہہ کر نہیں لوٹتے تھے کہ آج آپ ﷺ تشریف نہیں لائے شاید کل تشریف لے آئیں آج نہیں آئے کل آئیں گے کے کیا معنی؟ حاضر وناظر ایسا ہوتا ہے؟ (۱۶) کیا کسی ایک مدنی نے ان سے کہا کہ روز روز کس کا انتظار کرتے ہو؟ جس کا آپ انتظار کر رہے ہو وہ تو مدینہ طیبہ میں پہلے سے ہر ہر گھر میں حاضر وناظر ہے؟ (۱۷) جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والوں میں ہر ایک کی یہ تمنا اور خواہش تھی کہ آقا ہمارے گھر قیام فرمائیں مگر ان کی خواہش کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا کیا آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو یہ فرما کر تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو ویسے تو میں ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام پذیر ہوں لیکن حقیقت میں میں ہر وقت ہر جگہ ہر مکان میں حاضر وناظر موجود ہوں؟ یا فرمایا ہو کہ میں جسم

بشری کے ساتھ ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں ہوں مگر میری روح ہرجگہ ہر گھر میں حاضروناظر ہے (۱۸) اگر آپ ﷺ ہر جا ہر وقت موجود حاضروناظر تھے تو صحابہ کا اصرار کیوں تھا کہ ہمارے گھر تشریف لائیں؟

مولوی چمن صاحب! ان نکات کا آپ کے پاس یا ''مقیاس حنفیت'' یا ''جاءالحق'' میں کوئی تسلی بخش جواب ہے؟ اگر نہیں اور بالکل نہیں پھر ضد کیوں؟ اس کے باوجود بھی آپ حاضروناظر کے عقیدہ کو اپنائے رکھتے ہیں تو ہجرت کا مسئلہ ختم ہوجاتا ہے آیات ہجرت کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضروناظر نہیں اور آپ کو حاضروناظر ماننا ہجرت کا انکار ہے۔

دلیل (۲۲) آیت نمبر۲۲:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ (فتح)

ترجمہ:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں سے راضی ہوا جبکہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے۔

شان نزول:

رحمت عالم ﷺ تقریبا چودہ سو صحابہ کرام کو ساتھ لے کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، حدیبیہ کے مقام پر قافلہ ٹھہرا اور حضرت عثمان غنیؓ کو مشرکین مکہ سے مذاکرات کے لئے آپ ﷺ نے اپنا قاصد بنا کر روانہ فرمایا حضرت عثمان غنیؓ مذاکرات کرنے کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ تو ادھر خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو مشرکین نے

شہید کر دیا آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت لی کہ جب تک حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لیں گے واپس نہ ہوں گے۔ حالانکہ یہ خبر خلاف واقع تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استدلال:

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں تھے۔ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو شہادت عثمان کی جھوٹی خبر سن کر اس قدر پریشان کیوں ہوتے؟ صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر قصاص عثمان پر بیعت کیوں لیتے؟ بلکہ اگر آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو صحابہ کرام سے فرما دیتے کہ یہ خبر جھوٹی ہے میں وہاں (مکہ) میں بھی موجود ہوں، حضرت عثمان کے لئے بیعت لینا، اپنے دست مبارک کو عثمان غنی کا ہاتھ قرار دینا، پھر حضرت عثمان غنی کا واپس آنا بتلاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تھے۔

مولوی چمن کا جواب

مولوی چمن صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں اس واقعہ سے عثمان غنی کی شان واضح ہوتی ہے۔ (مدنی موتی صفحہ ۱۰۰)

الجواب:

اگر چہ اس واقعہ سے حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہ کرام کی عزت وعظمت ورفعت شان اور اطاعت رسول ﷺ روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن

اس جگہ اصل میں ظاہر یہ کرنا ہے کہ اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہوتے تو اس افواہ کو صحیح نہ مانتے۔ اور صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کے لئے بیعت کا حکم نہ فرماتے

مولوی چمن کا ایك اعتراض اور اس کا جواب

مولوی چمن صاحب آگے لکھتے ہیں بیعت زندوں سے لی جاتی ہے مردے سے بیعت نہیں لیتے۔ (مدنی موتی صفحہ ۱۰۰)

الجواب:

مولوی چمن صاحب! یہ بات بالکل درست کہ بیعت زندوں سے لی جاتی ہے صحابہ کرام جو زندہ تھے سامنے موجود تھے ان سے آپ نے بیعت لی، حضرت عثمان غنیؓ سے کب اور کہاں بیعت لی؟ ہاں حضرت عثمان غنیؓ کو اس فضیلت میں شامل کرنے کے لئے اور حضرت عثمانؓ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اور صحابہؓ کو یہ بتانے کے لئے کہ مشرکین نے آج جس عثمان کو شہید کیا ہے۔ اور جس کا بدلہ لینے کے لئے میں تم سے بیعت لے رہا ہوں وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا بلکہ اتنا مقدس تھا کہ میں نبی آخر الزمان اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے رہا ہوں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ قرار دے دیا۔ اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر تھے تو حضرت عثمان غنی سے مکہ ہی میں بیعت لیتے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ اس لئے فرمایا کہ عثمانؓ وہاں نہیں تھے اور آپ ﷺ مکہ میں نہیں تھے۔ مولوی چمن صاحب اگر حضور ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان غنی زندہ ہے۔ پھر بدلہ لینے کے لئے بیعت لینے کا کیا مطلب؟۔

مولوی چمن کا سفید جھوٹ

مولوی چمن صاحب آگے لکھتے ہیں: میرے محبوب ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بتا دیا کہ حضرت عثمان زندہ ہیں یہ عثمان کا ہاتھ ہے جیسے آپ بیعت کر رہے ہیں وہ بیعت کر رہے ہیں۔ (مدنی موتی صفحہ ۱۰۰)

جواب:

مولوی چمن صاحب کا یہ لکھنا کہ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بتا دیا کہ (حضرت عثمان زندہ ہیں) خالص جھوٹ ہے یہ بیعت ہی قتل عثمانؓ کی جھوٹی خبر پر لی جا رہی تھی۔ اگر عثمان زندہ تھے پھر بدلہ کا کیا معنی اگر حضرت عثمان زندہ تھے اور آپ ﷺ نے اعلان بھی فرمایا تھا تو صحابہ کرام میں سے کسی نے عرض نہیں کیا؟ اے اللہ کے رسول اگر حضرت عثمان غنی زندہ وسلامت ہے تو آپ ہم سے کس عثمان کا بدلہ لینے کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔

باب چهارم

رحمت کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر نہ ہونے پر چودہ احادیث مبارکہ

باب سوئم میں ہم ۲۲ آیات مبارکہ پیش کر چکے ہیں جن میں بڑی صراحت کے ساتھ امام الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کا حاضر وناظر ہر وقت (ہر جگہ موجود نہ

ہونے) اور روح کے حاضر وناظر نہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے اب اس باب چہارم میں آنحضرت ﷺ کا حاضر وناظر (ہر جگہ ہر وقت موجود دیکھنے والا) نہ ہونا احادیث مبارکہ سے ثابت کریں گے، (قارئین ملاحظہ فرمائیں)۔

دلیل (۱) : حدیث مبارکہ نمبر(۱):

عن خالد بن الولید انه دخل مع رسول اللّٰہ ﷺ بیت میمونةؓ فاتی بضب محنوذ فاهوی الیه رسول اللّٰہ ﷺ بیده فقال بعض النسوة اخبروا رسول اللّٰہ ﷺ بما یرید ان یأکل فقالوا هو ضبٌ یارسول اللّٰہ افرفع یده فقلت أحرام هو یارسول اللّٰہ ! فقال لاولکن لم یکن بأرض قومی فأجدنی اعافه قال خالد فاجترته فاکلته ورسول اللّٰہ ﷺ ینظر ۔

ترجمہ:

حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ (جو حضرت خالد کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرے میں داخل ہوا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی گوہ لائی گئی آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن بعض عورتوں نے کہا کہ آپ ﷺ جو کھانا تناول فرما رہے ہیں اس کے متعلق بتادو، عورتوں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ گوہ ہے چنانچہ آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا، خالد کہتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا حرام ہے، فرمایا نہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے ملک میں نہیں پایا جاتا اس لئے طبیعت اس سے انکار کرتی ہے، خالد نے بیان کیا کہ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کھایا آپ ﷺ دیکھ رہے تھے (بخاری جلد۲ ص ۸۳۱)۔

فائدہ :

حضرت خالدؓ بن ولید آنحضرت ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ (جو کہ خالدؓ کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرے میں داخل ہوئے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گوہ کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ ﷺ بھنا ہوا گوشت کھانے کیلئے اس کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے تو جو ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے عورتوں نے بتلا دیا کہ اے اللہ کے رسول یہ گوہ کا گوشت ہے یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا اور نہیں کھایا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر (ہر وقت ہر جگہ موجود) اور عالم الغیب نہ تھے اگر ہوتے تو آپ ﷺ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ گوشت گوہ کا ہے فلاں علاقہ سے لایا گیا ہے فلاں آدمی نے لایا ہے فلاں راستے سے اس وقت لایا ہے اور آپ ﷺ اس کی طرف ہاتھ ہی نہ بڑھاتے اور بتانے کی ضرورت نہ ہوتی آپ ﷺ کا گوشت کھانے کے لئے ہاتھ بڑھانا اور معلوم ہونے پر ہاتھ کھینچ لینا اور نہ کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب نہیں تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں حاضر وناظر اور عالم الغیب ہونے کا نہ تھا اس لئے تو ازواج مطہرات نے کہا کہ آپ ﷺ کو بتادو کہ یہ گوہ کا گوشت ہے ورنہ بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ حاضر وناظر کو بتانے کا کیا معنی کیا عالم الغیب حاضر وناظر سے بھی کوئی چیز پوشیدہ ہوتی ہے؟ بہر کیف اس حدیث سے ہمارا مدعا ثابت ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب نہیں۔

دلیل (۲) : حدیث نمبر (۲)

عن ابی هریرة ؓ ان رسول اللہ ﷺ استعمل رجلا علی خیبر فجاءہ بتمر جنیب فقال رسول اللہ ﷺ اکل تمر خیبر ھکذا قال لا واللہ یارسول اللہ انا لنأخذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلاثة فقال رسول اللہ ﷺ لاتفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا (بخاری جلد ا ص ۲۹۳)

ترجمہ :

حضرت ابو ہریرةؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں ایک شخص کو عامل بنایا وہ صاحب (تحفہ کے طور پر) عمدہ قسم کی کھجوریں لائے، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور اسی طرح کی ہوتی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بخدا یارسول اللہ ہم تو اس طرح کی ایک صاع کھجور دو صاع (ادنیٰ) کھجور دے کر لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو البتہ کھجور کو دراہم کے بدلہ میں بیچ کران دراہم سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

فائدہ واستدلال :

اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضروناظر نہ تھے اور نہ جمیع ماکان ومایکون کا علم آپ کو حاصل تھا کیونکہ اگر آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ ذاتی یا عطائی طور پر حاضروناظر ہوتے تو خیبر کے کھجوروں کے بارے میں سوال نہ فرماتے ؛ اور خیبر کے علاقہ کی کھجوروں کے بارے میں علم ہوتا آپ ﷺ کو کھجوروں کے بارے میں سوال کرنے اور معلومات لینے کی ضرورت نہ ہوتی اور اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ

کے صحابہ کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ یہ صحابیؓ قسم کھا کر وضاحت کرتا ہے کہ خیبر کی تمام کھجوریں ایسی نہیں اگر حاضر و ناظر مانتے تو عرض کرتے اے اللہ کے رسول آپ تو حاضر و ناظر ہیں عالم الغیب ہیں آپ کو خیبر کی کھجوروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ معلومات ہیں پھر میں فلان آدمی سے یہ لے رہا تھا تو آپ وہاں حاضر تھے دیکھ رہے تھے جس آدمی سے میں نے سودا کیا اُس آدمی کو آپ جانتے ہیں صحابیؓ کا یہ عرض نہ کرنا قسم کھا کر تاکید کے ساتھ خبر دینا بتلاتا ہے کہ صحابہ کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں حاضر و ناظر کا نہ تھا۔ جب صحابیؓ نے بتلا دیا کہ ہم دو صاع کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں لیتے ہیں تو آپ ﷺ نے اسی وقت اس صحابی کو منع کیا کہ ایسے نہ کرو بلکہ ادنیٰ کھجوروں کو رقم کے عوض میں فروخت کر دیا کرو، پھر اس رقم کے بدلے میں یہ عمدہ کھجوریں لے لیا کرو۔

شراح حدیث فرماتے ہیں چونکہ سود کی حرمت پر زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا اس لئے اس عامل کو اس وقت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو لیتے وقت ہی اس صحابی کو منع فرما دیتے کہ یوں مت کرو اس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ وہاں موجود حاضر و ناظر تھے تو لیتے وقت منع کیوں نہ کیا؟ کیا آپ ﷺ نے حاضر و ناظر ہو کر بھی ناجائز کام سے منع نہ کیا؟ (نعوذ باللہ)

کسی کے ذہن میں شاید یہ سوال آئے کہ تم اللہ کو حاضر و ناظر مانتے ہو پھر اللہ نے منع کیوں نہ کیا یا کیوں منع نہیں کرتے؟ یہ اعتراض خالص جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے نبی مخلوق ہے، اللہ غیر مکلّف، نبی مکلّف، اللہ کی شان تو یہ ہے کہ لا یسئل عما یفعل

وھم یسئلون اس لئے مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا نری حماقت ہے۔

مولوی چمن صاحب کا ایک مغالطہ

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں، سوال کرنا عدم علم کو مستلزم نہیں ورنہ کئی خرابیاں لازم آئیں گی۔ آگے لکھتے ہیں! کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا، وما تلک بیمینک یا موسیٰ : اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ علیم بذات الصدور ہے مگر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اسے کیا کہیں گے، کیا اللہ کو علم نہ تھا؟ آگے خطبات دین پوری سے اور حضرت شیخ الحدیث کی کتاب فضائل اعمال سے ایک روایت نقل کر کے سوال کرتے ہیں، کیا یہ سوال کرنا بے علمی کی دلیل ہے۔ (مدنی موتی ص ۱۰۴، ۱۰۷)

جواب نمبر (۱):

یہ ہے مولوی چمن صاحب کا جواب آیئے جواب ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مغالطہ صرف مولوی چمن ادنیٰ ہی کو نہیں بلکہ اس کے اعلیٰ حضرات کو بھی لگا ہے (مولوی محمد عمر کی مقیاس حنفیت دیکھ لیں) اولاً یہ خیال اس لئے باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علیم بذات الصدور اوربکل شئی علیم ہونے کے بارے میں کسی کو شبہ ہی نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا ضرور کسی حکمت اور مصلحت ہی پر مبنی ہوگا بخلاف انبیاء، اولیاء، مخلوق کے سوال کا کیونکہ وہ علیم بذات الصدور نہیں، بکل شئی علیم نہیں اس لئے اصل قاعدہ یہی ہے کہ ان کا سوال کرنا عدم علم کی وجہ سے ہے، کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں ہے۔ الا یہ کہ کوئی قطعی اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو۔ کوئی قرینہ موجود ہو، کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے صرف اس سوال کو کسی مصلحت اور حکمت پر حمل کیا جائے

گا۔ جیسا کہ استاد شاگرد سے، ممتحن طالب علم سے سوال کرتا ہے، تو امتحان قرینہ ہے کہ اس سوال کا جواب استاد ممتحن کو معلوم ہے۔ اب صرف اس سوال کو حکمت پر محمول کریں گے۔ یہ نہیں کہ اس کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب تسلیم کریں۔ غرض یہ کہ مخلوق کو خالق پر، بندہ خدا کو خدا پر قیاس کرنا جہالت ہے۔

جواب نمبر (۲):

مولوی چمن صاحب! کتب حدیث کا مطالعہ کریں کتب حدیث میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض دفعہ حضرات صحابہؓ سے کسی چیز کے بارے میں سوال فرمایا اور اس وقت آپ ﷺ کو حقیقت حال معلوم نہ تھی۔ صحابہ کرامؓ کے جواب دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقت منکشف ہوئی۔ اور آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا۔ جیسا کہ نسائی شریف میں حدیث مبارکہ موجود ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ چند صحابہ کرامؓ کی معیت میں باہر نکلے فرأی قبرا جدیدا فقال ما ھذا قالوا ھذہ مولاۃ بنی فلان فعرفھا رسول اللہ ﷺ (الحدیث) تو آپ ﷺ نے ایک نئی قبر دیکھی (دیکھ کر) آپ ﷺ نے سوال کیا کہ قبر کس کی ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں خاندان کے لونڈی کی قبر ہے۔ فعرفھا رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے بتلانے پر آپ ﷺ نے اس کو پہچان لیا۔ اس حدیث کے الفاظ فعرفھا پر غور کیجئے اگر سوال کرتے وقت بھی جانتے تھے تو بتلانے کے بعد پہچاننے کا کیا معنی؟ یہی معنی ہے نا کہ پہلے جانتے نہیں تھے اس لئے سوال کیا اور سوال کے بعد صحابہؓ نے بتلا دیا کہ یہ فلاں گھرانے کی باندی کی قبر ہے تب آپ ﷺ نے پہچان لیا۔ کیا مولوی چمن صاحب یہ بتا سکتا ہے کہ اللہ نے کسی چیز کے متعلق

سوال کیا ہوا اور مجیب کے جواب کے بعد فعرفه الله تعالیٰ (کہ اللہ نے اس کو پہچان لیا) وارد ہوا ہو؟ اس کے برعکس بے شمار روایات میں آتا ہے کہ اللہ نے سوال فرمایا حالانکہ وہ ان کو اور ان کے حالات کو بخوبی جانتا ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ اللہ قیامت کے دن میدان محشر میں گناہ گاروں کے ایک گروہ سے جو اپنی پیٹھ پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں، فیسئل الله عنهم وهو اعلم بهم (الحدیث) اللہ ان سے سوال فرمائے گا حالانکہ وہ ان کو بخوبی جانتا ہوگا اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اپنے فرشتوں سے جب انسانوں کی ڈائری پوچھتا ہے فیقول تبارک وتعالیٰ وهو اعلم من این جئتم تو فرماتا ہے تم کہاں سے آئے حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہے کیا مولوی چمن صاحب بتا سکتا ہے کہ آپ ﷺ سے کسی تکوینی امور اور حالات کے متعلق دریافت فرمایا ہوا اور اس کا ذکر ہو کہ کان رسول الله اعلم حالانکہ آپ ﷺ خوب جانتے تھے اگر کوئی صحیح حدیث ہے تو پیش کیجئے ورنہ ایسی خود ساختہ تاویلات کی کیا حیثیت ہے تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ الله علیم بذات الصدور ہے عالم الغیب حاضر و ناظر ہے خالق کائنات ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا سوال کسی حکمت و مصلحت پر مبنی ہوگا اور مخلوق چاہے نبی، ولی، قطب کوئی بھی ہو مخلوق ہے۔ مخلوق کا خالق پر قیاس جہالت ہے اس لئے مخلوق کا سوال کرنا عدم علم کی وجہ سے ہوگا الا یہ کہ کوئی قرینہ دلیل قطعی موجود ہو تو صرف اس سوال کو مصلحت پر محمول کریں گے۔

دلیل نمبر (۳) حدیث نمبر۲۔

عن انس بن مالک انّ رسول الله ﷺ غزا خیبر فصلینا عندها صلاة

الغداة بغلس فرکب نبی اللہ ﷺ ورکب ابو طلحة وانا ردیف ابی طلحة فاجری نبیّ اللہ ﷺ فی زقاق خیبر وان رکبتی لتمسّ فخذ نبیّ اللہ ﷺ ثم حسر الازار عن فخذہ حتی انی انظر الی بیاض فخذ نبیّ اللہ ﷺ فلما دخل القریة قال اللہ اکبر خربت خیبر انا اذانزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین قالها ثلاثا قال وخرج القوم الی اعمالهم فقالوا محمد قال عبدالعزیز وقال بعض اصحابنا والخمیس یعنی الجیش قال فاصبنا عنوة فجمع السّبی فجاء دحیة الکلبیؓ فقال یانبیّ اللہ اعطنی جاریة من السّبی قال اذهب فخذ جاریة فاخذ صفیّة بنت حیی فجاء رجل الی النبی ﷺ فقال یانبی اللہ اعطیت دحیة صفیّة بنت حیی سیدة قریظة والنضیر لاتصلح الا لک قال ادعوہ بها فجاء بها فلما نظر الیها النبیّ ﷺ قال خذ جاریة من السّبی غیرها قال فاعتقها النبیّ ﷺ وتزوجها

(بخاری شریف ج۱/۵۴)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے ہم نے وہاں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھی پھر نبی کریم ﷺ سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے میں ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری کا رخ خیبر کی گلیوں کی طرف کر دیا میرا گھٹنا نبی کریم ﷺ کی ران چھوجاتا تھا پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا گویا میں نبی کریم ﷺ کی شفاف اور سفید رانوں کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں جب آپ ﷺ قریہ خیبر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا سب سے بڑا

ہے، خیبر پر بربادی آگئی جب ہم کسی قوم کے مکانوں کے سامنے جنگ کے لئے اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح خوفناک ہوجاتی ہے آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ خیبر کے لوگ اپنے کاموں کے لئے باہر آئے اور چلا اٹھے محمد ﷺ اور عبدالعزیز نے کہا کہ بعض حضرات انس سے روایت کرنے والے ہمارے اصحاب نے والخمیس کا لفظ بھی نقل کیا (یعنی وہ چلا اٹھے کہ محمد ﷺ لشکر لے کر پہنچ گئے) پس ہم نے خیبر لڑ کر فتح کیا اور قیدی جمع کئے گئے پھر دحیہ کلبی آئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ کوئی باندی لے لو انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، پھر ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ صفیہ جو قریظہ اور نضیر کے سردار ''حیی'' کی بیٹی ہے انہیں آپ نے دحیہ کو دے دیا وہ تو صرف آپ ﷺ ہی کے لئے مناسب تھیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ، وہ لائے گئے جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو، راوی نے کہا کہ پھر نبی اکرم ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

فائدہ و استدلال :

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہ تھے اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ صفیہ ؓ اعلیٰ گھرانے کی عورت ہے سردار کی بیٹی ہے۔ صحابی کے بتانے کی ضرورت نہ پڑتی، حاضر و ناظر ہوتے تو صحابی کے بتانے سے پہلے ہی اپنے نکاح میں لیتے، حضرت دحیہ کو عطا نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کو حضرت صفیہ کے اعلیٰ خاندان سے

ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہونا، پھر حضرت دحیہ کو عطا کرنا پھر صحابی کا آ کر بتانا پھر اُس کے بتانے پر معلوم ہونا، دحیہ کو دوسری باندی دینا، حضرت صفیہ کو آزاد کرنا پھر اس سے نکاح فرمانا نیز آپ ﷺ کا سواری پر سوار ہونا، ایک صحابی کا ردیف بننا، خیبر میں جانا، وغیرہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہ تھے۔

دلیل (۴): حدیث نمبر (۴):

عن انس بن مالک ان رجلا اطّلع من بعض حجر النبی ﷺ فقام الیه النبی ﷺ بمشقص او بمشاقص فکأنّنی انظر الیه ینحل الرّجل لیطعنه

ترجمہ:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی مکرم ﷺ کے کسی حجرہ میں جھانک کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ ان کی طرف تیر کا پھل یا بہت سے پھل لے کر بڑھے گویا میں آپ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان صاحب کی طرف اس طرح چپکے چپکے تشریف لا رہے تھے (گویا) آپ وہ پھل انہیں چبھو دیں گے۔

حدیث مبارکه

عن سهل بن سعد قال اطّلع رجل من حجر فی جحر النبیّ ﷺ ومع النبیّ ﷺ مدری یحکّ به رأسه فقال لو اعلم انک تنظر لطعنت به فی عینک انما جعل الاستیذان من اجل البصر او کما قال۔ (بخاری شریف جلد ۲)

ترجمہ:

سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرہ میں

سوراخ میں سے دیکھا آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہوتو یہ کنگھا تمھاری آنکھ میں چبھودیتا اجازت مانگنا تو ہے ہی اس لئے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔

فائدہ استدلال :

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ حاضر وناظر عالم الغیب نہیں ہیں اگر حاضر وناظر تھے تو فقام الیه النبیّ ﷺ (آپ ﷺ اس کی طرف بڑھے کا کیا معنی؟) جب اس کے پاس بھی موجود تھے تو بڑھنے کا کیا مطلب، جب جسم بشری کے ساتھ آن واحد میں سارے عالم کی سیر کرتے ہیں، تو وہاں اتنا وقت کیوں لگا؟ اگر حاضر وناظر تھے تو جب یہ آدمی آرہا تھا تو اس کو پہلے سے منع کیوں نہ کیا؟ اگر آپ ﷺ حاضر وناظر تھے تو فلما راٰہ (مسلم کے الفاظ) (جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھا) کا کیا معنی لیا؟ اگر حاضر وناظر تھے تو پہلے نہ دیکھنے اور اب دیکھنے کا کیا معنی؟ لو اعلم انّک تنظرنی (اگر مجھے معلوم ہوتا یعنی میں جانتا ہوتا) کا کیا معنی؟ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے ورنہ اُس صاحب کو چھپ کر دیکھنے کی جرأت کیوں ہوتی؟

دلیل نمبر (۵) حدیث (۵):

عن انس بن مالک ؓ انّ النبیّ ﷺ افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یارسول الله انا اعلم لک علمه فأتاه فوجده جالسا فی بیته منکسا رأسه فقال ماشأنک فقال شر کان یرفع صوته فوق صوت النبیّ ﷺ فقد حبط عمله

فهو من اهل النار فاتی الرجل فاخبره انه قال کذا و کذا فقال موسی ابن انس فرجع المرة الآخرة ببشارة عظمية فقال اذهب الیه فقل له انک لست من اهل النار ولکن من اهل الجنة (بخاری شریف جلد ۱/ ۵۱۰)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن حضرت ثابت بن قیس کو گم پایا (غائب پایا) تو ایک صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے لئے ان کی خبر لاتا ہوں چنانچہ وہ اُن کے یہاں آئے تو دیکھا کہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں انہوں نے پوچھا کیا حال ہے کہا کہ برا حال ہے میری آواز آپ ﷺ کی آواز پر بلند ہو جاتی رہی تو میرے عمل ہی اکارت ہو گئے اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں وہ صحابی آپ ﷺ کے پاس گئے اور یہ باتیں آپ ﷺ سے عرض کر دیں کہ حضرت ثابت تو ایسا ایسا کہتا ہے آپ ﷺ (یہ خبر پا کر) فرمایا دوبارہ جا کر اُس کو بشارت دی وہ بشارت لے کر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا جا کر اسے کہو کہ تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے۔

فائدہ و استدلال:

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نہ عالم الغیب ہیں اور نہ ہی ہر وقت ہر جا حاضر و ناظر ہیں اگر حاضر و ناظر تھے تو ثابت بن قیس آپ ﷺ سے غائب کیسے ہوتے؟ کیا حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز یا فرد غائب ہوتا ہے؟ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو (گھر میں بھی تھے حضرت ثابت کے پاس اُس کے گھر میں بھی موجود حاضر تھے) پھر معلومات کے لئے صحابی کو کیوں بھیجا! کیا حاضر و ناظر کو بھی تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے؟ حاضر

وناظر تھے تو صحابی تلاش کرنے کیوں گئے؟ آپ ﷺ اگر حاضر وناظر تھے تو اس صحابی کے خبر دینے کا کیا مطلب؟ اگر حضور ﷺ حاضر وناظر ہوتے تو ثابت بن قیس کو خود ہی بشارت دیتے، تو حضرت ثابت بن قیس کا آپ ﷺ سے غائب ہونا، آپ ﷺ کا معلومات کے لئے صحابی کو روانہ فرمانا پھر صحابی کا خبر دینا وغیرہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی موجودگی میں آہستہ آہستہ بولتے تھے زور سے بولنے کو بے ادبی اور گستاخی اور اعمال کی بربادی سمجھتے تھے، اگر حضور ﷺ حاضر وناظر ہیں تو بریلوی مولوی اسپیکر پر جو چلا چلا کر تقریر کرتے ہیں بلکہ علماء دیوبند کو گالیاں دیتے ہیں کیا یہ نبی کی توہین نہیں؟ اور یہ بھی یاد رہے "فقد" اور "فقدان" کے معنی نگاہوں سے غائب ہونا، اوجھل ہوجانا، اور گم ہوجانا وغیرہ آتا ہے، حدیث کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور کیجئے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے۔

دلیل نمبر (۶) حدیث (۶):

انّ عائشةؓ زوج النبیّ ﷺ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ اذاراد ان یخرج اقرع بین ازواجه فایتهن خرج سهمها خرج بها رسول اللّٰہ ﷺ معه قالت عائشة فأقرع بیننا فی غزوة غزاها فخرج سهمی فخرجت مع رسول اللّٰہ ﷺ بعدما نزل الحجاب فانا احمل فی هودجی وانزل فیه فسرنا حتّٰی اذا فرغ رسول اللّٰہ ﷺ من غزوته تلک وقفل ودنونا من المدینة قافلین آذن لیلة بالرّحیل فقمت حین آذنوا بالرّحیل فمشیت حتّٰی جاوزت الجیش فلمّا قضیت شانی اقبلت الی رحلی فاذا عقد لی من جزع ظفار قدانقطع فالتمست عقدی

وحبسنی ابتغاؤہ واقبل الرّھط الذین کانوا یرحلون لی فاحتملوا ھودجی فرحلوہ علی بعیری الذی کنت رکبت وھم یحسبون انّی فیہ وکان النساء اذذاک خفافا لم یثقلھن اللحم انما تاکل العلقۃ من الطعام فلم یستنکر القوم خفّۃ الھودج حین رفعوہ وکنت جاریۃ حدیثۃ السنّ فبعثوا الجمل وساروا فوجدت عقدی بعدما استمرّ الجیش فجئت منازلھم ولیس بھا داع ولامجیب فامت منزلی الذی کنت بہ وظننت انھم سیفقدونی فیرجعون الیّ فبینا اناجالسۃ فی منزلی فاغلبتنی عینی فنمت وکان صفوان بن المعطّل السّلمی ثمّ الذکوانی من وراء الجیش فادلج فاصبح عندمنزلی فرای سوادَانسان نائم فاتانی فعرفنی حین رأنی وکان رأنی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی فخمرت وجھی بجلبابی وواللّٰہ ماکلّمنی کلمۃ ولاسمعت منہ کلمۃ غیراسترجاعہ حتی أناخ راحلتہ فوطئی علی یدیھا فرکبتھا فانطلق یقود بی الراحلۃ حتی اتینا الجیش بعد مانزلوا موغرین فی نحر الظّھیرۃ فھلک من ھلک (بخاری شریف۲/۶۴۶)

ترجمہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو ساتھ لے جاتے آپؐ نے بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر اس طرح آپ ﷺ نے قرعہ ڈالا میرا نام نکلا میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی یہ واقعہ پردے کے حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے (اونٹ پر) مجھے ہودج سمیت چڑھادیا جاتا اور

اس طرح اتار لیا جاتا یوں ہمارا سفر جاری رہا، پھر جب آپ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات جب کوچ کا حکم ہوا، میں (قضائے حاجت کے لئے) پڑاؤ سے کچھ دور رہ گئی اور قضائے حاجت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس واپس آ گئی اسوقت مجھے احساس ہوا کہ میرا اظفار کی موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں راستہ میں گر گیا ہے، میں اسے تلاش کرنے لگی اور اس میں اتنا محو ہوگئی کہ کوچ کا خیال ہی نہ رہا اتنے میں جو لوگ میرے ہودج کو سوار کیا کرتے تھے آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جو میری سواری کے لئے متعین تھا انہوں نے سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں گوشت سے ان کا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی میں یوں بھی اس وقت کم عمر لڑکی تھی چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر گذر چکا تھا میں جب پڑاؤ پر پہنچی تو وہاں نہ کوئی (انسان) پکارنے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، میں وہاں جا کے بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی ہوئی تھی مجھے یقین تھا کہ جلد ہی انہیں میری عدم موجودگی کا علم ہو جائے گا پھر وہ مجھے تلاش کرنے کے لئے یہاں آئیں گے میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی صفوان بن معطل سلمی ثم ذکوانی لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے (تا کہ اگر لشکر والوں سے کوئی چیز چھوٹ جائے تو اسے اٹھا لیں سفر میں یہ دستور تھا) رات کا آخری حصہ تھا جب میرے مقام پر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی انہوں نے (دور سے) ایک انسانی سایہ دیکھ کر پڑا ہوا ہے وہ میرے قریب آئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، پردہ

کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا، جب وہ مجھے پہچان گئے تو انا اللہ پڑھنے لگے، میں ان کی آواز پر جاگ گئی اور اپنا چہرہ چادر سے چھپا لیا اللہ گواہ ہے اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ ہی میں نے انا لله و انا اليه راجعون کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہوگئی وہ خود پیدل اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے، ہم لشکر سے اس وقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں) دھوپ سے بچنے کے لئے پڑاؤ کئے ہوئے تھے اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔

فائدہ واستدلال:

قارئین مکرم! اس حدیث مبارکہ میں کتنی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر عالم الغیب نہیں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار تلاش کرتے ہوئے پیچھے رہ جانا، آپ ﷺ کو علم نہ ہونا، صحابہ کرامؓ کا ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھنا، قافلہ کا کوچ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنگل میں رہ جانا، پریشان ہونا، اور یہ فرمانا کہ جب میں اس مقام تک پہونچی تو کوئی پکار سننے والا نہ تھا کوئی جواب دینے والا نہ تھا پھر منافقین کا الزام لگانا، آپ ﷺ کا پریشان ہونا، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ مشورہ کرنا، اور آپ ﷺ کا حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمانا کہ اگر آپ سے گناہ ہوا ہے تو اللہ سے معافی مانگ لیجئے وغیرہ ان تمام حالات میں کسی ایک صحابی رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت آپ تو ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، آپ تو خود وہاں بھی موجود تھے پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت؟ پھر اللہ تعالیٰ کا قرآن نازل فرما کر حضرت عائشہؓ کی طہارت وصداقت کو

بیان کرنا وغیرہ ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر عالم الغیب نہیں ہیں اگر حاضر وناظر ہوتے، تو نہ عائشہ صدیقہ ہار تلاش کرتے ہوئے پیچھے رہ جاتی نہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرام کو پریشانی ہوتی، نہ منافقین کو الزام لگانے کا موقع ملتا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر (موجود اور دیکھنے والا) عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ کئی خرابیاں اور گستاخیاں لازم آتی ہیں اللہ تعالیٰ غلط عقیدوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دلیل نمبر (۷) حدیث (۷):

عن عائشةؓ قالت لمّا رجع النبیّ ﷺ من الخندق ووضع السلاح واغتسل اتاہ جبرئیل فقال قد وضعت السلاح واللّٰہ ماوضعناہ اخرج الیھم قال مالی این قال ھھنا واشار الی بنی قریظة فخرج النبی ﷺ الیھم

(بخاری شریف ۲/۵۹۰)

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب آنحضرت ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبرئیل حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہم فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اتارے ادھر ان کی طرف چلئے آپ ﷺ نے فرمایا کدھر انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر، چنانچہ آپ ﷺ لشکر کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

فائدہ واستدلال:

اس حدیث سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا، کہ اگر آپ ﷺ حاضر وناظر ہوتے تو جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو بنو قریظہ کی جانب جانے کا نہ فرماتے کیونکہ وہاں تو پہلے سے موجود اور حاضر تھے، پھر جانے کا کیا مطلب؟ اگر نہیں تھے تو حاضر کیسے؟ اگر حاضر وناظر تھے تو آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیسے کیا کہ کہاں جانا ہے؟ کیا حاضر وناظر بے خبر ہوتا ہے؟ پھر آپ ﷺ روانہ ہوئے، جو حاضر وناظر اور ہر جگہ ہوتا ہے وہ روانہ نہیں ہوتا جو روانہ ہوتا ہے وہ ہر جگہ موجود نہیں ہوتا، جو آن واحد میں سارے عالم کی سیر کرے جسم بشری کے ساتھ، اُس کو سواری کی کیا ضرورت؟ اور جو سواری پر سوار ہو کر سفر کرے کبھی ایک دن میں کبھی تین دن میں منزل تک پہنچے وہ حاضر وناظر نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نوریوں کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں عالم الغیب اور حاضر وناظر (ہر جگہ موجود ہونے) کا نہ تھا اس لئے تو خبر دے رہے ہیں اس لئے تو تشریف لے جانے کا کہہ رہے ہیں۔

دلیل نمبر (۸) حدیث (۸):

وعنہ قال صلی بنا رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم ثمّ اقبل علینا بوجھہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون ووجلت منھا القلوب فقال رجل یارسول اللّٰہ کأنّ ھذہ موعظۃ مودّع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللّٰہ الخ۔

(مشکوۃ شریف ۱/۲۹)

ترجمہ:

حضرت عرباض فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے پھر ایسا وعظ فرمایا کہ ہم رو پڑے اور یکا یک ہمارے دلوں

پس خدا کا خوف پیدا ہو گیا پس ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے ایسا وعظ فرمایا جیسا کہ جدا ہونے والا وعظ کرتا ہے اگر ایسا ہے تو ہمیں وصیت فرمائے پس آپ ﷺ نے فرمایا میں تمھیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں۔

استدلال:

وعظ سن کر ایک صحابی رسول کا آپ ﷺ سے یہ عرض کرنا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں ہم سے جدا ہو رہے ہیں آخری وعظ فرما رہے ہیں پھر وصیت کی درخواست کرنا اور آپ ﷺ کا وصیت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو فرماتے کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو میں تو حاضر و ناظر ہوں ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتا ہوں میں کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں حاضر و ناظر کا نہ تھا ورنہ ہمیں چھوڑ رہے ہیں، آخری وعظ فرما رہے ہیں کیوں فرماتے؟

دلیل نمبر (۹) حدیث (۹):

وعن ابن عباسؓ انّ رسول اللہ ﷺ مرّ بقبر دفن لیلا فقال متی دفن ھذا قالوا البارحة قال افلا اٰذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمة اللیل فکرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفه فصلّی علیه. (مشکوۃ شریف ۱/۱۴۵)

ترجمہ:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ ایک ایسی قبر کے پاس سے گذرے جسے رات کو دفن کیا گیا تھا (نئی قبر تھی) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کب دفن کیا گیا ہے عرض

کرنے لگے گزشتہ رات دفن کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی (یعنی مجھے بتایا کیوں نہیں) صحابہ کرام نے عرض کی ہم نے اسے اندھیری رات میں دفن کردیا تھا ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور جنازہ ادا کیا۔

فائدہ واستدلال :

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہ تھے اگر آپ ﷺ حاضر وناظر تھے تو آپ نے سوال کیسے فرمایا آپ ﷺ کا سوال فرمانا مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر صحابہ کا عرض کرنا، رات کے وقت آپ کو اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا، پھر آپ ﷺ کا جنازہ پڑھانا، آپ کا آگے کھڑا ہونا، صحابہ کرامؓ کا آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے ورنہ کیا حاضر وناظر کو بتانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ کیا حاضر وناظر بھی کسی خبر سے بے خبر ہوتا ہے؟ جو ہر جگہ موجود ہو دائیں بائیں چاروں سمت ہو اس کا آگے کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ جو چاروں سمت ہو اُس کے پیچھے کھڑا ہونے کا کیا معنی؟۔

دلیل نمبر (۱۰) حدیث (۱۰):

عن انس بن مالک ان ابابکر الصدیق قال نظرت الی اقدام المشرکین علی رؤسنا ونحن فی الغار فقلت یارسول اللّٰہ لوان احدھم نظر الی قدمہ ابصرنا فقال یاابابکر ماظنک باثنین اللّٰہ ثالثھما؟

(مشکوۃ شریف ۲/۵۳۰)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں نے شب ہجرت غار میں مشرکین کے قدموں کو دیکھا کہ وہ ہمارے اوپر تھے تو میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا اگر مشرکین میں سے کوئی ایک اپنے قدم کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا پس آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تیرا کیا خیال ہے اُن دونوں کے متعلق جن کا تیسرا خدا ہے۔

فائدہ و استدلال:

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے ہیں اس حدیث میں صدیقؓ فرماتے ہیں میں آپ ﷺ کے ساتھ غار میں تھا جب آپ ﷺ غار میں تھے تو ظاہر ہے باہر نہ تھے، اگر مکہ میں ہوتے تو غار میں نہ ہوتے اور مشرکین تلاش کر کے جب غار تک پہنچے تو آپ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے اللہ حاضر و ناظر ہے یہ نہیں فرمایا یہ لوگ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ میں آن واحد میں سارے عالم کی سیر کرتا ہوں پھر یہ مجھے کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔؟

دلیل نمبر (۱۱) حدیث (۱۱):

ثم اتیت بدابة دون البغل وفوق الحمار ابیض یقال له البراق یضع خطوه عند اقصٰی طرفه فحملت علیه فانطلق بی جبرئیل حتّٰی اتی السماء الدنیا فاستفتح قیل من هذا قال جبرئیل قیل ومن معک قال محمد الخ۔

(مشکوۃ شریف ۵۲۷)

ترجمہ:

آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میرے پاس براق لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا رنگ اس کا سفید تھا جہاں ان کی نگاہ پڑتی تھی وہاں وہ قدم رکھ سکتا تھا پس مجھے اس پر سوار کیا گیا پس جبرئیل مجھے آسمان دنیا تک لے گیا دستک دی اندر سے آواز آئی کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں، کہا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا حضرت محمد ﷺ ہیں۔

فائدہ و استدلال:

یہ مشکوۃ شریف کی طویل حدیث کا حصہ ہے اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے ہیں اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے، آسمانوں میں بھی تھے، زمین میں بھی تھے، پھر براق پر لیجانے کا کیا مطلب؟ لے جایا اس لئے گیا کہ آپ ﷺ مکہ میں تھے آسمانوں میں نہ تھے پھر آسمان دنیا کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی کون؟ جواب ملا جبرئیل پھر سوال ہوا تمھارے ساتھ دوسرا کون ہے؟ جواب دیا محمد ﷺ، یہ سن کر اُس نے یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ تو یہاں پہلے سے حاضر و ناظر موجود ہیں آپ کے ساتھ کیسے؟ پھر انبیاء سے ملاقات ہوئی، حضرت جبرئیل بتاتے رہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں، اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو بتانے کی کیا ضرورت؟ پھر خوش آمدید مرحبا کہنے کا مطلب؟ آپ ﷺ جب وہاں حاضر و ناظر تھے ساتھ رہتے تھے پھر تعارف کا کیا مطلب؟ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں تھے اس لئے لے جایا گیا اس لئے تعارف کرایا گیا، اس لئے بلایا گیا۔

دلیل نمبر (۱۲) حدیث (۱۲):

وعن ابی هریرة قال کنا قعودا حول رسول اللّٰہ ﷺ ومعنا ابوبکر وعمرؓ فی نفر فقام رسول اللّٰہ ﷺ من بین اظهرنا فابطاء علینا وخشینا ان یقتطع دوننا وفزعنا فقمنا فکنت اول من فزع فخرجت ابتغی رسول اللّٰہ ﷺ حتی اتیت حائطا للانصاری لبنی النجار فدرت به هل اجد له بابا فلم اجد فاذا ربیع یدخل فی جوف حائط من بئر خارجة والربیع الجدول قال فاحتفرت فدخلت علی رسول اللّٰہ ﷺ فقال ابوهریرة فقلت نعم یارسول اللّٰہ قال ماشانک قلت کنت بین اظهرنا فقمت فابطات علینا فخشینا ان تقتطع دوننا ففزعنا فکنت اول من فزع فاتیت هذا الحائط فاحتفرت کما یحتفر الثعلب وهؤلاء الناس ورائی. (مشکوۃ شریف ۱۵)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور جماعت میں ہمارے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے پس آنحضرت ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے اور واپس آنے میں دیر ہوگئی ہمیں آنحضرت ﷺ کی جان کا خطرہ محسوس ہوا اور ہم گھبرا گئے پس ہم اٹھ کھڑے ہوئے سب سے پہلے گھبراہٹ مجھے لاحق ہوئی میں آپ ﷺ کی تلاش کے لئے نکلا تو بنی نجار کے باغ کے پاس آیا دروازہ تلاش کرنے کے لئے باغ کے اردگرد گھوما دروازہ تو نہ ملا البتہ تھوڑی سی جگہ مل گئی جہاں سے کنویں کا پانی باغ میں جارہا تھا تو میں سکڑ کر اندر چلا گیا اور آپ ﷺ کے پاس جا پہنچا آپ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا کیا حال ہے میں نے سارا ماجرا بیان کیا کہ

آپ ﷺ تشریف لے آنے میں دیر لگائی ہم گھبرا گئے ہمیں آپ کی جان کی فکر پڑ گئی پس میں اس طریقے سے خدمت میں حاضر ہوا، اور دیکھئے یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔

فائدہ و استدلال :

اس حدیث مبارکہ کو ایک مرتبہ پھر دہرایئے غور کیجئے حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمانا ہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ درمیان میں تشریف فرما تھے (۲) پھر آپ ﷺ کا اٹھ کر تشریف لے جانا (۳) صحابہ کرام سے جدا ہونا (۴) صحابہ کرام کا آپ ﷺ کو نہ پانا (۵) صحابہ کرام کا پریشان ہونا (۶) آپ ﷺ کو تلاش کرنا آپ ﷺ کو علم نہ ہونا (۸) پھر باغ میں آپ ﷺ کا مل جانا (۹) ابو ہریرہ کا سب سے پہلے ملنا (۱۰) آپ ﷺ کا سوال کرنا (۱۱) پھر حضرت ابو ہریرہ کا تفصیلی واقعہ بیان کرنا، ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہ تھے اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو آپ ﷺ صحابہ کرام کے درمیان جلوہ آرا نہ ہوتے، صحابہ کرامؓ آپ کے اردگرد نہ ہوتے بلکہ آپ ﷺ چاروں اطراف میں موجود ہوتے کیونکہ جو ہر جگہ ہو اس کا صرف درمیان میں ہونا چہ معنی دارد؟ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو صحابہ کرام سے الگ نہ ہوتے صحابہ آپ ﷺ کو تلاش نہ کرتے جو ہر جگہ ہو اس کو باغ میں تلاش کرنے کا کیا مطلب؟ جو باہر نہ ہو مجلس میں نہ ہو کہیں بھی نہ ہو باغ میں تشریف فرما ہو وہ حاضر و ناظر کیسے؟ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ سے سوال نہ کرتے کہ کیوں اور کیسے آئے، بلکہ آپ ﷺ کو علم ہو جاتا حضرت ابو ہریرہؓ کا عقیدہ حاضر و ناظر کا ہوتا تو تفصیل سے واقعہ بیان نہ کرتے بلکہ عرض کرتے آقا ﷺ آپ کی روح تو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے آپ کو معلوم ہے؟ مولوی چمن صاحب!

کیا حاضر وناظر کو بتانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر آپ ﷺ حاضر وناظر ہوتے تو فرمادیتے کہ ابو ہریرہ میں تو تمھاری مجلس میں حاضر تھا تم تلاش کیوں کر رہے تھے؟

دلیل (۱۴) حدیث (۱۴):

وعن ابی هریرة انّ امرأة سوداء کانت تقمّ المسجد او شابّ ففقدها رسول الله ﷺ فسأل عنها او عنه فقالوا مات قال افلا کنتم اٰذنتمونی قال فکأنّهم صغروا امرها او امرهٗ فقال دلّونی علی قبره فدلّوه فصلّی علیها (مشکوۃ شریف ۱۴۵)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت تھی جو مسجد (نبوی ﷺ) میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا راوی کہتے ہیں کہ ایک جوان مرد تھا جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اسے غائب پایا تو اس عورت یا مرد کے بارے میں دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہے صحابہ نے عرض کیا وہ مرگئی یا وہ مرگیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا (حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس کی موت کو کوئی اہمیت نہیں دی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتادو کہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ کو جب اس کی قبر بتائی گئی تو آپ ﷺ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

فائدہ و استدلال:

آنحضرت نے اُس جھاڑو دینے والے کو نہ پایا (۲) وہ آپ ﷺ سے غائب تھا (۳) آپ ﷺ کو اس کے مرنے کی اطلاع نہ تھی اس لئے صحابہؓ سے پوچھا وہ کہاں ہے (۴)

صحابہؓ نے عرض کیا وہ تو رات کو فوت ہو گیا (۵) آپ ﷺ یہ اطلاع پا کر اظہار تاسف فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی (۶) آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قبر کہاں ہے تم نے کہاں اس کو دفن کیا ہے مجھے قبر دکھادو (۷) صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو قبر دکھائی۔ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں تھے اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر تھے تو جھاڑو دینے والے کو نہ پانا، کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ اگر حاضر وناظر تھے تو جنازے میں بھی شریک ہونگے تو جنازہ دوبارہ کیوں پڑھایا۔اگر حاضر وناظر تھے تو جنازہ میں بھی شریک ہونگے پھر صحابہ سے کیوں پوچھا؟ اگر حاضر وناظر تھے تو مرنے کی اطلاع کیوں نہ تھی؟ حاضر وناظر تھے تو جنازہ دوبارہ کیوں پڑھایا؟ حاضر وناظر تھے تو یہ کیسے فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی کیا حاضر وناظر کو اطلاع کی ضرورت ہوتی ہے؟ حاضر وناظر تھے تو قبر کے بارے میں صحابہؓ سے کیوں پوچھا کہ قبر کہاں ہے مجھے قبر دکھادو پھر صحابہ نے قبر کی نشاندہی فرمائی ،تو اس حدیث سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ آپ ﷺ نہ جسم بشری کے ساتھ حاضر وناظر تھے نہ روح ہر جگہ حاضر وناظر ہوتی ہے اگر روح حاضر وناظر ہوتی تو بھی اس کے مرنے کا رات کو دفنانے کا علم ہوتا، قبر کے بارے میں علم ہوتا، اہل بصیرت اس حدیث پر غور فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱۴: حدیث نمبر ۱۴:

عن عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ الخ (بخاری جلد ۱)

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتی کہ ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پہنچے میرا ہار گم ہو گیا، پس رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہار کی تلاش کے لئے رک گئے، اور لوگ بھی وہاں رک گئے۔

وضاحت حدیث:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا ہار گم ہوا اور اس کی تلاش کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور صحابہ کرام بھی ہار گم ہونے کی وجہ سے ٹھہر گئے۔ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسید بن حضیر واناسامعہ فی طلب قلادۃ اضلتھاعائشۃ (حوالہ ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۴۵)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن حضیر اور لوگوں کو ہار کی تلاش کے لئے بھیجا جسے حضرت عائشہ نے گم کیا تھا۔

وضاحت حدیث:

اس حدیث مبارکہ میں بتایا گیا کہ آپ ﷺ جس مقصد کے لئے رک گئے تھے۔ (یعنی تلاش ہار) اس مقصد کے حصول کے لئے اسید بن حضیر اور دوسرے صحابہ کرام کو بھیجا کہ جاؤ ہار کو تلاش کرو وہ گئے تلاش کیا مگر ہار نہ ملا، جب تلاش کے بعد بھی ہار نہ ملا تو پھر کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب بخاری ج ۲ نسائی جلد ۱ میں ملاحظہ فرمایئے:

فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا العقد تحتہ۔

ترجمہ:

ہم نے اس اونٹ کو جس پر عائشہؓ سوار تھی اٹھایا تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پایا۔

استدلال:

ہم نے تینوں روایات نقل کئے۔ کیونکہ یہ تینوں روایات ایک واقعہ سے متعلق ہیں۔ اور اختصار کے پیش نظر احادیث کا مختصر حصہ ہی نقل کیا، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں تھے، اس لئے تو ہار کو تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے۔ ہار کو تلاش کیا حضرت اسید اور دیگر صحابہ کرامؓ کو ہار تلاش کرنے کے لئے روانہ فرمایا، ان کو ہار نہ ملا، پھر حضور ﷺ نے روانگی کا حکم دیا، قافلہ کے روانگی کے وقت اونٹ کو اٹھایا تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر تھے تو ہار کیسے گم ہوا؟ قافلہ کیوں روکا؟ ہار کو تلاش کیوں اور کیسے کیا؟ صحابہ کرام کو ہار تلاش کرنے کے لئے کیوں روانہ فرمایا؟ کیا حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز پوشیدہ ہوتی ہے؟ کیا حاضر و ناظر کو بھی تلاش کی ضرورت پڑتی ہے؟ اگر نہیں اور بالکل نہیں تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تھے اس لئے قافلہ کو روک کر ہار تلاش کیا گیا،

مولوی چمن صاحب! بخاری شریف کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کی شان واضح ہو رہی ہے اسی حکمت کی بنیاد پر ٹھہر گئے تھے۔ (مدنی موتی ۱۰۹)

تاویل کے نام پر تحریف

جواب:

مولوی چمن صاحب نے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے ہم عقیدہ

سادہ لوگوں کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ حدیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہار تلاش کرنے کی غرض سے ٹھہرے تھے (بخاری شریف کی روایت دوبارہ دیکھ لیں) حضرت عائشہ؇ خود فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہار تلاش کرنے کے لئے ٹھہرے، اصحاب رسول ﷺ جو اس وقت اس قافلے میں شریک تھے فرماتے ہیں ہار گم ہونے کی وجہ سے ہار تلاش کرنے کے لئے ٹھہرے یہ الگ بات ہے کہ اس ٹھہرنے میں حضرت عائشہ؇ کی شان واضح ہوتی ہے۔

مگر مولوی چمن صاحب کا اصرار یہ ہے کہ یہ ٹھہرنا ہار تلاش کرنے کے لئے نہیں بلکہ حضرت عائشہ؇ کی شان واضح کرنے کے لئے تھا۔ اب ہم حضرت عائشہ؇ صدیقہ اور صحابہ کرام کی بات مانیں یا مولوی چمن کی۔ ظاہر ہے ہم صحابہ کرام کی بات مانیں گے حضرت عائشہ؇ صدیقہ کی بات مانیں گے۔

مولوی چمن کا ایک سوال

مولوی چمن آگے لکھتے ہیں: اگر حضور ﷺ کو ہار کا علم نہ تھا تو کیا اللہ کو بھی علم نہ تھا (نعوذ باللہ) اگر علم تھا تو بتایا کیوں نہیں؟ (مدنی موتی ص ۱۱۰)

جواب:

مولوی چمن صاحب اللہ خالق ہے **لایسئل عمایفعل وھم یسئلون** اور نبی مخلوق ہے مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا، مکلف کو غیر مکلف پر قیاس کرنا، بندے کو خدا پر قیاس کرنا آپ کی نری جہالت اور خالص شرک ہے۔

باب پنجم

امام الانبیاء رحمت کائنات جناب محمد ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہیں

دلائل عقلیہ

اس سے قبل ہم قرآن کے قطعی دلائل احادیث صحیحہ پیش کر کے اپنے مدعیٰ کو ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے اب اس باب میں ہم عقلی دلائل پیش کریں گے اور ساتھ ساتھ مولوی چمن صاحب کے اعتراضات کا مسکت جواب بھی لکھیں گے۔

دلیل عقلی نمبر (۱):

آپ ﷺ صاحب اولاد تھے حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیھن اجمعین آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیاں تھیں اور حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ نبی مکرم کے داماد تھے اور جو کوئی بیٹی داماد اور ماں باپ والا ہوتا ہے وہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا، ورنہ کئی خرابیاں اور گستاخیاں لازم آئیں گے اس لئے آنحضرت ﷺ کو ہر وقت ہر جگہ موجود اور دیکھنے والا ماننا (حاضر و ناظر) عشق رسول نہیں بلکہ انتہائی گستاخی اور بے ادبی ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں۔

دلیل عقلی نمبر (۲):

آنحضرت ﷺ نے سفر میں قصر نماز پڑھی ہے اور ہمیں بھی سفر میں قصر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور ظاہر بات ہے کہ قصر اس پر ہے جو مسافر ہو اور مسافر وہ ہے جو ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے اور جو مسافر ہو وہ ہر جگہ ہر وقت حاضر (موجود) نہیں ہوتا، جو ہر جگہ ہر وقت موجود حاضر و ناظر ہو وہ مسافر نہیں ہوتا، اگر آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو حالت سفر میں آپ کیوں اور کیسے مسافر ہوئے؟ اگر مسافر نہیں تو نماز قصر کیوں فرمائی؟ اگر مسافر تھے تو حاضر و ناظر نہیں؟ جب جسم بشری کے ساتھ آن واحد میں سارے عالم کی سیر کرتے ہیں تو مسافر کیسے؟ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں تفصیل باب سوئم میں گزر چکی ہے

دلیل عقلی نمبر (۳):

واقعہ معراج کا تذکرہ قرآن میں ان لفظوں میں مذکور ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ (پ۱۵ آیت ۱) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی، اب اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو کیسے لے جایا گیا، جب پہلے سے آسمان اول میں بھی حاضر (موجود) آسمان ثانی میں بھی حاضر (موجود) سدرۃ المنتہیٰ میں بھی حاضر (موجود) جنت میں بھی حاضر تھے تو کیسے لے جایا گیا، آتا جاتا وہی ہے جو ہر جگہ حاضر موجود نہیں ہوتا، اب اگر آپ ﷺ کو حاضر و ناظر مانا جائے تو واقعہ معراج کا انکار لازم آتا ہے کیا معراج کا انکار نبی کی عظمت کا، نبی کے معجزہ کا انکار نہیں، کیا نبی کی عظمت کا منکر عاشق رسول ہو سکتا ہے؟ اسے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔ (تفصیل باب سوئم سبحان الذی اسریٰ کی وضاحت میں دیکھیں)

دلیل عقلی نمبر (۴):

آنحضرت ﷺ کا وجود مسعود از قبیل مرئیات ومبصرات ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی ولادت باسعادت کے بعد جہاں بھی تشریف فرما رہے وہاں کے سب لوگوں کو نظر بھی آتے رہے، مکہ مکرمہ میں رہے تو اہلیان مکہ کو نظر آتے رہے، مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اہلیان مدینہ کو نظر آتے رہے میدان بدر میں تشریف لائے تو بدر والوں نے بھی آپ ﷺ کو دیکھا احد وخندق میں تشریف لے گئے تو ان کو نظر آتے رہے اور جہاں بھی رہے وہاں کے سب لوگوں کو نظر آتے رہے مکہ میں تھے تو مشرکین مکہ کو بھی نظر آتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی نظر آتے تھے وہ آپ ﷺ سے ملتے مسائل پوچھتے تھے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں کوئی آدمی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کرسکتا کہ آپ ﷺ فلاں مقام میں یا مسجد نبوی میں حاضر (موجود) تو تھے مگر کسی کو نظر نہ آئے ۔تو اس وجہ سے اب تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کا وجود پاک روضہ مبارک میں ہے اور کہیں نہیں، ورنہ ضرور نظر آتے اپنوں کو بھی بیگانوں کو بھی جب آنحضرت ﷺ کا وجود مسعود از قبیل مرئیات ومبصرات ہے اہل بدعت بھی مانتے ہیں تو ماننا پڑیگا کہ آنحضرت ﷺ حاضر وناظر نہیں ہوتے ورنہ نظر کیوں نہیں آتے ،مولوی چمن کا آپ ﷺ کے نظر نہ آنے کو اللہ پر قیاس کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ خالق ہے نبی مخلوق ہے مخلوق کا خالق پر قیاس کرنا بے دینی ہے لاتدرکه الابصار اللہ کی ذات ہے۔

دلیل عقلی نمبر (۵):

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کے جسم پاک کے نیچے مزار مقدس میں جو مٹی ہے اس کے زرے زرے کی قدر عرش بریں سے زیادہ صرف اس لئے کہ عرش خدا کا مکان نہیں ہے اور روضہ مبارک آنحضرت کی آرام گاہ ہے اگر آنحضرت ﷺ کا قیام ہر مقام پر ہوتا

اور آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو لامحالہ پوری زمین کے زرے زرے کی قدر عرش بریں سے زیادہ ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

دلیل عقلی نمبر (۶):

آنحضرت ﷺ کے روضہ منورہ پر ہر وقت رحمت کے فرشتوں کا ہجوم رہتا ہے کوئی صلوٰۃ و سلام لا رہا ہے تو کوئی رحمتیں لے کر آ رہا ہے آخر اس مقام سے تخصیص کیوں؟ محض اس لئے کہ وہاں آپ ﷺ کا جسد اطہر اور آپ ﷺ موجود ہیں اور باقی مقامات میں نہیں اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کا دوسرے مقامات میں بھی ہجوم رہتا صرف اس مقام کی تخصیص نہ ہوتا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے ہیں۔

دلیل عقلی نمبر (۷):

آنحضرت ﷺ کو اگر ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر مانا جائے، تو کس طریقے سے روح مع الجسد کے اعتبار سے یا صرف روح کے اعتبار سے، اگر جسم کے اعتبار سے حاضر و ناظر مانا جائے تو جسم از قبیل مرئیات مبصرات ہے پھر نظر کیوں نہیں آتا؟ اس کا نظر نہ آنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا وجود اقدس یہاں نہیں اس لئے تو نظر نہیں آتا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ روح مع الجسد حاضر و ناظر نہیں، اگر صرف روح کے اعتبار سے حاضر و ناظر مانا جائے (یعنی یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی روح ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے) تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں (ا) یا تو آپ ﷺ کی روح پرفتوح کو من کل الوجوہ یہاں ماننا پڑے

گا (۲) یا علی سبیل الاحاطہ محیط مانا جائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، بکل شیء محیط تو اللہ کی ذات ہے ہر چیز پر محیط ہونا صرف اللہ کی صفت ہے اور اگر روح کو یہاں مانا جائے، اور جسم اطہر کو بغیر تعلق روح تسلیم کیا جائے تو جسدی حیات کا انکار لازم آئے گا، اگر صرف روح کو یہاں تسلیم کر لیں جسد اطہر کو روضۂ مبارک میں تسلیم کریں تب یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ روح مکمل ذات نہیں بلکہ ذات تو روح اور جسد کا نام ہے صرف روح کو مانا جائے پھر تو آدھی ذات کو حاضر و ناظر ماننا لازم آئے گا، اگر ان صورتوں کے علاوہ یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ روح مع الجسد روضۂ اقدس میں ہیں، وہاں سے مشاہدہ فرماتے ہیں پھر صرف ناظر (دیکھنے والا) ہوئے حاضر (موجود) تو پھر بھی نہ ہوئے، تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

دلیل عقلی نمبر (۸):

جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو داغ مفارقت دیا، تو صحابہ کرام کے دل مرجھا گئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دنیا ان کے لئے تاریک ہو گئی مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں، جو کھڑا تھا کھڑا رہ گیا، جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، طار عقلی میری عقل اڑ گئی۔ ام ایمن جدائی رسول اللہ ﷺ پر روتی ہوئی کہہ رہی تھی، ان الوحی قد انقطع من السماء، آج کے دن آسمان سے وحی منقطع ہو گئی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں فلما کان الیوم الذی دخل فیه رسول الله المدینة أضاء منها کل شیء فلما کان الیوم الذی مات فیها اظلم منها کل شیء

(مشکوۃ شریف ۵۴۷)

پس جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے مدینہ میں قدم رکھا تو ہر چیز روشن معلوم ہوئی تھی پس جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو مدینہ میں اندھیر انظر آنے لگا، اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو صحابہ کرام پریشان و غمگین نہ ہوتے، حضرت عمر پر کیفیت طاری نہ ہوتی حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ اور ام ایمنؓ پریشان و غمگین نہ ہوتیں، اگر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت انسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ، امھات المؤمنینؓ بنات نبیؐ کا یہ عقیدہ ہوتا، کہ آپ ﷺ جدا نہیں ہوئے بلکہ حاضر و ناظر ہیں روح مع الجسد جب چاہیں گے ہمارے پاس تشریف لائیں گے دیدار کرائیں گے، گفتگو فرمائیں گے، ہم پکاریں گے تو جواب بھی عنایت فرمائیں گے، تو یقیناً اس قسم کے اثرات رونما نہ ہوتے، تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

دلیل عقلی نمبر (۹):

اگر آپ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت موجود (حاضر) تسلیم کر لیا جائے تو کسی مقرر کو منبر پر بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر خطبہ دینے کی اجازت نہیں رہتا، کیونکہ اگر آپ ﷺ منبر کے اوپر تشریف فرما ہوں تو برابری لازم آئے گی، آپ ﷺ کے برابر بیٹھنا بے ادبی ہے اور اگر منبر سے نیچے تسلیم کیا جائے، تب بھی بے ادبی لازم آتی ہے اگر روح مع الجسد حاضر و ناظر مانا جائے، تو کسی عالم کو امامت کی اجازت نہیں رہتی، میرے نبی کی موجودگی میں انبیاء کرام کو امامت کے لئے آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی، تو کسی مولوی کو اجازت کیوں؟ اور کیسے؟ کہ آقا نامدار حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حاضر (موجود) ہوتے ہوئے، ان سے امامت میں آگے ہونا کتنی بڑی گستاخی

ہے ''کاش'' کہ اس حقیقت پر مولوی چمن صاحب ٹھنڈے دل سے غور کرتے تو ہرگز اس طرح عقیدہ نہ رکھتے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے ہیں، اس لئے تو خطیب کو منبر پر بیٹھنے، خطابت کرنے اور مولوی کو امامت کرنے کی اجازت ہے۔

دلیل عقلی (۱۰):

اگر آنحضرت ﷺ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جائے جیسا کہ مولوی چمن کا عقیدہ ہے تو آپ ﷺ کو ہر گناہ اور نافرمانی کی جگہ، شراب و کباب کی محفلوں، سینما ہالوں، جوئے اور سٹے کے اڈوں میں اور دوسرے گندے اور ناپاک مقامات میں موجود ماننا لازم آئے گا (نعوذ باللہ)۔ مولوی چمن آپ ہی بتائیں کیا یہ عقیدہ رکھنا نبی مکرم ﷺ کی گستاخی اور کفر نہیں ہے، کہ وہ ناپاک مجالس، بدنام محافل جہاں کوئی عام شریف آدمی نہیں جا سکتا وہاں جانے کو موجود ہونے کو اور ان مناظر کے دیکھنے (مشاہدے) کو شرافت کے خلاف سمجھتا ہے ایسے مقامات میں نبی مکرم ﷺ کو حاضر ماننا، ناظر ماننا یا روضہ اقدس سے مشاہدہ کرنے والا سمجھنا اور ایسا گندہ عقیدہ رکھنا، عشق رسول ہے، یا گستاخی رسول؟ یقیناً گستاخی رسول ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر یا روضہ اقدس سے مشاہدہ کرنے والا سمجھنا عشق رسول نہیں بلکہ گستاخی رسول ہے تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں، ایسا عقیدہ رکھنے والا گستاخ ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

مولوی چمن صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ایسی جگہوں اور ایسے مقامات میں

آپ ﷺ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی ورنہ کیا تم خدا کو حاضر و ناظر نہیں مانتے ہو؟ ایسے اعتراض بالکل بے بنیاد فضول اور بے ہودہ ہوتے ہیں، (مدنی موتی ۱۱۳)۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب باب سوئم میں گذر چکا ہے یہاں بھی مختصر جواب ملاحظہ فرمائیں ۔مولوی چمن کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے، مولوی چمن صاحب رحمت یا غضب سے بات نہیں بنتی ادھر دعوٰی کرتے ہو کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے ہیں کیا ہر جگہ ہر وقت سے یہ مقامات باہر ہیں؟ اگر نہیں تو ہم تمھیں یہی بتا رہے ہیں کہ تمھارے اس بے بنیاد فضول اور بے ہودہ شرکیہ عقیدے کی وجہ سے آپ ﷺ کی توہین ہوتی ہے اس لئے اس بے بنیاد فضول اور بے ہودہ عقیدہ سے توبہ کرلو

مولوی چمن کا جواب

مولوی چمن صاحب آگے لکھتے ہیں کہ ایسی جگہوں میں اور ایسے اوقات میں رسول اللہ ﷺ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی ۔(مدنی موتی ص ۱۱۳)

الجواب

مولوی چمن کہتے ہیں ایسے گندے مقامات میں حاظر ہوتے ہیں مگر متوجہ نہیں ہوتے (نعوذ باللہ) مولوی چمن صاحب !ایسے مقامات میں حاضر ماننا ہی گستاخی ہے چاہے متوجہ ہوں یا نہ ہوں اگر آپ کہتے ہیں کہ موجود نہیں ہوتے تو آپ کا عقیدہ گیا کیونکہ آپ حاضر مانتے ہیں اگر آپ صحیح کہیں کہ حاضر نہیں مگر ناظر ہیں (یعنی ان مقامات میں

موجود نہیں ہوتے مگر دیکھتے ہیں) پھر بھی نبی مکرم ﷺ کی بے ادبی ہے اگر نہیں تو ناظر نہ ہوئے ،یعنی اگر ان مجالس میں حاضر مانا تو گستاخی ہے اگر موجود نہیں تو حاضر نہ رہے، اگر دیکھتے نہیں ہیں تو ناظر نہ رہے اگر ناظر مانا جائے تو بے ادبی ہے، مولوی چمن صاحب نبی مخلوق ہے، مکلّف ہے، نبی مکرم ﷺ کو ایسے مجالس میں جانے سے منع کیا گیا ہے، اللہ خالق ہے، مخلوق کا خالق پر قیاس بے دینی ہے، جہالت ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے کمایلیق بشانه جو اللہ کے شان کے لائق ہے، اس پر کسی مخلوق کو قیاس نہیں کر سکتے۔

دلیل عقلی نمبر (۱۱):

ایک عام شریف آدمی قابل ستر اعضاء کو کسی بچے کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا، اگر آپ ﷺ کو حاضر و ناظر مانا جائے تو وہی کام امام الانبیاء ﷺ کی موجودگی میں کرنا لازم آئے گا ،(نعوذ باللہ) کیا آپ کا عشق رسول اس بات کی اجازت دیتا ہے، اگر نہیں اور آپ اس کو گستاخی سمجھتے ہیں تو تمھارا حاضر و ناظر کا عقیدہ گیا، اگر حاضر و ناظر مانا جائے ،تو یہ خرابی لازم آتی ہے، اگر تم کہو کہ موجود تو ہوتے ہیں مگر متوجہ نہیں ہوتے تو ناظر بھی نہ ہوئے ، گستاخی بھی ہوئی ، اگر کہتے ہو دیکھتے ہیں، موجود نہیں ہوتے پھر حاضر نہ رہے، اور گستاخی بھی ہے، اور ہاں کوئی عقل کا مارا اللہ کے حاضر و ناظر ہونے پر قیاس نہ کرے اللہ تو علیم بذات الصدور ہے وہ تو لایسئل عما یفعل وهم یسئلون کی شان والا ہے، وہ خالق کائنات ہے۔ مخلوق کو خالق پر قیاس باطل مردود اور بے دینی کے ساتھ ساتھ جہالت کی انتہاء ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

دلیل عقلی نمبر (۱۲):

حدیث رسول ﷺ کے مطابق دجال پوری دنیا میں جائے گا مگر کعبۃ اللہ کی وجہ سے مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، اور روضہ رسول ﷺ کی وجہ سے مدینۃ الرسول ﷺ میں نہیں جا سکے گا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے، اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت ہوتے تو دجال کا ساری دنیا میں آنا حرام کر دیا جاتا، حالانکہ ایسا نہیں۔

دلیل عقلی نمبر (۱۳):

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت قطعی ہے اور ہجرت کا معنی ومطلب ایک مقام چھوڑ کر دوسرے مقام، ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانا، ایک شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر جانا اور ایک علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقہ میں جا کر آباد ہونے کا نام ہے آپ ﷺ نبوت ملنے کے بعد ۱۳ سال تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر مکہ کا شہر کا چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور ظاہر ہے جب آپ مکہ میں تھے تو مدینہ میں نہیں تھے، جب مدینہ میں تھے تو مکہ میں نہ تھے اگر مدینہ میں پہلے سے موجود حاضر تھے تو ہجرت کرنے کا تشریف لے جانے کا کیا مطلب؟ اگر مکہ میں بھی موجود مانا جائے تو ہجرت کا انکار لازم آتا ہے ہجرت رسول کا انکار قرآن وسنت کا انکار ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے، دیگر اعتراض اور جواب باب سوئم میں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل عقلی نمبر (۱۴):

صحابی اس خوش نصیب کو کہا جاتا ہے جو حالت بیداری میں ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت کر لے یا نبی مکرم ﷺ کی مجلس میں جائے، یعنی اس کو نبی ﷺ کی مجلس مل جائے، اور جس طرح آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے اب کوئی نیا نبی رسول نہیں آئے گا، اسی طرح آپ ﷺ کے بعد صحابیت کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے کیونکہ صحابی تو آپ کو حالت بیداری میں روح مع الجسد زیارت کرنے اور آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والے کو کہتے ہیں جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور روضۃ من ریاض الجنۃ میں آرام فرمارہے ہیں اس لئے آپ ﷺ کو جسد بشری کے ساتھ حالت بیداری میں دیکھا نہیں جا سکتا اس لئے صحابیت کا دروازہ بھی بند ہو گیا، (یاد رکھئے جسم مثالی کو حالت بیداری میں دیکھا جا سکتا ہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) اگر آپ ﷺ روح مع الجسد یعنی جسم بشری کے ساتھ حاضر وناظر ہوتے تو صحابیت کا دروازہ بند کیوں ہوتا؟ اب اگر آپ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر مانا جائے تو تمام دنیا کے مسلمانوں کو صحابی ماننا پڑے گا۔ اب مولوی چمن صاحب سے میرا سوال ہے کیا آپ سارے مسلمانوں کو یا کم از کم آپ ﷺ کو حاضر وناظر ماننے والوں کو صحابی مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بقول آپ کے نبی مکرم ﷺ روح مع الجسد جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو کیا آپ صحابی بن گئے ہو؟ اگر نہیں ہرگز نہیں تو پھر جو نبی مکرم کی مجلس میں جائے یا جو آپ ﷺ کو حالت بیداری میں روح مع الجسد جسم بشری کے ساتھ دیکھ لے پھر بھی صحابی نہ بنے، آپ ہی بتائیں اس کو کیا کہتے ہیں؟ آپ نے نہیں دیکھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آقا کو حالت بیداری میں روح مع الجسد دیکھا تو صحابی بن گئے، حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا تو صحابی بن گئے، حضرت عثمان غنیؓ کو نبی کی مجلس مل گئی تو صحابی بن گئے حضرت علیؓ کو مجلس نبوی ملی تو وہ بھی صحابی بن گئے، آپ ﷺ کو ایمان کی حالت میں جس نے بھی دیکھا وہ صحابی بن گئے اب آپ ﷺ کو حاضر وناظر بھی مانتے ہیں پھر بھی آپ صحابی نہیں

بنتے آخر کیوں؟

تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں اس لئے کوئی صحابی نہیں بنتا اگر آپ کو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر اصرار بھی ہے اور آپ صحابی بھی نہیں بنتے تو مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ میں کچھ بدنصیب وہ بھی نظر آتے ہیں اُن کو نبی کی مجلس بھی ملی پھر بھی صحابی نہیں بنے، انہوں نے نبی کو دیکھا بھی مگر صحابی نہیں بنے جیسا کہ ابو جہل، ابولہب عتبہ، منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی، مشرکین مکہ اور منافقین وغیرہ ان کو نبی کی مجلس بھی ملی نبی مکرم ﷺ کو دیکھا بھی مگر صحابی نہیں بنے کیونکہ مشرک تھے۔

مولوی چمن صاحب! اب آپ ہی غور کریں جب آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر (موجود دیکھنے والا) ہے تو آپ صحابی کیوں نہیں بنے؟

مولوی چمن کا اعتراف حقیقت

مولوی چمن صاحب! لکھتے ہیں بعد از وصال کوئی خواب میں دیکھے یا بیداری میں برکت حاصل ہوگی جنت کی ٹکٹ ملے گی زیارت ہوگی مگر صحابی نہیں بن سکتا۔ (مدنی موتی ص ۱۱۴)

جواب:

مولوی چمن صاحب! یہ تو آپ نے تسلیم کرلیا کہ وصال کے بعد کوئی آپ ﷺ کو خواب میں دیکھے یا بیداری میں زیارت کرے صحابی نہیں بن سکتا۔ ہمارا مدعیٰ تو ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اس لئے کوئی صحابی بھی نہیں بن سکتا اگر حاضر و ناظر ہوتے تو آج بھی روح مع الجسد بیداری میں ایمان کی حالت میں زیارت

کرنے والا صحابی ہوناہاں خواب میں یا بیداری میں کسی نے دیکھا بھی ہے تو وہ جسم مثالی ہے جسم مثالی اور چیز ہے حاضر و ناظر ہونا الگ مسئلہ ہے۔

اعتراض:

مولوی چمن کا مبلغ علم

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے واقعات وحکایت میں ان واقعات کو بھی بیان کیا جو بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کئے ہیں ان واقعات کو پڑھ کر پہلے اپنے مولویوں سے سوال کریں اگر وہ نہ سمجھا سکے تو ہم حاضر ہیں۔

جواب:

یہ ہی مولوی چمن صاحب کا مبلغ علم جو ان کی جہالت کا اعلان برسر عام کرر ہا ہے جو واقعات آپ نے لکھے ہیں بلکہ پوری کتاب حکایات اور خوابوں سے بھری پڑی ہے۔ ابتدائی چند صفحات پر دلائل کے نام پر مغالطے ہیں پھر صفحہ نمبر ۳۰ سے حکایات کا سلسلہ چلا ہے تو کتاب کے آخر تک یہی سلسلہ خواب وحکایات کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا ان تمام واقعات میں جو بیان ہوا ہے وہ تو صورت مثالی کا ذکر ہے اور مولوی چمن صاحب ان کو نہ سمجھتے ہوئے حاضر و ناظر چوری سینہ زوری اسی کا تو نام ہے، مولوی چمن صاحب صورت مثالیہ ہوں یا لطائف غیبیہ اُن کا متنازعہ فیہا حاضر و ناظر سے کوئی ربط نہیں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اپنی لیاقت علمی کی وجہ سے دونوں کو ایک کر دیا کہاں عالم مثال، کہاں عالم دنیا، کہاں عالم خواب، کہاں عالم بیداری، مگر مولوی چمن

صاحب سے گلہ بھی نہیں، قوالی وعرس میں زندگی گزارنے والے، مناظر ومفتی اور مؤلف بننے کے شوق میں جب علمی میدان میں قدم رکھیں گے تو یہی کارنامہ سرانجام نہ دیں تو اور کیا کریں گے یہ میری باتیں نہیں بلکہ مولوی چمن صاحب کے ایک اعلیٰ حضرت مفتی احمد یار گجراتی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ دیوبندی ہمیں مار گئے پھر واحسرتا واحسرتا کا عنوان باندھا ہے اس کے بعد اپنی تاریخ کو دو شعروں میں یوں بیان کیا۔

اہل سنت بحر قوالی و عرس

اور اہل دیوبند بحر تصنیفات ودرس

گجراتی صاحب لکھتے ہیں ہم دو چیزوں کے لئے پیدا ہوئے ہیں قوالی اور عرس اور ہمارے بارے میں لکھتا ہے دیوبندی بحر تصنیفات ودرس، دیوبندی قرآن وسنت پڑھنے پڑھانے اور لکھنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، دیوبندی کہیں تفسیر لکھ رہے ہیں کہیں حدیث کی تشریح کہیں کتب فقہ کی شروحات، کہیں سیرت النبی کہیں صحابہ کی شان لکھ رہے ہیں اب قوالی اور عرس منانے والے جب علمی میدان میں قدم رکھیں گے تو ایسے ہی گل کھلائیں گے۔

صورت مثالیہ کی حقیقت

مولوی چمن صاحب! ان تمام واقعات میں جو بیان ہوا ہے وہ تو صورت مثالی کا ذکر ہے صورت مثالیہ عالم مثال کی ایک شے ہے جو اصل نہیں ہوتی صرف اصل کے مشابہ ہوتی ہے اس کی نقل وحرکت اور کہیں حاضر ہونے سے اصل کی نقل وحرکت اور حاضر وناظر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اصل کو علم ہی نہیں ہوتا کہ میری مثالی صورت کیا کر رہی

ہے اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے زندہ انسان کو کوئی خواب میں دیکھے اور اس سے گفتگو یا بحث وتکرار کرے لڑائی، جھگڑا کرے اور صبح وہ اصل اور زندہ انسان سے پوچھے تو وہ کہے گا کہ مجھے علم ہی نہیں کہ تم نے کس سے بات کی ہے، کس کو دیکھا ہے تو خواب میں ایک مثالی صورت سے ملاقات ہوتی ہے اصل سے نہیں یہ اصل کے مشابہ ہوتی ہے اصل کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔

مجدد الف ثانی اور علامہ عبد الحق محدث دہلویؒ کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں" واولیائے کہ صاحب علم وکشف اندجائزست کہ بربعضے ازخوارق خود اطلاع پیدانہ کنند بلکہ صورمثالیہ ایشاں را درامکنہ متعددہ ظاہر سازند ودر مسافات بعیدہ کارہائے عجیبہ وغریبہ ازاں صور بظہور آرند کہ صاحب آں صور راازانہا اصلا اطلاع نیست" (مکتوبات دفتر اول حصہ سوم مکتوبات نمبر ۲۱۶، ص ۱۲۱)

ترجمہ:

وہ حضرات اولیائے کرام جو صاحب علم وکشف ہیں جائز ہے کہ ان کو اپنے بعض خوارق (کرامات) پر اطلاع نہ ہو بلکہ ان کی مثالی صورتیں متعدد جگہوں میں ظاہر ہو کر اور مسافت بعیدہ طے کر کے عجیب وغریب کام سرانجام دے دیں حتی کہ ان مثالی صورت والوں کو ان کاموں کی مطلق بالکل کوئی اطلاع ہی نہ ہو۔

اور اسی طرح حضرت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

دیدن آنحضرت ا بعد ازموت بمثال است چنانچه درنوم مرئ شود دریقظ نیز می نماید وآن شخص شریف که در مدینه درقبر آسوده وحی است ہماں متمثل می گردد در یك آن متصوّر بصور متعدده عوام را درمنامی می نماینده وخواص را دریقظه "مدراج النبوۃ"۔

ترجمہ:

آپ ﷺ کا وفات کے بعد دیکھنا مثال ہی کے ساتھ ہے جس طرح یہ مثالی صورت نیند میں دیکھی جاسکتی ہے اسی طرح بیداری میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور جوذات مقدسہ مدینہ طیبہ میں قبر کے اندر آرام فرمااور زندہ ہے وہی ذات مثالی صورت میں ایک دن میں متعدد صورتوں میں متمثل ہوکر عوام کوخواب میں اور خواص کو بیداری میں دیکھادی جاسکتی ہے۔مولوی چمن صاحب صور مثالیہ ہوں یالطائف غیبیہ ہوں اس کا متنازعہ فیھا حاضروناظر سے کوئی تعلق نہیں اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ حاضروناظر نہیں۔(مزید تفصیل اپنے مقام پرآئے گی)

باب ششم

چودہ سو سال کے ائمہ دین فقہاء اسلام کا مسلمہ عقیدہ اور متفقہ فیصلہ

قرآن کے قطعی دلائل احادیث رسول ﷺ اور عقلی دلائل سے ہمارا مدعیٰ ثابت ہوگیا، کہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خاصہ خداوند ہے، اللہ کے سوا کوئی ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں، یہاں تک کہ امام الانبیاء، رحمت عالم، سرور کونین، ساقی کوثر تاجدار مدینہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ بھی اپنی تمام تر عظمتوں، رفعتوں اور فضائل کے باوجود ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں، اب ہم اس باب میں چودہ سو سال کے فقہائے اسلام کا فیصلہ اور ان کا مذہب تائیدی طور پر آپ کے سامنے پیش کریں گے تاکہ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کے حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ متفقہ عقیدہ ہے اور چودہ سو سال کے علماء کا مسلمہ عقیدہ ہے اور انبیاء، اولیاء کے ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ایجاد بندہ اور اختراعی ہے اس لئے فقہائے اسلام اور محققین اہل سنت، ائمہ دین کا مذہب باحوالہ پیش کریں گے اور اس کا آغاز چوتھی صدی ہجری کے علماء سے شروع کر کے چودہ سو تیس ہجری (۱۴۳۰) تک کے علماء کی تصریحات پیش کریں گے، چوتھی صدی کے علماء کی تصریحات سے آغاز کرنے کی وجہ یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ

کرام کا مذہب تو ہم پیش کر چکے ہیں اور یہی مذہب حضرات تابعین کا تھا اور یہی مذہب تبع تابعین کا تھا قارئین کرام اس وضاحت کے بعد آیئے فقہائے اسلام کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

چوتھی اور پانچویں صدی کے امام علامہ عبدالرشید ظهیر الدین الحنفی المتوفی ۵٤٠ھ کا فتوی

تزوج امرأة ولم يحضر شاهد فقال تزوجتك بشهادة الله ورسوله يكفر لانه يعتقد بان النبي ﷺ يعلم الغيب اذلاشهادة لمن لاعلم له به ومن اعتقد هذا، هذا كفر (فتاوی ولوالجیہ باب النکاح بحوالہ براہین اہل سنت)

ترجمہ:

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا مگر گواہ موجود نہیں تھے اس شخص نے عورت کو خطاب کرتے ہوئے یوں کہا، میں تیرے ساتھ خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم الغیب تھا کیونکہ جس کو علم نہ ہو وہ گواہ کیسے بن سکتا ہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ آپ ﷺ کو علم غیب تھا اور آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو وہ کافر ہے۔

صاحب هدايه امام علی بن ابوبکر الحنفی (المتوفی ۵۹۳ھ) کا فتویٰ

اسی طرح ان دو صدیوں کے فقہائے اسلام میں سے صاحب ہدایہ علی بن ابوبکر الحنفی المتوفی

۵۹۲ھ نے اپنی کتاب تجنیس صفحہ ۲۹۷ میں آپ ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر وناظر ماننے والوں پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔

پانچویں اورچھٹی صدی کے امام اجل حسن بن منصور المعروف قاضی خان المتوفی ۵۹۹ھ کا فتویٰ

رجل تزوج امرأة بغیر شھود فقال الرجل للمرأة (خدائے راو پیغامبر را گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول اللهﷺ یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت

(فتاوی قاضی خان ص ۸۸۳ بحوالہ براہین اہل سنت وتبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر)

ترجمہ :

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو گواہ بناتے ہیں حضرات فقہائے کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آپ ﷺ غیب جانتے تھے حالانکہ آپ ﷺ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا کیسے غیب جانتے ہیں۔

اسی طرح ساتویں صدی کے محقق عالم دین امام عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الحنفی المتوفی ۷۵۶ھ نے اپنی کتاب مواقف میں اسی فتوی کی تائید فرمائی ہے۔

آٹھویں اورنویں صدی کے امام ابوحنیفہ ثانی علامہ زین العابدین بن نجیم الحنفیؒ کافتویٰ

لو تزوج بشهادة اللّٰہ ورسوله لاینعقد النکاح ویکفر لاعتقاده انه ﷺ یعلم الغیب۔ (حوالہ بحر الرائق ج۵ ص۱۶ بحوالہ ایضا)

ترجمہ:

اگر کسی شخص نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کیا نکاح تو سرے سے ہی منعقد نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں۔

دسویں اور گیارھویں صدی کے پانچ سو محقق علماء کا متفقہ فتویٰ

فتاوی عالمگیری وہ کتاب ہے جس کو حضرت سلطان عالمگیرؒ نے پانچ سو محقق علماء اور فقہاء کرام سے مرتب کرایا، عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تزوج رجل امرأة ولم یحضر الشهود وقال خدائے راورسول را گواہ کردیم اوقال خدائے راوفرشتگاں را گواہ کردیم یکفر ولو قال فرشتہ دست راست را گواہ کردم وفرشتہ دست چپ را گواہ کردم لا یکفر (فتاوی عالمگیری ج۲ ص۴۱۲)

ترجمہ:

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں دائیں اور

بائیں پہلو والے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو کافر نہ ہوگا۔

بارھویں اور تیرھویں صدی کے محقق ائمہ کا فتوی

الامام قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ نے ارشاد الطالبین میں بھی یہی فتوی دیا ہے اسی طرح لکھتے ہیں، اگر کسے بدون شہود نکاح کرد وگفت خدا اور سول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود

(مالابد منہ ص ۱۷۰)

چودھویں صدی کے عالم مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ کا فتوی

فی الواقع ہمچو اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناضر اند وبہمہ حال بہ نداء ما مطلع میشوند اگر چہ بحیلہ باشد شرک است چہ ایں صفت از مختصات حق جل جلالہ است کسے را دراں شرکت نیست۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ا ص ۲۴۵)

ترجمہ:

اس قسم کا عقیدہ (رکھنا) کہ انبیاء واولیاء ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور ہر حالت میں دور سے ہماری نداؤں پر اطلاع پاتے ہیں شرک ہے کیونکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے مختصات سے ہے کسی کو اس میں شرکت نہیں۔

اس کے علاوہ مشہور فتاوی جات کی عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں

ان زعم ان النبی ﷺ یعلم الغیب یکفر فما ظنک بغیرہ۔ (حوالہ جواہر اخلاصیہ)

ترجمہ :

اگر کسی نے یہ گمان کیا آنحضرت ﷺ غیب کا علم جانتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اگر کسی دوسرے سے متعلق یہ عقیدہ رکھے تو کیوں کر وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟

فتاویٰ تاتارخانیہ کی عبارت

تزوج بشهادة الله ورسوله لاينعقد النكاح ويكفر لاعتقاده ان النبى ﷺ يعلم الغيب (فتاویٰ تاتارخانیہ)

ترجمہ :

جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا مگر وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ غیب جانتے ہیں

امام الاولیاء حضرت جنید بغدادی کا عقیدہ

الروح أستاثر الله بعلمه فلم يطلع عليه احدا من خلقه

(حوالہ براہین اہل سنت)

ترجمہ :

روح کی حقیقت کا علم خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی۔

قارئین گرامی: ہم نے آپ کے سامنے قرآن کے قطعی دلائل احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ پیش کرنے کے بعد اس باب میں چودہ سو سال کے حضرات فقہائے کرام اور

ائمہ دین کا مذہب اور فتاوی جات اُن کی کتابوں سے باحوالہ آپ کے سامنے رکھا اور یہ بات ثابت ہوا، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر نہیں یہاں تک کہ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی حاضر وناظر نہیں اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں بلکہ چودہ سو سال کے محقق علماء اور ائمہ سو فیصد اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ عالم الغیب اور حاضر وناظر نہیں۔

(اس کی مزید تفصیل دیکھنا چاہیں تو امام اہل سنت شیخ الحدیث علامہ محمد سرفراز خان صفدر کی کتاب ''ازالۃ الریب'' اور ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' اور علامہ دوست محمد قریشی کی کتاب ''براہین اہل سنت'' کا مطالعہ فرمائیں)

مولوی چمن صاحب کے جاھلانہ تاویلات اور ان کا رد

اعتراض نمبر (۱):

یہ فتویٰ اس لئے لگایا کہ اُس نے قرآن کے حکم دو عادل گواہوں تم میں سے اس کو معمولی جانا۔ (مدنی موتی ۱۱۶)

اعتراض نمبر (۲):

اس نکاح سے بہت بڑے فتنہ اٹھنے کا خطرہ تھا (مدنی موتی ۱۱۷)

اعتراض نمبر (۳):

اگر کسی کتاب میں یہ بات واقع ہے کہ آپ ﷺ کو حاضر وناظر ماننے کی وجہ سے وہ کافر ہوگا، پہلے ایسی بات کسی فتاویٰ میں ہوگی ہی نہیں اگر ہوگی بھی تو اتنے نصوص قرآن

پاک اور حدیث مبارکہ کے ہوتے ہوئے اس ایک فتویٰ کو نہ مانا جائے گا (مدنی موتی ۱۱۷)

اعتراض نمبر (۴):

یہ فتویٰ فتاوی عالمگیری میں نہیں بلکہ کافر ہو جائے گا تجنیس میں ہے۔(مدنی موتی ۱۱۶)

جواب:

یہ مولوی چمن صاحب کی جاہلانہ تاویلات ہیں میں نے چودہ سو سال کے علمائے کی عبارات پیش کی ان فقہاء نے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ شخص آپ ﷺ کا حاضر و ناظر اور عالم الغیب ماننے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، ان عبارات کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں جیسا کہ البحر الرائق کی عبارت میں **یکفر لاعتقادہ انہ ﷺ یعلم الغیب**. ترجمہ: وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا کہ آپ ﷺ عالم الغیب (حاضر و ناظر) ہیں، اسی طرح قاضی خان کی عبارت **یکون کفرا لانہ اعتقدان رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب**۔ ترجمہ: یہ شخص آپ ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر ماننے کی وجہ سے کافر ہو گا۔

جب ان فقہاء اسلام نے خود وضاحت کر دی یہ شخص آپ ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا تو مولوی چمن صاحب کا یہ کہنا کہ حکم خدا کو معمولی جاننے یا فتنہ اٹھنے کی وجہ سے کافر کہا محض دفع الوقتی اور چالاکی کی ناکام کوشش ہے

مولوی چمن صاحب! آپ نے لکھا کہ فتویٰ عالمگیری میں نہیں ہے تو آپ سے گذارش ہے فتویٰ عالمگیری کی عبارت جلد صفحہ نمبر میں نے نقل کر دی ہے اب آپ **فلعنۃ اللہ علی الکاذبین** (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت) کا ورد کرتے ہوئے عالمگیری کی عبارت پڑھیں تسلی نہ

ہوتو احمد یار صاحب کی کتاب ''جاء الحق'' کا مطالعہ بھی کریں انشاء اللہ دماغ صاف ہو جائے گا اگر آپ کے پاس یہ کتاب نہیں (ہوگا بھی نہیں کیونکہ عرسوں سے جو فرصت نہیں) تو میں یہ کتاب ھدیۃً دے سکتا ہوں اُس میں دیکھ کر تسلی کرلیں، انشاء اللہ پڑھنے کے بعد واضح ہوگا کہ جھوٹ بولنا اور لکھنا کس کا ورثہ ہے آگے مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بارے میں حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے کسی کتاب میں نہیں ہے۔

مولوی چمن صاحب! عبارت بحوالہ میں پیش کردیا ہے ملاحظہ فرمائیں نہیں تو جاء الحق مقیاس حنفیت ہی کا مطالعہ کریں اس کا انکار تو تیرے اعلیٰ حضرات بھی نہیں کرتے وہ تو مانتے ہیں۔

یہ فتاویٰ جات میں موجود ہیں آگے چمن صاحب لکھتے ہیں اگر ایسی بات کسی فتاویٰ میں ہوگی تو اتنے نصوص اور حدیث مبارکہ کے ہوتے ہوئے اس فتویٰ کو نہ مانا جائے گا (مدنی موتی ۱۷۱) مولوی چمن صاحب! دل کی بات آپ نے آخر کار ظاہر فرما دی مقصد آپ کا یہی تھا عزم یہی تھا تو شروع میں لکھ دیتے کہ اس کو ماننے سے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے خواہ مخواہ جاہلانہ تاویلات لکھ کر ہمارا اور قارئین کا وقت کیوں برباد کیا، جہاں تک نصوص قرآن اور حدیث کی بات ہے ہم سے وہ فقہاء اسلام قرآن وحدیث کے زیادہ سمجھنے والے تھے، امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے ''الفقہاء اعلم بمعانی الحدیث'' فقہاء حدیث کے معنی ومطلب کو زیادہ جانتے ہیں۔ اگر کوئی آیت اور حدیث ایسی ہوتی جس میں آپ ﷺ کو حاضر وناظر عالم الغیب کہا گیا ہوتا تو فقہاءِ اسلام کو اس آیت یا حدیث کا ضرور علم ہوتا اور وہ کفر کا فتویٰ نہ لگاتے انہوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہی اس لئے کہ قرآن وحدیث میں تو اللہ

تعالیٰ کو حاضر و ناظر بتایا گیا ہے، یہ اللہ کی صفت خاصہ ہے، نبی کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ جہاں تک قرآن کی چند آیات کو اور چند احادیث کو آپ نے آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر بطور دلیل پیش کی ہے وہ تو آپ کے فہم کی کمی ہے اور آپ کو مغالطہ لگا ہے، ان پر تفصیلی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، ہمارے علماء کرام کی کتابوں سے جو واقعات آپ نے بطور دلیل پیش کی ہیں اُن کا مختصر جواب گذر چکا ہے، تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی، مولوی چمن صاحب! جہاں تک منوانے کا تعلق ہے وہ ہمارا کام نہیں آپ مانیں یا نہ مانیں ہمارا کام بتانا ہے، ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے

انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

باب ہفتم

مغالطوں کے مسکت جوابات

مولوی چمن کا پہلا مغالطہ

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں حاضر کا معنیٰ شہروں اور بستیوں میں رہنے والا بڑا قبیلہ اور ناظر کا معنیٰ لکھتے ہیں ناظر وہ ہے جو ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے اسی لئے حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اللہ کو حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والا) کہنا ہرگز جائز نہیں، بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ اللہ کو حاضر و ناظر (ہر جگہ ہر وقت موجود اور دیکھنے والا) کہتے ہیں۔

(مدنی موتی صفحہ ۱۵)

جواب نمبر ۱

مولوی چمن صاحب بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہو یا نہ ہو؟ مگر آپ غلط فہمی کے ساتھ ساتھ انتہائی جہالت میں بھی مبتلا ہیں۔ مولوی چمن صاحب مصباح اللغات یا المنجد والے نے حاضر و ناظر کا جو معنیٰ نقل کیا ہے وہ مخلوق کے حال کے مناسب نقل کئے ہیں انہوں نے یہ کب؟ اور کہاں لکھا؟ کہ اللہ پر لفظ حاضر کا اطلاق ناجائز ہے یا انہوں نے کب لکھا کہ جب حاضر کا لفظ جب اللہ کے لئے اطلاق کیا جائے تو اس سے یہی منقولہ معانی مراد ہونگے۔ ہاں لفظ حاضر (جو شہید کا لفظی ترجمہ ہے) کا اطلاق جب اللہ پر ہوگا تو اسی طرح

ہوگا جو اللہ کی جلالت شان کے لائق اور مناسب ہو اور اللہ کے لئے حاضر کا معنیٰ شہروں اور بستیوں میں رہنے والا نہ ہوگا، جو مخلوق کی شان کے لائق ہے، یا انہوں نے یہ کب لکھا کہ حاضر کا اطلاق اللہ کے لئے ناجائز ہے اور کہاں لکھا ہے کہ لفظ کا حاضر جب اللہ کے لئے اطلاق کیا جائے تو اس سے یہی منقولہ معانی مراد ہونگے، لفظ حاضر (جو بصیر کا لفظی ترجمہ ہے) کا اطلاق جب اللہ پر ہوگا تو اسی طرح ہوگا، جو اس کی جلالت شان کے لائق اور مناسب ہو، اللہ کے لئے ناظر کا معنیٰ ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے والا وغیرہ نہ ہوگا جو مخلوق کی شان کے لائق ہے۔

مولوی چمن صاحب لکھتا ہے کہ اللہ کو حاضر و ناظر کہنا ناجائز ہے کیونکہ مصباح اللغات اور منجد میں حاضر کا معنیٰ شہروں میں رہنے والا اور ناظر کا معنیٰ ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے والا کیا ہے۔ (مدنی موتی ص ۱۵)

جواب نمبر ۲

اب آیئے مصباح اللغات اور منجد میں دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ کے لئے حاضر و ناظر کا استعمال ہوا ہے کہ نہیں، مصباح اللغات میں الشہید کا معنیٰ لکھا ہے حاضر، البصیر کا معنیٰ لکھا ہے بینا یعنی ناظر، اسی طرح المنجد میں بھی شہید کا معنیٰ لکھا ہے حاضر اور البصیر کا معنیٰ کیا بینا یعنی ناظر اسی طرح مشہور لغت صراح میں بھی شہید کا معنیٰ حاضر و گواہ کیا، اور بصیر کا معنیٰ بینا یعنی ناظر کیا، تمہارے بقول اگر حاضر وہی ہوتا ہے جو جسم کے ساتھ شہروں میں رہے اور ناظر صرف اسی کو کہا جا سکتا ہے جو جسمانی آنکھوں سے دیکھے تو اہل لغت اور ائمہ لغت نے الشہید کا معنیٰ حاضر اور البصیر کا معنیٰ ناظر کیسے کیا؟ جن کتابوں سے آپ استدلال

کر کے لکھتے ہیں کہ اللہ کو حاضر و ناظر کہنا جائز نہیں وہی اہل لغت اللہ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔اب ہم آپ کی بات مانیں کہ آئمہ لغت کی بات مانیں؟ اگر ناجائز تھا تو انہوں نے استعمال کیسے کیا؟

جواب نمبر (۳):

مولوی چمن صاحب اب اپنے اس قاعدہ کو اور لغوی تحقیق کو (کہ ناظر اسکو کہتے ہیں جو جسمانی آنکھوں سے دیکھے، حاضر وہی ہوتا ہے جو جسموں کے ساتھ شہروں میں رہے) سامنے رکھ کر درجہ ذیل آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ کا مطلب بتا دیجئے **قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون** (پارہ۹، آیت ۳) کہا نزدیک ہے رب ہلاک کر دے تمھارے دشمن کو اور تمھیں زمین کا خلیفہ بنا دے پھر وہ نظر کرے تم کیسا کام کرتے ہو۔مولوی چمن صاحب اگر نظر کرنا اسی کا کام ہے جو جسمانی آنکھیں رکھتا ہو تو بتائے اس آیت میں فلینظر (یعنی خدا نظر کرے) کے کیا معنی ہوئے؟ اگر ناجائز تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیوں استعمال فرمایا؟ اگر ناجائز تھا تو اللہ نے قرآن میں کیوں ذکر فرمایا؟ کیا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی غلط فہمی کا شکار تھے؟ (نعوذ باللہ) اگر نظر وہی کرتا ہے جو جسمانی آنکھیں رکھتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے **فلینظر** کیوں استعمال فرمایا؟ اللہ نے منع نہیں فرمایا میرے کلیم یہ لفظ تو ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے میرے لئے اس لفظ کو استعمال نہ کر۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے **ثم جعلنا کم خلئف فی الارض من بعد ھم لننظر کیف تعملون** (پارہ ۱۱، ۱س، یونس)

ترجمہ:

پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے بعد کہ نظر کریں تم کیا کرتے ہو۔

حدیث نمبر (۱):

ان الله نظر الی الارض فمقتهم عربهم وعجمهم الابقایا من اهل الکتاب (مسلم شریف ج۲)

ترجمہ:

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نظر کی اور دیکھا تو تمام عرب وعجم والوں پر ناراض ہوا مگر اہل کتاب میں کچھ آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ گئے۔

یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اللہ کیلئے ''نظر'' کا لفظ استعمال فرمایا۔

حدیث نمبر (۲):

ان اللّٰہ مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون (ترمذی شریف ج۲)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں زمین کا خلیفہ بنانیوالا ہے اور پھر دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

مولوی چمن صاحب! اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے اللہ کے لئے صاف لفظ ناظر کا استعمال فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کیلئے حاضر وناظر کا استعمال ناجائز ہے تو آپ ﷺ نے یہ لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ کیا یہ استعمال فرما کر آپ ﷺ نے ناجائز کیا؟ (نعوذ باللہ) کیا

رحمت کائنات ﷺ غلط فہمی کا شکار تھے (نعوذ باللہ) اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یہ تمھاری جہالت ہے کہ جو معنی ائمہ لغت نے مخلوق کے حال کے مناسب نقل کئے تھے تم نے وہ معنی خالق کے لئے مراد لیا۔

جواب نمبر (۴):

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما کنا غائبین (پارہ ۸، اعراف)

اور نہیں ہیں ہم غائب، اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی وقت باآواز بلند ذکر کر رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا، انکم لاتدعون اصم ولا غائبا (بخاری شریف ج ۲) (میرے صحابہ) تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو مولوی چمن صاحب قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ غائب نہیں (ظاہر ہے کہ حاضر ہے) نبی آخر الزمان ﷺ کے فرمان عالی شان کے مطابق اللہ غائب نہیں تمھاری تحقیق کے مطابق حاضر نہیں، ہم تو اہل سنت ہیں ہم قرآن وسنت کے مطابق عقیدہ رکھیں گے اللہ کا حکم مانیں گے نبی مکرم ﷺ کا فرمان مانیں گے اور یہی کہیں گے اللہ حاضر وناظر ہے غائب نہیں۔

جواب نمبر (۵):

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اللہ کیلئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال فرمایا ہے فرماتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ بر احوال جزی وکلی او مطلع است وحاضر وناظر شرم باید کرد۔

اسی طرح شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ لکھتے ہیں، وبدانکہ خدائے تعالیٰ حاضر است نہ غائب اور ائمہ لغت نے بھی الشہید کا معنی الحاضر البصیر کا معنی الناظر

کیا ہے۔اب مولوی چمن صاحب فرمایئے! کیاان بزرگان دین نے ناجائز کیا؟ کیاان ائمہ نے ناجائز کیا؟ کیا یہ بزرگان دین اور لغت کے امام بھی غلط فہمی کا شکار تھے؟ اگر حاظر وناظر کا وہی معنی ہے جو مولوی چمن صاجب نے نقل کیا ہے تو ان بزرگان دین نے ائمہ لغت نے اللہ کیلئے کیوں اور کیسے استعمال فرمایا؟ تو ظاہر ہے وہ معنی مخلوق کے حال کے مناسب نقل کئے ہیں جب مخلوق پر اطلاق ہوگا تو وہ معنی مراد ہوگا اور جب اس کا اطلاق اللہ پر ہوگا تو اسی طرح ہوگا جو اس کے جلالت شان کے لائق اور مناسب ہے اس لئے ہم اللہ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں سمیع وبصیر مانتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالی اسی طرح حاضر وناظر ہے جو اس کے شان کے لائق اور مناسب ہے۔لیس کمثلہ شئی

مولوی چمن پاسبائی ذاکر

مولوی چمن صاحب ایک مقام پر ذاکر کا پاٹ ادا کرتے ہوئے صحابی رسول داماد نبی خسر عمر مشیر ابوبکر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے مولیٰ کائنات مشکل کشاء کا نام علی ہے (مدنی موتی ص ۱۳)

جواب:

اس پر ہم اختصار کے پیش نظر اتنا ہی عرض کریں گے کہ آپ کا مذھب کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ مذاھب کا مکسچر ز چون چون کا مربہ کے مصداق ہے کچھ باتیں عیسائیت سے لے لی جیسا کہ حاضروناظر اور کچھ باتیں شیعہ کے فرقہ ضالہ مضلہ سے لے لی جیسا کہ حاضر وناظر عطائی کچھ باتیں اسماعیلیوں سے لے لی جیسا کہ حلول اور کچھ باتیں اثنا عشری سے

لے لی جیسا کہ علی مشکل کشا، مولائے کائنات، عالم الغیب وغیرہ اور بن گیا آپ کا مذھب (مذھب رضا خانی)۔ مولوی چمن صاحب حضرت علی رحمت کائنات کے جلیل القدر صحابی داماد نبی ﷺ مشیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے خلیفہ چہارم تھے ان کے فضائل بے شمار مگر مشکل کشاء ہر گز نہ تھے مشکل کشاء کبھی مشکل میں مبتلا نہیں ہوتا جو مشکل میں پھنسے وہ مشکل کشاء نہیں ہوتا اگر مشکل کشاء ہوتے تو تجھے مشکل کشاء کہنے کی جرات نہ ہوتی اگر حضرت علیؓ مشکل کشا ہوتے تو کم از کم آپ کو کتاب لکھنے کی مہلت نہ ملتی کیونکہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانے میں کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء کہنا شروع کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو اسی وقت ان کو آگ میں ڈال کر جلا دیا سیف الاسلام اور تحفہ امامیہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے (۷۰) آدمیوں کو آگ میں جلا دیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکل کشاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مولوی چمن کے ہم عقیدہ (جو آپ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء سمجھتے تھے) ۸۰ آدمیوں کو بطور سزا آگ میں ڈال کر جلا دیا، کاش کہ آج فاتح خیبر، حیدر کرار، صاحب ذوالفقار، مشیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تو پھر پتہ چلتا کہ حضرت علی کو مشکل کشاء کہہ کر کیسے پکارا جاتا۔۔۔؟ مگر افسوس کہ حضرت علی المرتضیٰ آج موجود نہیں اس لئے سنی نما شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نڈر ہو کر ان کو مشکل کشاء کہہ کر ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت علی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم میں کچھ مشابہت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے ان سے یہودیوں نے بغض

کیا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاری نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مرتبے پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک محبت میں غلو کرنے والا جو میری ایسی تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں ہے اور دوسرا بغض رکھنے والا کہ میری عداوت اس کو میرے اوپر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی (مسند احمد)

اس حدیث کی شرح میں محدثین کرام لکھتے ہیں کہ خوارج و روافض دونوں ہلاک ہونیوالے ہیں کیونکہ خوارج نے ان سے عداوت کی یہاں تک کہ ان کے ایمان کا ہی انکار کردیا (نعوذ باللہ) اور روافض نے ان کی شان میں اتنا غلو کیا کہ اس کو الوہیت کے درجہ تک پہنچادیا جیسا کہ عالم الغیب، مشکل کشاء وغیرہ مان کر اور مولوی چمن صاحب بھی روافض کے قدم پر نظر آتے ہیں اب چمن صاحب خود فیصلہ کریں کہ یہ حضرت علیؓ سے محبت ہے یا ___________؟؟؟

سچ کہا مولانا الطاف حسین حالی نے۔

کرے غیر گر بت کو سجدہ تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گمان میں وہ بدلا گیا آکے ہندوستان میں
ہمیشہ سے تھا جس پر اسلام نازاں وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

مغالطہ نمبر (۲)

مولوی چمن صاحب آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر اس آیت سے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، یاایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا.

ترجمہ:

اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والے۔ آگے لکھتے ہیں شاہد کا معنی حاضر وناظر یا گواہ، اور گواہ وہی ہوتا ہے جو موقع پر حاضر ہو واقعہ کو دیکھے اور سنے ورنہ گواہی نامکمل تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر وناظر ہیں (مدنی موتی ص١٦)

جواب:

اس سے قبل کہ میں اس آیت مبارکہ کی صحیح تفسیر عرض کروں پہلے مولوی چمن صاحب نے اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں جو خیانت کی ہے یا جہالت کی وجہ سے جو تحریف کی ہے وہ آپ کے سامنے واضح کروں، مولوی چمن صاحب نے یاایھا النبی الخ کا ترجمہ کیا ہے، اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب، اب غیب کی خبریں بتانے والے کس لفظ کا ترجمہ ہے اگر لفظ نبی کا ترجمہ ہے تو مولوی چمن صاحب کو میرا کھلا چیلنج ہے کہ خلفاء راشدینؓ

سے لیکر ہندوستان کے مترجم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ تک کسی نے اس کا ترجمہ غیب کی خبریں بتانے والے کیا ہو تو دکھا دیں، اور اگر نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو یہ مولوی چمن صاحب کا وضع کردہ ترجمہ ہے، اور جہالت کے ساتھ تحریف ہے۔ بالفرض اگر غیب کی خبریں بتانے والے، نبی کا ترجمہ ہے تو محبوب کس لفظ کا ترجمہ ہے اور متبادل ہے اگر نبی کا ترجمہ محبوب ہے تو غیب کی خبریں بتانے والے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔۔؟ سچ ہے رب ناراض ہوتا ہے تو عقل وخرد بھی سلب کر لیتا ہے۔

مولوی چمن صاحب کی دوسری خیانت یاجہالت

مولوی چمن صاحب نے دوسری جہالت یا خیانت یہ کی ہے کہ شاہد کا معنی حاضر وناظر کیا ہے حالانکہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی نے اہل سنت کے کسی معتبر مفسر نے، شاہد، کا معنی حاضر وناظر نہیں کیا تفسیر ابن عباس سے لیکر شاہ ولی اللہ تک اور شاہ عبدالقادر تک کا ترجمہ موجود ہے ان مفسرین عظام کو اس کا معنی حاضر وناظر نہیں سوجھا، صاحب روح المعانی صاحب کبیر، ابن کثیر کو اس کا معنی حاضر وناظر نہ مل سکا مولوی چمن صاحب نے نامعلوم کس فیکٹری میں اس کا معنی حاضر وناظر وضع کر لیا۔

قارئین کرام! انصاف فرمائیں جو شخص چودہ سو سال کے مفسرین کا ترجمہ مطلب اور مفہوم چھوڑ کر ایک نیا جدید معنی بیان کرے، پھر اس پر عقیدہ کی بنیاد ہی نہیں پوری عمارت کھڑی کرے، تو یہ تفسیر کہنے کے لائق ہے یا تحریف کے زمرے میں شامل ہے؟ جو لوگ قرآن مجید کے معانی کو تبدیل کر کے معنوی اعتبار سے تحریف کرتے ہوئے نہیں شرماتے تو

ان سے کسی اور مقام پر انصاف کی کیا توقع کی جاسکتی ہے اگر شاہد کا معنی حاضر و ناظر ہوتا تو کوئی معتبر مفسر ضرور یہ ترجمہ کرتا، لہذا کسی مفسر کا یہ ترجمہ نہ کرنا بتلاتا ہے کہ یہ معنی و مطلب ایجادِ بندہ ہے۔

شاهد کامعنی اس آیت میں حاضر وناظرکا کرنا کئی وجوہ سے باطل هے

جواب نمبر ا:

شاہد کا معنی اس آیت میں حاضر و ناظر کرنا کئی وجوہ سے باطل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ شاہد و شہید سورۃ بقرہ، سورۃ مزمل، سورۃ حج اور سورۃ نساء وغیرہ کی آیات میں آئے ہیں اور سورۃ منافقون، سورۃ تحریم اور سورۃ توبہ مذکورہ بالا سورتوں کے بعد نازل ہوئیں ہیں اگر شاہد اور شہید سے حاضر و ناظر (یعنی آپ ہر جگہ ہر وقت موجود دیکھنے اور سننے والا) مراد لی جائے تو قرآن کی سورتوں کا آپس میں اختلاف اور تعارض پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں آپ ﷺ سے بڑے واضح لفظوں میں حاضر و ناظر کی نفی کی گئی ہے جیسے سورۃ توبہ میں مذکور مسجد ضرار کا واقعہ (ذکر پہلے آچکا ہے) اور بشیر منافق کا واقعہ وغیرہ

دوسری مثال:

سورۃ تحریم کا شان نزول صحیح بخاری جلد ۲ میں اس طرح بیان ہوا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تو آنحضرت ﷺ جب حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت زینبؓ وہ شہد پیش کرنے لگی، جس کی

وجہ سے آپ ﷺ کو خلاف معمول دیر ہوگئی تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو یہ چیز ناگوار گزری کہ آپ زیادہ وقت اس کے پاس ٹھہریں، آپس میں خفیہ مشورہ کیا کہ کسی حیلہ سے آپ ﷺ کا ام المؤمنین حضرت زینب کے پاس زیادہ دیر تشریف فرمانا کم ہوجائے، فیصلہ ہوا کہ اگر آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو وہ کہدے کہ آپ سے مغافیر کی بوآ رہی ہے اور اگر آپ ﷺ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے تو وہ بھی یہی بات کہدے، مشورہ مکمل ہوا اور جب آپ ﷺ تشریف لائے تو یہ بات کہدی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اور تو کوئی چیز نہیں کھائی البتہ زینب کے پاس شہد کھاتا رہا ہوں اب میرے لئے حرام ہے کہ میں شہد استعمال کروں اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور اللہ نے خاص لہجہ میں آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی، اور حکم دیا کہ آپ کفارہ ادا کر کے حلال چیز کو استعمال کیجئے۔ یایھا النبی لِمَ تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک (پارہ ۲۹،) ترجمہ: اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی۔ اب اگر آپ ﷺ حاضر وناظر (ہر جگہ ہر وقت موجود دیکھنے والا) تھے تو حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان ہونے والے مشورہ کا علم کیوں نہ ہوا؟ آپ ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا؟ ازواج مطہرات نے خفیہ مشورہ کیسے کیا؟ کیا حاضر وناظر سے بھی کوئی چیز یا مجلس چھپی ہوئی ہوتی ہے؟ یہ سورت اُن تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی جن جن سورتوں میں لفظ شاہد اور شہید موجود ہے اس سورۃ میں آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی صریح نفی ہے اب اگر شاہد اور شہید سے مراد حاضر وناظر لیا جائے تو سورتوں کا آپس میں تعارض لازم آتا ہے، قرآن میں تعارض نہیں تو معلوم ہوا کہ شاہد کا معنی حاضر وناظر نہیں شاہد کا معنی حاضر

وناظر کرنا ایجاد بندہ ہے اسی طرح آگے بڑھنے سے پہلے مولوی چمن صاحب سے یہ بھی پوچھتے ہیں اگر شاہد اور شہید سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر (موجود اور دیکھنے والا) ہے ظاہر اور باطن سے واقف ہیں، تو قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ توبہ کی اس آیت مبارکہ کا صحیح معنی ومطلب کیا ہوگا و من اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم

(پارہ ۱۰ سورۃ توبہ)

ترجمہ:

اور کچھ مدینے والوں میں سے ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں۔

اگر شاہد کا معنی حاضر وناظر تھا تو قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ میں یہ کیوں فرمایا گیا، کہ دور نہیں بلکہ مدینہ میں رہنے والے معمولی منافقوں کو نہیں بلکہ پکے منافقین کو آپ نہیں جانتے اُن کو ہم جانتے ہیں اب قرآن کی آخری سورت سے جو فیصلہ صادر ہوا وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کو نہ جمیع ما کان ویکون کا علم حاصل تھا اور نہ آپ ﷺ حاضر وناظر تھے اگر شاہد کا معنی حاضر وناظر ہوتا تو محال ہے کہ قرآن کی کسی پہلی سورت یا پہلی آیت کی تردید قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سے ہوتی تو ہمارا دعوی بھی قطعاً ثابت ہو گیا کہ شاہد اور شہید کا معنی ہرگز حاضر وناظر نہیں ورنہ قرآن کی سورتوں کا آپس میں تعارض لازم آتا ہے۔

جواب نمبر (۲):

شاہد اور شہید کا معنی حاضر و ناظر (ہر جگہ ہر وقت موجود دیکھنے والا) اس لئے بھی باطل ہے کہ لیکون الرسول علیکم شهیدا اور یایها النبی انا ارسلناک شاهدا نبی کریم ﷺ کے لئے تو وکذالک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس امت کے لئے ہے اگر شہید یا شاہد سے آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت مانا جائے تو آیت لتکونوا شهداء علی الناس سے تمام امت کا بھی حاضر و ناظر ہونا لازم آتا ہے، مولوی چمن صاحب کیا تمھارے نزدیک ساری امت بھی حاضر و ناظر ہے؟

جواب نمبر (۳):

اگر مان لیا جائے انا ارسلناک شاهدا ای حاضر فی کل مکان مراد لیا جائے اور حضور فی المکان ثابت ہو گیا تو قرآن میں دوسری جگہ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا گیا ہے وما کنت من الشاهدین (سورۃ قصص آیت ۴۴) اب ان دونوں میں کیا تطبیق دیں گے ایک آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو دوسری آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں اگر مولوی چمن یہ کہے کہ حاضر و ناظر پہلے نہیں تھے بعد میں حاضر و ناظر ہوئے تو ہم عرض کریں گے یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اور عقائد میں نسخ جاری نہیں ہوتا۔

جواب نمبر (۴):

اب آیئے اس شاہد اور شہید کی تفسیر خود سرور کونین، ساقی کوثر، تاجدار مدینہ، اجمل البشر، جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں ہم تفسیر بالرائے کیوں کریں؟ تفسیر بالرائے وہ کریں جن کا دامن قرآن اور سنت سے خالی ہو جن کے پاس قرآن اور فرمان خیر الانام ہو

وہ خواب اور کہانیوں پر اعتقاد کی بنیاد کیوں رکھیں؟ شاہد کا معنیٰ گواہ اب وہ گواہی کیسی ہوگی اس کی وضاحت بخاری جلد ثانی میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جب قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع کرے گا اور سب انبیاء عظام سے سوال فرمائے گا کیا تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے سوال فرمائے گا کیا تو نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی، حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ میں نے واقعی تبلیغ کی تھی وہ انکار کردیگی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے نوح تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد ﷺ کی امت ہے اگر وہ لوگ یہ سوال کریں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے زمانہ میں موجود نہ تھے لہذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمد یہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے جس میں صاف طور پر موجود تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقا ﷺ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا جب خدا اور اس کا رسول برحق یہ فرماتے ہیں تو ہم گواہی دیتے ہیں جب امت گواہی دے چکے گی تو آپ ﷺ اپنی امت کی اس گواہی کی تصدیق فرمائیں گے۔

قارئین کرام! یہ ہے وہ گواہی اس میں امت بھی گواہی دے گی، حاضر وناظر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ قرآن اور نبی اخر الزمان ﷺ کے فرمان سے کہ ہم نے اللہ کے کلام میں پڑھا تھا قرآن سچا ہے، اس لئے ہم گواہی دے رہے ہیں اور رحمت کائنات ﷺ امت کی گواہی کی تصدیق فرمائیں گے اے اللہ! آپ نے مجھے قرآن دیا تھا اُس میں حضرات انبیاء سابقین کی دعوت اور قوم کی نافرمانی کے واقعات موجود تھے جب اس کی یہ

تفسیر اور مراد و مطلب خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، تو مولوی چمن کی تفسیر بالرائے اور تاویل باطل کی کیا حیثیت باقی رہی ہے۔

مولوی چمن صاحب کی جہالت یا ماہرانہ خیانت

مولوی چمن صاحب اس مقام پر خدا جانے کیا کچھ کہہ گئے جس کو وہ خود بھی نہیں سمجھے، پہلے لکھتے ہیں گواہ وہ ہوتا ہے جو موقع پر حاضر (موجود) ہو واقعہ کو دیکھیں اور سنیں ورنہ گواہی نامکمل ہے مدنی موتی ص ۱۶ پھر صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں، امت محمدیہ پچھلی امتوں پر گواہی دے گی (جواب) مولوی چمن صاحب کی تضاد بیانی دیکھیں، پہلے لکھتے ہیں گواہ وہ ہوتا ہے جو موقع پر موجود ہو پھر لکھتے ہیں امت محمدیہ سابقہ امتوں پر گواہی دے گی، مولوی چمن صاحب کیا تمھارے نزدیک ساری امت محمدیہ حاضر وناظر ہے؟ اگر نہیں تو گواہی کیسے؟ پھر قرآن نے ان کو گواہ کیوں کہا؟ ان کی گواہی پر فیصلہ کیسے ہوگا، کیا اللہ نامکمل گواہی پر کفار کو عذاب دیں گے؟ (نعوذ باللہ) اگر نہیں تو آپ نے یہ کیوں لکھا کہ گواہ ہوتا وہی ہے جو موقع پر موجود ہو واقعہ دیکھے اور سنے ورنہ گواہی نامکمل ہے (مدنی موتی ص ۱۶) اس تضاد کو ہم کیا نام دیں جہالت یا ماہرانہ خیانت؟

آگے لکھتے ہیں کہ ہر امت پر ان کے نبی گواہی دیں گے مگر وہ امتی نہیں مانیں گے جرح کریں گے ہم تو اللہ کو مانتے تھے آپ ہمارے رب ہیں (مدنی موتی ص ۱۶) یہ ہے مولوی چمن صاحب کا علم! سبحان اللہ۔ مولوی چمن صاحب کم از کم مولوی احمد رضا کا ترجمہ

اور مولوی نعیم مراد آبادی کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے (تو یہ نہ لکھتے کہ کفار کہیں گے ہم تو اللہ کو مانتے تھے آپ ہمارے رب ہیں)۔ مولوی نعیم وکذالک جعلنا کم امة وسطا آیت نمبر ۱۴۳ کے ذیل میں لکھتے ہیں اس امت کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کیا تمھارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کوئی نہیں آیا (کنزالایمان پارہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳ حاشیہ ۲۵۶) پھر حضرات انبیاء سے دریافت فرمایا جائے گا وہ عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے انہیں تبلیغ کی تھی اللہ کے احکام بتائے تھے پھر کنزالایمان میں مولوی نعیم لکھتے ہیں جب انبیاء فرمائیں گے یہ جھوٹے ہیں ہم نے تبلیغ فرمائی اس پر ان سے اقامة للحجة دلیل طلب کی جائے گی وہ عرض کریں گے کہ امت محمد یہ ہماری شاہد ہے یہ امت پیغمبروں کی شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی اس پر گذشتہ امت کے کفار کہیں گے انہیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد میں پیدا ہوئے تھے دریافت فرمایا جائے گا تم کیسے جانتے ہو یہ عرض کریں گے یارب تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تھا قرآن نازل فرمایا ان کے ذریعہ سے ہم قطعی ویقینی طور پر جانتے ہیں کہ انبیاء نے فرض علی وجہ الکمال ادا کیا پھر سید الانبیاء سے آپ کی امت کی نسبت دریافت فرمایا جائے گا حضور ﷺ ان کی تصدیق کریں گے (کنزالایمان) مولوی چمن صاحب وہ عذر پیش کریں گے کہ ہم نے شرک اس لئے کیا کہ ہمارے پاس توحید کا پیغام لیکر کوئی نہیں آیا، ہمارے پاس کوئی نبی کوئی رسول آیا ہی نہیں، یہ نہیں کہ وہ کہیں ہم اللہ کو مانتے تھے آپ ہمارے رب ہیں وغیرہ جیسا کہ مولوی چمن صاحب نے لکھا۔ مولوی چمن صاحب

پہلے لکھتے ہیں کہ گواہ وہی ہوتا ہے جو موقع پر حاضر (موجود) واقعہ کو دیکھے سنے پھر آگے لکھتے ہیں گواہی سماعی (سن کر بھی گواہی دی جا سکتی ہے) بھی ہوتی ہے۔اس تضاد کو کیا کہیں گے پھر لکھتے ہیں سماعی گواہی کو تو کفار نے رد کر دیا (مدنی موتی صفحہ ۱۷) (مولوی چمن صاحب اللہ نے تو رد نہیں کیا اگر کفار نے رد کیا تو آپ کا ان کفار سے کیا روحانی تعلق ہے جو ان کی وکالت کرتے ہیں کبھی اُن کے خلاف گواہی دینے والوں کی گواہی کو نامکمل کہتے ہیں کبھی لکھتے ہیں وہ کہیں گے ہم اللہ کو مانتے تھے) کفار کے رد کرنے سے آپ سماعی گواہی کو کیوں رد کرتے ہیں، جب انبیاء سابقین نے سماعی گواہ (امت محمدیہ) پیش کیا، آپ ﷺ نے اس سماعی گواہی کی تصدیق کی قرآن نے سماعی گواہوں کی گواہی کو مانا پھر آپ کو انکار کیوں؟ اور آپ کا یہ کہنا کہ فیصلہ عینی گواہی پر ہو گیا (مدنی موتی ص ۱۷) بالکل غلط ہے اسی سماعی گواہی پر فیصلہ ہو گا اور آپ ﷺ اس گواہی کی تصدیق فرمائیں گے، مجھ پر قرآن نازل ہوا تھا اُس قرآن میں یہ موجود تھا کہ انبیاء سابقین نے اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی آپ کا پیغام پہنچایا تھا ان کی گواہی درست ہے پھر اس سماعی گواہی پر فیصلہ ہو گا۔

مولوی چمن صاحب کی قرآن وسنت سے لاعلمی

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں شاہد کا معنی گواہ، گواہ وہی ہوتا ہے جو موقع پر حاضر (موجود) ہو واقعہ کو دیکھے اور سنے ورنہ گواہی نامکمل ہے نبی کو شاہد کہا گیا تو آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں (مدنی موتی ۱۶)

جواب:

مولوی چمن صاحب کو یہ کہنا گواہ کے لئے موقع پر حاضر ہونا اور واقعہ کو آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے، شہادت (گواہی) معائنہ کئے بغیر نہیں ہوسکتی ایسی گواہی نامکمل اور ناقص ہے ان کی انتہائی جہالت اور قرآن وسنت سے لاعلمی ہے شاہد کے لئے مشہود علیہ کا دیکھنا، موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ بن دیکھے کسی ثقہ ومعتبر کے بتلانے سے یا کسی معقول وجہ سے علم ہونے پر یا کسی شواہد وقرائین کو دیکھ کر بھی گواہی جائز اور صحیح ہے اور مکمل گواہی ہوتی ہے نامکمل اور ناقص نہیں اب آیئے اس پر دلائل ملاحظہ فرمائیں، اگرچہ بے شمار دلائل ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر چند دلائل قرآن وحدیث سے پیش کرتے ہیں۔

دلیل نمبر (۱):

قرآن مجید میں سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۴۵ میں لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا اس آیت میں امت محمدیہ ﷺ کی گواہی کو بیان کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ گذشتہ امتوں پر گواہ ہوگی، اگر بغیر معائنہ ومشاہدہ کے گواہی اور شہادت درست نہیں بلکہ ناقص تھی تو امت محمدیہ گذشتہ امتوں پر کیوں گواہی اور شہادت دے گی جبکہ انہوں نے حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء کرام کا زمانہ دیکھا نہ پایا مگر نص قطعی شاہد ہے کہ امت محمدیہ ﷺ گواہی ضرور دے گی، اگر بغیر دیکھے گواہی نامکمل ہے تو انبیاء عظام نے ناقص گواہی کیوں پیش کی؟ بقول مولوی چمن صاحب کے گواہ کا حاضر وناظر ہونا ضروری مانا جائے، تو امت محمدیہ کی گواہی کا انکار لازم آتا ہے اس گواہی کو قرآن نے بیان کیا ہے اس گواہی کا انکار قرآن کا انکار ہے، جب امت حاضر وناظر نہیں قیامت کے دن گواہی دے گی تو ظاہر ہے دیکھ کر نہیں بلکہ قرآن اور نبی کریم ﷺ سے سن کر ہی گواہی دے گی کیونکہ قرآن اور نبی

کے فرمان سے بڑھ کر معتبر تو اپنی آنکھوں سے دیکھنا بھی نہیں ہے لہذا قرآن اور آپ ﷺ کے ارشاد پر یقین اور اعتقاد کرتے ہوئے، یہ امت گواہی دے گی اور اس گواہی کو تسلیم بھی کیا جائے گا، تو معلوم ہوا کہ بن دیکھے گواہی بھی درست ہے مکمل ہے نامکمل نہیں۔

دلیل نمبر (۲):

مولوی چمن صاحب اگر گواہ کا موقع پر موجود ہونا ضروری ہے اس کے بغیر گواہی نامکمل ہے تو حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں گواہی دینے والے گواہ کے بارے کیا کہیں گے اُس کی گواہی کو مکمل گواہی کہیں گے یا نامکمل، جب حضرت یوسفؑ کو زلیخہ نے تنہائی میں تمام دروازے بند کر کے گناہ کی دعوت دی مگر حضرت یوسفؑ نے انکار فرمادیا اور دامن چھڑا کر دروازں کی طرف دوڑتے ہوئے، جب آپ باہر تشریف لائے تو عزیز مصر دروازے پر موجود تھے زلیخا نے حضرت یوسفؑ پر الزام لگاتے ہوئے عزیز مصر سے کہا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کیا ہو (معاذ اللہ) پھر خود ہی کہنے لگی یا تو اسے دردناک عذاب دیا جائے اور یا اسے جیل بھیج دیا جائے اس پر وشھد شاھد (پارہ ۱۲ سورۃ یوسف) ایک گواہ نے گواہی دی یعنی عزیز مصر کے ایک عزیز نے یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ اب مولوی چمن صاحب بتائیں! کہ اگر گواہ کا موقع پر موجود ہونا واقعہ کو دیکھنا ضروری ہے تو کیا یہ گواہ اس کمرہ میں موجود تھا؟ اگر موجود نہیں تھا تو اس کی گواہی ناقص ہوئی یا کامل؟ اگر گواہ کا موقع پر حاضر ہونا ضروری تھا تو اللہ نے قرآن میں اس کو گواہ کیوں کہا؟ قرآن میں وشھد شاھد فرما کر اس بن دیکھے گواہی کو قبول کیوں فرمایا؟ اللہ نے اس کی گواہی کو قبول کرلیا، حضرت یوسفؑ اس گواہی پر اپنا مقدمہ جیت گئے۔

عزیز مصر نے اس گواہی کو تسلیم کر کے یوسفؑ کی برأت کا اعلان کر دیا، ہاں اس وقت مصر کی عورتوں نے اس گواہی کو تسلیم نہیں کیا کہ گواہ موقع پر موجود نہ تھا، گواہ کا موقعہ پر موجود ہونا اور واقعہ کو دیکھنا ضروری ہے ورنہ گواہی نامکمل ہے اسی طرح بعض لوگ زنان مصر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہی کی بات کو دل و دماغ میں بٹھا کر لکھتے ہیں کہ گواہ کا موقع پر موجود ہونا اور واقعہ کو دیکھنا اور سننا ضروری ہے ورنہ گواہی نامکمل ہے (مدنی موتی ص ۱۶)۔ بہر کیف اُن کی مرضی مگر ہم زنان مصر کی بات نہیں بلکہ قرآن وحدیث مانتے ہیں اور قرآن نے بن دیکھے گواہ کی گواہی کو تسلیم کیا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ گواہ کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی معقول ذریعہ سے اصل واقعہ کا علم ہونا ضروری ہے اور وہ گواہی بھی عینی گواہی کی طرح مکمل گواہی ہوتی ہے ناقص اور نامکمل نہیں۔

دلیل نمبر (۳):

ابوداؤد شریف جلد ۲ میں ایک حدیث آئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا لیکن اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس رقم موجود نہ تھی رقم لینے کے لئے آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اس دوران کوئی دوسرا خریدار آیا اور اس نے طے شدہ رقم سے زیادہ رقم اور قیمت اس دیہاتی کو بتلائی اور اس نے اس کے ساتھ معاملہ طے کر دیا جب آپ ﷺ قیمت اس کے ساتھ طے کر چکے تھے تو اصولاً معاملہ پورا ہو گیا تھا اب اس کو گھوڑا فروخت کرنے کا کوئی حق نہ تھا لیکن اس نے زیادہ رقم کے لئے آپ ﷺ سے کہا کہ میں نے تو گھوڑا آپ پر فروخت ہی نہیں کیا آپ مجھ سے کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا خدا کا خوف کرو میرا تمہارا معاملہ طے ہو چکا ہے میرے ذمہ

رقم ادا کرنا باقی ہے سو اپنی رقم لے لو اور میرا گھوڑا میرے حوالے کرو، دیہاتی نے گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا، جس وقت یہ معاملہ طے ہوا تھا اس وقت کوئی تیسرا آدمی پاس موجود نہ تھا لیکن حضرت خزیمہؓ نے گواہی دی حضرت خزیمہ سے کہا گیا جب تم موجود نہ تھے تو تم کس طرح گواہی دیتے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے عرض کیا انک لا تقول الاّحقاً، بے شک آپ سچ ہی کہا کرتے ہیں۔ اگر چہ میں اُس وقت حاضر نہ تھا مگر گواہی اس لئے دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں، حضرت خزیمہؓ کی اس پر خلوص بے دیکھے گواہی کو دربار نبوی ﷺ میں اتنی قبولیت حاصل ہوئی کہ ارشاد ہوا جس کے لئے تنہا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ گواہی دیں وہ گواہی پوری ہوگی وہ تنہا دو گواہوں کے برابر ہے اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ گواہ کے لئے حاضر و ناظر ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی معقول ذریعہ سے اصل واقعہ کا علم ہو جانا گواہی کیلئے کافی ہے خزیمہؓ اگر چہ خرید وفروخت کے وقت موجود نہ تھے لیکن آپ ﷺ نے اس کی شہادت کو تسلیم فرمایا اس گواہی پر فیصلہ بھی فرمادیا اگر گواہ کے لئے حاضر ہونا ضروری ہوتا اس کے بغیر نا مکمل ہوتی تو آپ ﷺ حضرت خزیمہؓ کو منع فرماتے بلکہ آپ ﷺ نے نہ صرف اس گواہی کو قبول فرمادیا بلکہ دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔ مگر مولوی چمن صاحب اب بھی ماننے کو تیار نہیں دعوئ عشق رسول کا مگر نبی مکرم ﷺ نے جس گواہی پر فیصلہ فرمایا اس گواہی کو نا مکمل کہتے ہیں (نعوذ باللہ) مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں گواہ وہی ہوتا ہے جو موقع پر موجود اور حاضر ہو، ورنہ گواہی نا مکمل ہے (مدنی موتی ص ۱۶) یہ ہے مولوی چمن کا علم عشق رسول اور محبت رسول۔ اس حدیث سے بھی ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ گواہ کا موقع پر حاضر ہونا اور دیکھنا ہی شہادت کیلئے ضروری نہیں بلکہ وہ خبر مشہور متواتر ہو یا کسی معتبر کا بیان کردہ ہو تو اسکی بنیاد پر

بھی شہادت درست ہے وہ بھی مکمل گواہی ہے نامکمل نہیں۔اسی طرح آپ ﷺ قیامت کے دن گواہی دیں گے، وہ گواہی بھی مکمل ہوگی۔حاضروناظر (ہرجگہ ہروقت موجود دیکھنے والا) ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ وحی کے ذریعے بتائے جانے پر، کیونکہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحی، آپ جو بھی بات بتاتے ہیں اور خبر دیتے ہیں وہ عالم الغیب اور حاضروناظر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ وحی کے ذریعہ اللہ بتاتے ہیں جتنا بتاتے ہیں وہی آپ ﷺ بتاتے ہیں اور اسی کا علم ہوتا ہے۔

دلیل نمبر (۴):

مولوی چمن صاحب آپ نے یہ کیا لکھا (آپ ﷺ کو قرآن نے شاہد کہا شاہد (گواہ) وہی ہوتا ہے جو موقع پر موجود ہو ورنہ گواہی نامکمل ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضروناظر ہیں) حضرات فقہائے اسلام کے نزدیک بھی شاہد (گواہ) کیلئے حاضر (موجود) اور معائنہ ضروری نہیں بلکہ سنی بات جو یقین اور تواتر کے درجہ میں ہو اس کی گواہی دے سکتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں صراحت موجود ہے، انما یجوز للشاھد ان یشھد بالأشھاد و ذالک بالتواتر واخبار من یثق بہ (ہدایہ ص ۱۵۷) یعنی جو چیز کہ تواتر کی وجہ سے مشہور ہوجائے یا ثقہ اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہر بات اور واقعہ میں گواہ کا حاضر ہونا اس کا دیکھنا شہادت کے لئے ضروری نہیں بلکہ اگر وہ خبر مشہور متواتر ہو یا معتبر کا بیان کردہ ہو تو اس کی بنیاد پر بھی شہادت درست ہے اور گواہی مکمل تصور ہوجاتی ہے۔

دلیل نمبر (۵):

مولوی چمن صاحب اب آیئے لغت کی کتابیں بھی اٹھا کر دیکھیں اہل لغت اور ائمہ لغت کیا کہتے ہیں، مصباح اللغات، المنجد، اور صراح میں لکھا ہے، الشھادۃ خبر درست وآ گاہی قاطع، یعنی سنی ہوئی بات بھی گواہی ہے جس کا معائنہ نہیں ہوا اور وہ معائنہ بھی گواہی ہے جو بچشم خود کیا ہو تو جیسے آ گاہی قاطع پر شہادت کا اطلاق صحیح ہے اسی طرح خبر درست اور خبر یقینی بھی گواہی ہے اگر شہادت کے لئے حاضر اور موجود ہونا ضروری ہے تو ائمہ لغت کو خبر درست یقینی خبر لگانے کی کیا ضرورت تھی اس سے بھی معلوم ہوا کہ کسی یقینی بات اور خبر پر بھی شہادت صحیح ہے اور وہ شہادت بھی مکمل ہے نامکمل نہیں۔

دلیل نمبر (٦):

مولوی چمن صاحب! کیا آپ عرف عام سے بھی واقف نہیں؟ حالانکہ عرف میں بھی ضروری نہیں ہے کہ گواہ صرف ایسی ہی چیز کی شہادت دے جس کو خود اُس نے آنکھوں سے دیکھا ہو بلکہ کسی چیز کے متعلق صحیح علم ہونے پر بھی شہادت کو درست اور مکمل سمجھا جاتا ہے آپ نے مکہ مکرمہ کو دیکھا ہے، مدینہ منورہ کو دیکھا ہے؟ امریکہ کو دیکھا ہے؟ آپ کا کیا خیال ہے، اس نام کے شہر و ملک دنیا میں ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے؟ تو یہ گواہی ہے لہذا جب آپ نے دیکھا نہیں تو گواہی کیسے؟ یہی نہیں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً سارے مسلمان التحیات پڑھتے ہیں تو اس کے آخر میں اشھد ان لاالٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) پڑھتے ہیں، گواہی دیتے ہیں۔ مولوی چمن صاحب جب بغیر دیکھے گواہی نامکمل ہے تو اللہ کی وحدانیت محمد ﷺ کی

رسالت کی گواہی مسلمان بن دیکھے دیتا ہے ان کی شہادت کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟ ان کی شہادت ناکمل ہے یا مکمل؟ اگر ناکمل ہے تو ایمان کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ آپ کے نزدیک گواہی کے لئے گواہ کا حاضر و ناظر ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی ناکمل ہے، تو کیا جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تھا تو آپ وہاں حاضر تھے؟ اگر نہیں یقیناً نہیں تو تمہاری گواہی ناکمل ہے یا مکمل؟ اگر ناکمل ہے تو کیا ناکمل گواہی دے کر انسان مسلمان کہلا سکتا ہے؟ کیا تم نے قرآن اترتے دیکھا ہے؟ جبرائیل کو وحی لاتے دیکھا ہے۔ اگر نہیں تو تیری شہادت مکمل یا ناقص۔ اگر گواہی ناکمل تو ایمان مکمل یا ناکمل؟ اگر ایمان ناکمل ہو تو ایسا شخص عاشق رسول تو دور کی بات مسلمان بھی ہے؟۔

کلمہ شہادت میں جو گواہی دیتے ہو تیری شہادت مکمل ہے یا ناکمل؟ تم نے جبرائیل، مکائیل کو دیکھا ہے جنت، جہنم، سدرۃ المنتہٰی، بیت المعمور کو دیکھا ہے؟ آدم حضرت عیسیٰؑ ایک لاکھ ۲۴ ہزار کم وبیش انبیاء کو دیکھا ہے، عذاب قبر، حشر، حوض کوثر کو دیکھا ہے؟ قوم عاد وثمود اور اہل مدین اور دیگر قوموں کے دنیا میں آنے پھر تباہ ہونے کو دیکھا ہے جن قوموں کی تباہی کا ذکر قرآن میں ہے اگر نہیں دیکھا ہے تو کیا آپ اُن کی گواہی دیتے ہو یا وہاں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے شک میں ہو اگر گواہی دیتے ہو تو یہ گواہی ناکمل ہے یا مکمل؟ یہ ہمارے لئے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ ہمارے لئے یہ مکمل گواہی ہے یقینی خبر پر بھی گواہی مکمل ہوتی ہے، ان کے بارے میں بھی خدا اور اس کے رسول برحق نے ہمیں پختہ خبریں دی ہیں۔

ان تمام دلائل سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ گواہ کے لئے حاضر و ناظر ہونا ضروری

نہیں بلکہ خبر مشہور، متواتر یا کسی معتبر کا بیان کردہ ہو تو گواہی دینا صحیح ہے اور وہ مکمل گواہی ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کو قرآن نے شاہد کہا ہے قیامت کے دن آپ ﷺ گواہی دیں گے اور وہ گواہی بھی مکمل ہوگی مگر حاضر وناظر ہونیکی وجہ سے نہیں بلکہ وحی الٰہی کے ذریعہ علم ہونے کی وجہ سے کیونکہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی بلکہ اس وجہ سے ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ۔وحی کے ذریعے اللہ نے انبیاء سابقین کے حالات واقعات ان کی دعوت وتبلیغ اور قوم والوں کی نافرمانی اور انکار کے بارے میں آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا۔اسی وجہ سے آپ گواہی دیں گے حاضر وناظر ہونے کی وجہ سے نہیں اگر آپ حاضر وناظر تھے تو ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک کا کیا معنی۔وما ینطق عن الھوی ان ھو الی وحی یوحیٰ کا کیا مطلب۔اور تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک کا کیا معنی؟

مولوی چمن کا ایک اعتراض اور اس کا حشر

مولوی چمن لکھتے ہیں معترض خود اپنے رسالے میں واللّٰہ علی کل شیء شھید یہاں پر شھید کا معنی اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر مانا ہے یعنی شھید کا معنی کیا ہے حاضر وناظر یہی لفظ قرآن پاک میں محمد ﷺ کے لئے استعمال ہوا ہے مخلوق کے لئے بھی وہی لفظ استعمال ہوا اور خالق کے لئے بھی کیا ان میں سے کسی کو چھوڑ دیں (مدنی موتی ۱۹) اسی طرح مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں اللہ بھی سمیع وبصیر ہیں بندوں کو بھی قرآن میں سمیع وبصیر کہا گیا ہے وغیرہ (مدنی موتی صفحہ ۱۳)

جواب:

مولوی چمن صاحب اگر ایک لفظ خالق کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور مخلوق کے لئے بھی تو آپ اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہیں آپ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں، اور صرف اس وجہ سے خدائی صفات مخلوق میں تقسیم کرتے نہ پھریں بلکہ جب بھی کوئی ایسا لفظ سامنے آئے تو خالق کے لئے وہی معنی اور وہی مفہوم مراد لیں جو اس کے شایان شان ہے۔ اور مخلوق کے لئے وہ معنی مراد لیں جو اس کے مناسب حال ہے، آپ ایسا کریں گے تو کوئی تعارض نہیں آئے گا (جو آپ کو غلط فہمی کی بناء پر بظاہر نظر آرہا ہے) اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ بندوں میں ماننے کی ضرورت پڑے گی، مولوی چمن صاحب کیا اتنی عام فہم بات بھی آپ سمجھنے سے قاصر رہے، کہ ایک ہی لفظ اپنے محل اور موقع پر الگ اور جدا معنی دے گا دیکھئے لفظ مولیٰ عربی زبان کے لحاظ سے خادم پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور آقا اور مالک وغیرہ پر بھی یعنی دو متضاد مفہوموں پر بولا جاتا ہے مگر اپنے اپنے محل اور موقع میں وہ جداگانہ معنی دیتا ہے۔

یا جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے کہ سمیع ، بصیر ، رب علی ، وغیرہ اللہ کی صفت ہیں مگر قرآن ہی میں یہ انسان کی صفت بھی بیان کی گئی ہے اور انسان بھی عام ہے کہ مسلمان ہو یا کافر ہو مرد ہو یا عورت سمیع اور بصیر ہے، لیکن خدا تعالیٰ اس معنی میں سمیع اور بصیر ہے جو اس کے شایان شان ہے اور انسان اس معنی کے لحاظ سے سمیع اور بصیر ہے جو اس کے مناسب حال ہے۔

مولوی چمن صاحب! آیئے مشہور و معروف زبان زد عام محاورہ کو دیکھ لیجئے کہ لفظ

میاں متعدد مقامات پر بولا جاتا ہے مگر اپنے اپنے موقع اور محل پر وہ جداگانہ معنی دیتا ہے یہ نہیں کہ سب جگہوں پر ایک ہی معنیٰ ہو مثلاً کہتے ہیں اللہ میاں، بڑے میاں، میاں بیوی، مسجد کے امام کو میاں جی اور باپ دادا اور نانا وغیرہ کو بھی میاں کہتے ہیں۔

اور طوطے کو بھی میاں کہتے ہیں آپ نے بھی سنا ہی ہوگا میاں مٹھو چوری کھا، لیکن ہر ایک جانتا ہے کہ اللہ کے لئے وہی مراد ہوگی جو اس کی شان رفیع کے لائق ہے اور میاں مٹھو کے لئے بھی وہی ہوگی جو اس کے مناسب ہے اسی طرح آپ شاھد اور شھید کو سمجھے کہ جب یہ لفظ اللہ کے لئے بولا جائے گا تو اس کے لئے وہی معنیٰ ہوگا۔

جو اس کے لائق ہے چونکہ وہ ہر ایک کے قریب ہے دیکھتا ہے اور سنتا ہے ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف ہے اس لئے جیسا کہ اسؔ کے لئے شاھد و شھید سے گواہ کا معنی درست ہے اسی طرح اس کے لئے حاضر و ناظر کا معنی بھی درست ہے لیکن کسی اور کے لئے شاھد اور شھید سے حاضر و ناظر مراد لینا صحیح نہیں بلکہ غلط اور شرک ہے:

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

مغالطہ نمبر (۳):

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے آپ ﷺ ہر ہر زرے کے لئے رحمت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (مدنی موتی ۲۱)

جواب نمبر (۱):

قرآن میں کئی چیزوں پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے (ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے)

لیکن جہاں اس لفظ رحمت کا اطلاق حضرات انبیاء علیہم السلام پر ہوا ہے وہاں مراد نبوت لی گئی ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ فرماتے ہیں: قال یٰقوم ارء یتم ان کنت علی بینة من ربی واٰتنی رحمة من عنده (پارہ ۱۲، سورہ ھود)

ترجمہ:

کہا اے میری قوم کیا دیکھا تم نے اگر ہوں میں اوپر دلیل کے پروردگار اپنے سے اور دی اُس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں رحمت سے نبوت مراد لی ہے (جلالین ۱۷۵)

واللہ یختص برحمته من یشاء واللّٰه ذو الفضل العظیم (پارہ ۱، بقرہ) اور اللہ خاص کرتا ہے ساتھ اپنی رحمت کے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ علامہ سیوطیؒ تفسیر جلالین میں اس آیت کریمہ میں بھی رحمت سے نبوت مراد لی ہے اسی طرح واسمعیل وادریس و ذاالکفل کل من الصبرین وادخلنٰھم فی رحمتنا (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء) اس آیت مبارکہ میں اللہ نے انبیاء کے نام سے ان پر لفظ رحمت کا اطلاق کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ تفسیر جلالین ۲۷۰ میں بھی اس سے نبوت ہی مراد لیتے ہیں، اسی طرح وما ارسلناک الا رحمة للعالمین میں بھی رحمت سے مراد نبوت ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے آپکو جہانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا، اس آیت میں آپ ﷺ کی نبوت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، کہ آپ ﷺ کی نبوت رسالت ایک قوم قبیلہ یا ایک عالم کیلئے نہیں بلکہ آپ عالمین کے نبی اور آپ کی نبوت بھی عالمین کے لئے۔ مولوی چمن صاحب! اس آیت سے آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا کیسے ثابت ہوا؟

جواب (۲):

مولوی چمن صاحب! اگر رحمت سے ذات مصطفیٰ ﷺ ہی مراد لیں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں خاص طور پر مسلمانوں پر اللہ کے عذاب کیوں آتے ہیں؟ کیا رحمت اور عذاب میں تضاد نہیں؟ کیا دو متضاد چیزیں بیک وقت ایک ہی جگہ جمع ہو سکتی ہیں؟ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر خدا کا عذاب بھی نازل ہو اور رحمت بھی موجود ہو؟

چه معنی دارد

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب! اگر بالفرض رحمت سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے پھر بھی آپ ﷺ کا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ان رحمة الله قريب من المحسنين (پارہ ۸ سورہ اعراف) بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔

آپ ﷺ صرف محسنین کے لئے حاضر و ناظر ہوئے، جمادات و نباتات اور حیوانات ہوا فضا خلا چاند سورج ستارے اور سیاروں کا قصہ ہی چھوڑیئے جہاں کوئی نہیں رہتا وہ مقامات بھی نکل گئے عام انسانوں سے مسلم کا مفہوم خاص ہے مسلم سے مومن کا مفہوم خاص ہے اور محسن کا مفہوم تو خاص الخاص ہے اور مومنوں میں محسنین کتنے ہونگے؟ جب آپ ﷺ رحمت ہے تو صرف محسنین کیلئے حاضر و ناظر ہیں، تو مولوی چمن صاحب کا آپ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر کا عقیدہ اُس کی اپنی دلیل سے باطل ہو گیا اسلئے اب صرف یہ دعویٰ کرے کہ آپ ﷺ صرف محسنین کیلئے حاضر و ناظر ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ محسنین بھی ناپاک

اور گندہ مقام میں نہ ہوں کیونکہ ایسے مقامات میں آپ ﷺ کو حاضر (موجود) ماننا گستاخی ہے اور وہ مقام پاک ہو پھر مجلس غیر شرعی نہ ہو کیونکہ غیر شرعی مجالس میں حاضر و ناظر ہونے کی قرآن سے اجازت نہیں، اس لئے اگر جگہ پاک ہو مگر مجلس غیر شرعی ہو پھر بھی آپ ﷺ محسنین کیلئے بھی حاضر و ناظر نہیں ہوں گے تو اس آیت سے آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال مغالطہ کے سوا کچھ نہیں۔

جواب (۴):

اگر رحمت سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی لیں تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی روح کائنات کیلئے رحمت ہے یا آپ ﷺ کا جسم اطہر رحمت ہے؟ یا دونوں مل کر رحمت ہیں؟ اگر صرف روح رحمت ہے اور اس وجہ سے آپ ﷺ ہر جا حاضر و ناظر ہیں اور اسی وجہ سے عالم الغیب ہیں تو قرآن کی اس آیت مبارکہ **تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک** اور **ما کنت تعلمھا انت و لا قومک** کا کیا جواب ہوگا۔ اگر شق ثانی (یعنی صرف جسم اطہر رحمت ہے) اور شق ثالث (یعنی روح اور جسم دونوں رحمت ہیں) کا لحاظ کیا جائے تو **وفی المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھُم نحن نعلمھم** کے مخالف ہے، نیز فقہائے احناف کے جملہ فتاویٰ بھی اس کے خلاف ہیں۔

جواب (۵)

بالفرض اگر رحمت سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہو تب بھی آپ ﷺ کا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قرآن میں رحمت کا اطلاق کئی دوسری چیزوں پر بھی کیا گیا ہے اُن کو حاضر و ناظر کوئی نہیں مانتا، مثلاً قرآن میں بارش پر بھی رحمت

کا اطلاق ہوا ہے بُشراً من یدی رحمتہ (پارہ۲۰ سورہ نمل) چین سکون اور آرام کو بھی رحمت کہا گیا ہے۔ ثم اذا اذاقھم منہ رحمۃ (پارہ۲۱ سورہ روم) میاں بیوی کے درمیان الفت ومحبت کو بھی رحمت کہا گیا ہے و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ (پارہ۲۱ سورۃ روم) اس کے علاوہ بھی کئی چیزوں پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے اگر رحمت کا حاضر وناظر (ہر جگہ دیکھنے والا) ہونا ضروری ہے تو کیا آپ کے نزدیک مذکورہ بالا چیزیں رحمت نہیں اگر رحمت ہیں تو کیا تم بارش وغیرہ کو حاضر وناظر مانتے ہو؟ اگر نہیں تو اس آیت وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین میں لفظ رحمت سے آپ کا حاضر وناظر پر استدلال باطل ہے کیونکہ رحمت کا حاضر وناظر ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

جواب نمبر (٦):

اس آیت کا جو مطلب مولوی چمن نے بیان کیا ہے یہ مطلب وتفسیر نہ تو آپ ﷺ سے منقول ہے نہ کسی صحابی رسول ﷺ سے، نہ کسی معتبر مفسر نے یہ مطلب بیان کیا ہے بلکہ یہ مولوی چمن صاحب کا خانہ زاد خودساختہ تشریح ہے جس کو تفسیر بالرائے ہی نہیں تحریف کہنا زیادہ مناسب ہے۔ لہذا آپ ﷺ خلفائے راشدین صحابہ کرام اور جمہور ائمہ دین اور مفسرین قرآن کا بیان کردہ معنی ومطلب تفسیر وتشریح چھوڑ کر نیا مطلب ایجاد کرکے اس پر عقیدہ کی بنیاد رکھنا کہاں کا دین ہے؟ اور کونسا انصاف ہے۔

مولوی چمن صاحب کی نرالی تحقیق

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں ''رحمت'' مصدر ہے اسی سے رحمٰن اور رحیم مشتق

ہے ''رحمن'' کا معنی ''مہربان'' اور رحیم کا معنی بھی رحم کرنے والا، اسی طرح لغت کی کتاب میں رحمت کا معنی ''مہربان'' ہے (مدنی موتی ص۲۲)

جواب:

مولوی چمن صاحب کی عبارت لفظ بالفظ آپ کے سامنے ہے ایک دفعہ پھر اس عبارت کو پڑھیں، مولوی چمن صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایک زندہ ڈرامہ ہے اور وہ تحقیق کے نام پر تحریف کر کے پھر اس جھوٹ پر بنیاد رکھ کر اس ڈرامائی رنگ میں جو کچھ لکھ گئے وہ جہالت یا خیانت کا اعلیٰ نمونہ ہیں، دیکھئے وہ لکھتے ہیں، آیئے لغت میں رحمت کا معنی دیکھتے ہیں ''رحمت'' مصدر ہے اسی سے ''رحمن'' اور رحیم مشتق ہے ''رحمن'' کا معنی ''مہربان'' اور رحیم کا معنی بھی رحم کرنے والا، اسی طرح لغت کی کتاب میں رحمت کا معنی ''مہربان'' ہے (مدنی موتی ۲۲) دیکھ لیا تحقیق ''رحمت'' مصدر اس کا معنی بھی مہربان اور رحمٰن صیغہ مبالغہ اس کا معنی بھی مہربان۔ کیا شان تحقیق ہے پھر جھوٹ دیکھ، لکھتے ہیں کہ لغت کی کتاب میں رحمت کا معنی ہے مہربان، معلوم نہیں لغت کی وہ کونسی کتاب ہے وہ کونسا نایاب قلمی نسخہ ہے (شاید بریلی شریف کی کوئی جدید لغت ہو گی کیونکہ لکھا بھی لغت کی کتاب ہے) جس میں رحمت کا معنی مہربان لکھا ہے۔ ورنہ ہمیں لغت کی کتابوں میں رحمت کا معنی مہربان کہیں بھی نہیں ملا۔ ملتا بھی کیسے، کسی نے یہ معنی کیا ہی نہیں؟ اب دیکھئے! ان کی معتبر کتاب المنجد میں رحمت کا معنی لکھا ہے مہربانی کرنا مصباح اللغات میں رحمت کا معنی کیا ہے مہربانی کرنا، اسی طرح صراح میں بھی رحمت کا معنی مہربانی کرنا، لکھا ہے۔ جس کو مصدر اور مبالغہ کے صیغہ کا پتہ نہیں وہ ماشاء اللہ مولانا مفتی، خطیب، امام اور مناظر کہلا کر قوم کے رہنما بن بیٹھیں تو وہ لوگوں کو گمراہ نہ کریں تو کیا کریں۔

مولوی چمن صاحب! رحمت کا خودساختہ معنی (مہربان) کرکے اسی لفظ سے استدلال کرکے لکھتے ہیں، رحمت کا معنی مہربان، آپ ﷺ رحمت ہیں تو مہربان کا زندہ ہونا ضروری ہے، مہربان کا مختار کل ہونا ضروری، مہربان کا پریشان حال کی بولی سمجھنا ضروری اور مہربان کا حاضروناظر ہونا ضروری ہے۔ مولوی صاحب! رحمت مصدر ہے اس کا معنی مہربان نہیں بلکہ رحمٰن کا معنی مہربان ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ اللہ الحی القیوم ہے اللہ لاالہ الا ھوالحی القیوم، کل من علیھا فان ویبقی وجه ربک، کل شئ ھالک الا وجھه "رحمن" کا معنی مہربان کا حاضروناظر ہونا ضروری ہے اور اللہ حاضروناظر ہے وھومعکم این ماکنتم اللہ مختار کل ہے، اذاارادشیئاً ان یقول له کن فیکون، له مافی السموات ومافی الارض ومابینھما وماتحت الثریٰ۔ اللہ پریشان حالوں کی صرف بولی نہیں دل کے خیال کو بھی جانتا ہے، واللہ علیم بذات الصدور وھوالسمیع العلیم اسی لیے تو ہم کہتے ہیں حاضروناظر خاصہ خداوندی ہے۔

"حق بحقدار رسید"

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں آقا ﷺ حاضروناظر (یعنی ہروقت دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں) سب کی بولی جانتے ہیں، اور مختار کل ہیں قرآن کی اس آیت مبارکہ سے (وماارسلناک الا رحمة للعالمین) سے ثابت ہے، اس لفظ "رحمت" (لفظ رحمت یاد رکھیں) سے ثابت ہے، اگر کوئی ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہے وہ اصل میں قرآن کے لفظ "رحمت" کا انکار کررہا ہے اور قرآن کا انکار اس کے لفظ کا انکار کفر اور بدترین کفر ہے (مدنی موتی ص ۲۴)۔

جواب:

یہ ہے مولوی چمن صاحب کی تبحرِ علمی اور شانِ تحقیق، فتوی بازی میں یہ حضرت اپنے اعلیٰ حضرت سے آگے بلکہ بہت ہی آگے ہیں ان کے اعلیٰ حضرت نے تمام مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا، دیوبندی، اہلحدیث، مقلد غیر مقلد، مودودی، خلافت کمیٹی والے، بلکہ پاکستان اور مصور پاکستان کوئی بھی اس کے فتوی کفر سے نہ بچا (دیکھئے تجانب اہل سنت) یہاں تک کہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ پر بھی فتویٰ لگایا تھا، اب اس کا مرید خاص ادنیٰ حضرت نے سارے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر فتویٰ بازی میں اُس سے بھی اعلیٰ کافر ساز بن گئے، ہمیں اس فتویٰ پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب، اُس نے ولیوں پر فتویٰ لگایا تھا، اب اُس کے مرید نے اُسی پر فتویٰ لگا کر حق ادا کر دیا، ہم یہی کہیں گے حق بحقدار رسید۔

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کیلئے لفظ رحمت آیا ہے رحمت کا اطلاق کیا گیا ہے، جس پر لفظ رحمت کا اطلاق کیا جائے، اُس کا زندہ ہونا حاضر و ناظر ہونا، مختار کل ہونا، دیکھنے والا، اور سننے والا ہونا سب کی بولی جاننے والا ہونا ضروری ہے۔ جس پر لفظ رحمت کا اطلاق قرآن میں کیا گیا، وہ زندہ دیکھنے سننے والا حاضر و ناظر، مختار کل اور سب کی بولی جاننے والا بھی ہوگا، اور جو اس کو (یعنی جس پر رحمت کا اطلاق کیا گیا ہے) ان اوصاف سے متصف نہ مانے وہ کافر بلکہ بدترین کافر ہے۔ (مدنی موتی ۲۴)

قارئین کرام: مولوی چمن صاحب نے کتنے آرام سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہی

نہیں بلکہ خود پر اور اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی کفر کا بلکہ بدترین کفر کا فتویٰ لگایا، کیونکہ قرآن مجید میں بارش پر بھی رحمت کا اطلاق کیا گیا ہے (یعنی بارش کو رحمت کہا گیا ہے) میاں بیوی کے درمیان محبت والفت کو بھی رحمت کہا گیا ہے۔ تو سکون پر بھی رحمت کا اطلاق ہوا ہے، جب بارش، چین سکون، محبت وغیرہ کو رحمت کہا گیا ہے تو کیا دنیا میں کوئی فرد ایسا ہے جو بارش کو زندہ مانتا ہو، حاضر و ناظر مختار کل ''دیکھنے والا سننے والا اور سب کی بولی جاننے والا مانتا ہو؟ کیا مولوی چمن صاحب یا ان کے اعلیٰ حضرت بارش کو ان اوصاف سے متصف مانتے ہیں؟ اگر نہیں یقیناً نہیں تو کیا یہ فتویٰ ان پر لگا کہ نہیں؟ کیونکہ مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں جو رحمت کو ان اوصاف سے متصف نہ مانے وہ بدترین کافر ہے، اور ویسے بھی یہ فتویٰ کسی اور مسلمان پر لگ ہی نہیں سکتا کیونکہ رحمت کا ان اوصاف سے متصف ہونا نہ اللہ کا ارشاد ہے، نہ نبی آخر الزمان ﷺ کا فرمان ہے، نہ کسی مفسر کی تفسیر ہے، نہ کسی محقق کی تحقیق ہے اور نہ ہی کسی امام کا مذہب ہے بلکہ یہ تو مولوی چمن صاحب کا خانہ ساز خودساختہ قانون اور قاعدہ ہے، اس لیے یہ فتویٰ بھی اسی کو مبارک ہو، ہم تو اس فتویٰ سازی و بازی پر مولانا ظفر علی خانؒ کے الفاظ میں اتنا عرض کریں گے۔

بریلوی کے فتووں کا سستا ہے بھاؤ

ملتے ہیں اب کوڑی کے تین تین

اللہ نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی

وامهلهم ان كيدى متين

"مولوی چمن صاحب کی تعلی اور چیلنج بازی"

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں، ان لوگوں سے چیلنج ہے کہ یہ لفظ ''رحمت'' کا معنی مہربان کے علاوہ لغت سے کوئی اور نکال کر دیکھائے (مدنی موتی ۲۴)۔

جواب:

ہوائی فائرنگ، چیلنج بازی سے قوالی اور عرس منانے والے جاہلوں کوخوش تو کیا جاسکتا ہے مگر اہل علم کے نزدیک اور میدان تحقیق میں ہوائی فائر کی پرکاہ کے برابر وزن نہیں۔ اس لئے سوچ سمجھ کر قلم اٹھانا اور تول کر بولنا چاہئے، تو آیئے دیر کیوں؟ ادھار کیسے؟ ابھی ابھی اور نقد رحمت کا معنی لغت کی کتابوں سے مہربان کے علاوہ نکال کر دکھاتے ہیں تا کہ آپ کی غلط فہمی کے ساتھ ساتھ خوش فہمی بھی دور ہو جائے، آپ نے رحمت کا معنی ''مہربان'' کیا ہے، رحمت کا معنی مہربان لغت کی کسی کتاب میں نہیں، مولوی صاحب! رحمت مصدر ہے عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد، مصباح اللغات اور صرّاح سب میں رحمت کا معنی لکھا ہے، مہربانی کرنا، کیونکہ رحمت مصدر ہے اگر رحمت کا معنی مہربان ہے تو رحمٰن کا معنی کیا ہوگا، اگر رحمٰن کا معنی (مہربان جیسا کہ تم نے لکھا ہے) تو رحمت کا معنی مہربان کیسے؟

مولوی چمن کا ایک سوال

مولوی چمن صاحب آگے لکھتے ہیں کیا تمھارے نزدیک ''لفظ رحمت'' کا معنی کہیں بے بس، بے نم یا امت سے بے خبر ہے؟ (مدنی موتی ۲۴)

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب! یقین جانئے، رحمت کا معنی بے کس، بے بس وغیرہ ہو نہ ہو

مگر تمھارا خودساختہ معنیٰ قطعاً نہیں ہے، لفظ رحمت کا معنیٰ قرآن وحدیث میں کتب لغت میں کہیں بھی حاضر وناظر، مختار کل، عالم الغیب نہیں ہے۔ جو مطلب آپ نے لیا ہے اگر کہیں یہ معنیٰ رحمت کا موجود ہے تو حوالہ دیجئے دیدہ باید۔

جواب (۲):

بارش رحمت ہے یا نہیں؟ کیا قرآن میں بارش پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے کہ بارش رحمت ہے تو یہ بارش خالق ہے یا مخلوق؟ اگر مخلوق ہے اور یقیناً مخلوق ہے تو کیا مخلوق خالق کے مقابلہ میں بے بس بے علم نہیں ہے۔

مولوی چمن صاحب! لکھتے ہیں اگر آپ کے ہاں یہ معنیٰ ہے تو جلدی اپنے خودساختہ معنیٰ کو چھوڑ کر قرآن واحادیث اور لغت عربی کی اتباع کریں (مدنی موتی ۲۵)۔

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب! خودساختہ معنیٰ کونسا ہے؟ کس کا ہے کیوں ہے؟ اس کی وضاحت کرآیا ہوں، اب آپ سے پوچھتے ہیں کیا آپ لفظ خودساختہ کا معنیٰ جانتے بھی ہیں یا ویسے ہی کسی سے سنا ہے۔ (یا لفظ رحمت کی طرح اس کو بھی حاضر وناظر، مختار کل، سننے دیکھنے والا سمجھتے ہیں) خودساختہ معنیٰ وہی ہے جو آپ نے کیا ہے، جس کا وجود قرآن وحدیث اور کتب لغت میں کہیں نہیں؟ کیا آپ لفظ رحمت کا معنیٰ قرآن وحدیث یا کتب لغت میں حاضر وناظر مختار کل دکھا سکتے ہیں؟ اگر نہیں دکھا سکتے تو ظاہر ہے آپ کی مراد بھی خودساختہ، معنیٰ بھی خودساختہ اور عقیدہ بھی خودساختہ ہے، اس لئے جلدی کیجئے اس خودساختہ معنیٰ مطلب ومفہوم کے ساتھ ساتھ حاضر وناظر کے خودساختہ عقیدہ کو بھی

چھوڑ دیں اور قرآن وسنت کی اتباع کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں سوال اٹھے کہ رحمۃ کو رحیما کے معنی میں لیا جائے، شاید حاضر وناظر کی دلیل بن جائے۔

جواب (۴):

اگر رحمت کو رحیما کے معنی میں لیا جائے تو بھی اس سے آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ رحیما تحقیقا کے معنی میں ہے، آپ ﷺ مشفق تب ہونگے جب مسئلہ آپ کے سامنے جائے گا، جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں مشفق ہیں مشفق تب ہونگے جب ان کے سامنے آپ کا مسئلہ جائیگا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فلاں صاحب ہر جگہ ہر آن مشفق ہیں اس طرح آپ ﷺ کے سامنے عالمین کے حالات میں سے کسی کی حالت آجائے تب مشفق ہوں گے ورنہ نہیں، اور اس شفقت کا معاملہ طائف میں ہوا کہ جب آپ ﷺ ہوش میں آئے تو فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون اس سے بھی آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال محض مغالطہ ہے۔

کیا رحم کرنے والے کا حاضر وناظر ہونا ضروری ہے؟

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں رحم تب آتا ہے جب رحم کرنے والا پاس ہو، معلوم ہوا آپ ﷺ حاضر وناظر ہیں (مدنی موتی)

جواب

مولوی چمن صاحب! یہ بات حقیقت سے اتنی ہی بعید ہے جس قدر آپ کا عقیدہ قرآن وسنت سے بعید ہے، مولوی چمن صاحب! یہ تو دن رات مشاہدے میں آنے والے واقعات

میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تھا تو پاکستان کے مسلمان ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بھی تڑپ گئے، جب اسرائیل نے فلسطین پر حملہ کر کے سیکڑوں بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا معصوم بچیوں کو شہید کیا تو ساری دنیا کے مسلمان اس ظلم پر تڑپ گئے، مسلمانوں کے آنکھوں سے آنسوں رواں ہوئے، جب عراق کے مسلمانوں پر ظلم ہوا تو پاکستان میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو رحم آرہا تھا، کیا یہ سارے مسلمان حاضروناظر تھے آج بھی کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت پر مسلمانوں کو رحم آجاتا ہے، کیا سارے حاضروناظر ہیں؟ اگر نہیں تو مسلمانوں کو رحم کیوں آیا آپ کے خودساختہ قاعدے کے مطابق رحم تب آتا ہے جب رحم کرنے والا حاضر ہو، کشمیری مسلمانوں پر رحم آنا، فلسطینی مسلمانوں کی مظلومیت پر پاکستانی مسلمانوں کا رحم آنا اس بات کی دلیل ہے کہ رحم کرنے والے کا جس پر رحم آرہا ہے پاس ہونا ضروری نہیں۔

مغالطہ نمبر ۴

وقل اعملوا فسیری الله عملکم ورسوله والمؤمنون

ترجمہ: ”اور تم کہدو کام کرو اب تمھارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کا امت کے اعمال کو دیکھنا اظہر من الشمس ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضروناظر ہیں۔ اس لئے تو اعمال دیکھتے ہیں (مدنی موتی ص ۲۷)

جواب (۱):

اس آیت کا شان نزول مفسرین نے یہ بیان کیا ہے غزوہ تبوک جو رومیوں سے

مسلح جنگ کے موقع پر منافقوں نے جھوٹے حیلے اور بہانے کئے اور آپ ﷺ سے جنگ میں نہ جانے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے اُن کو معذور سمجھ کر اُن کو اجازت دے دی اللہ نے فرمایا عفا اللّٰہ عنک لمَ اذنتَ لھُم آپ نے عجلت سے کام لیا آپ ان کو اجازت نہ دیتے تو خود بخود ان کا نفاق کھل جاتا کیونکہ وہ منافق کسی صورت میں آپ کے ساتھ جانے کو ہرگز تیار نہ تھے، ان کے عمل سے آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو جاتا اب یہ اجازت کو بہانہ بناتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہم جہاد میں شریک اس لئے نہیں ہوئے کہ ہماری مجبوری تھی آپ ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی ہے۔

اس شان نزول سے مسئلہ واضح ہوا کہ اس آیت میں ان جھوٹے عذر پیش کرنے والے منافقین کی ظاہری طرز زندگی دیکھنا مراد ہے اس آیت میں صاف حکم موجود ہے کہ ان منافقین کے عمل کو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین بھی دیکھ لیں گے یعنی کہ اب آگے دکھا جائے گا یہ کوئی آخری غزوہ تو نہیں اگر اس غزوہ میں تمھاری مجبوری تھی تو آئندہ غزوات ہوں گے اُن میں تم کیا کردار اور طرز عمل اختیار کرتے ہو، تمھارے اُس کردار کو اللہ اور اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ اور مؤمنین صحابہ کرام دیکھیں گے وہ ان کے سامنے ہوگا، دیکھئے اس آیت میں تو منافقین کے ظاہری اعمال کو دیکھنا مراد ہے اس کا حاضر وناظر سے کیا تعلق؟ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہونا اور چیز ہے اور اپنے زمانہ کے منافقین کا طرز عمل دیکھنا اور ہے۔ ذاتی عطائی کا جواب گذر چکا ہے آپ کا یہ کہنا کہ نبی عطائی طاقت سے دیکھتے ہیں مومن اپنے زمانہ کے عاملین کے عمل کو دیکھیں گے یہ کس آیت کا ترجمہ یا کس حدیث کا مفہوم اور کس مفسر کی تفسیر ہے (جبکہ جملہ مفسرین اہل سنت نے تو یہ لکھا ہے کہ نبی

اور صحابہ منافقین کے ظاہری عمل کو دیکھیں گے) پھر آپ کے اس خودساختہ مطلب کی کیا حیثیت رہتی ہے۔

جواب (۲):

اس آیت کا شان نزول سیاق وسباق اور مضمون منافقوں کے بارے میں متعین ہے اگر رویت سے رویت بصری مراد ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ اور دیگر مؤمنین صرف منافقوں کے بعض اعمال کو دیکھتے ہیں اس سے مؤمنوں کے اعمال وافعال کو دیکھنا یا کھلے کافروں کے اعمال کا دیکھنا، مسلمانوں کے اعمال دیکھنا، جمادات ونباتات وغیرہ کا دیکھنا تو پھر بھی ثابت نہیں ہوتا جبکہ آپ کا عقیدہ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر کا ہے اس لئے اس آیت سے آپ کا استدلال محض جہالت ہے۔

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب! بالفرض اگر ہم اس آیت کا وہی مطلب تسلیم کریں جو تم نے بنایا ہے کہ حضور ﷺ امت کے اعمال دیکھتے ہیں پھر بھی تمھارا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں تو یہ ہے کہ تمھارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والے اس لئے مسلمانوں کو بھی حاضر وناظر ماننا پڑے گا، مؤمنین کو اس حکم سے نکالنے کے لئے تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک نہیں ہوتا ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر (موجود اور دیکھنے والا) کا ہے، دلیل آپ نے یہ پیش کی کہ آپ ﷺ امت کے اعمال دیکھتے ہیں اس سے صرف ناظر ہونگے حاضر پھر بھی نہیں۔ وہ بھی صرف اعمال کا دیکھنا ثابت ہوگا، آپ کا عقیدہ تو ذرے ذرے کو دیکھنے کا ہے،

تیسری وجہ، آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والا) ہیں، دلیل یہ پیش کی کہ امت کے اعمال دیکھتے ہیں اس سے ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والا) کیسے ثابت ہوا؟ کیا سمندر میں بھی انسان رہتے ہیں؟ پہاڑ کی چوٹیوں میں فضاء خلا میں، چاند سورج، مریخ، مشتری میں انسان موجود ہیں؟ اگر نہیں تو وہاں حاضر بھی نہیں اس لئے کہ اس آیت سے آپ ﷺ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا محض ضد ہے۔

ایک اور مغالطہ اور اس کے تین جوابات

مولوی چمن صاحب! لقد جاءکم الایۃ سے استدلال کر کے لکھتے ہیں اس آیت میں آپ ﷺ کی طرف جاء کی نسبت کی گئی ہے اور آپ ﷺ ساری امت کی طرف آئے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

(مدنی موتی ۲۵)

جواب (۱):

یہ آیت مبارکہ تابعین تبع تابعین ائمہ دین فقہائے امت، مفسرین امت کے سامنے بھی تھی وہ اس کی تلاوت بھی کرتے تھے مگر کسی نے اس آیت سے حاضر و ناظر کے عقیدے پر استدلال نہیں کیا کسی نے یہ مطلب و معنی مراد نہیں لیا اگر اس آیت سے آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا تو صحابہ کرامؓ مفسرین قرآن اس آیت سے ضرور استدلال کرتے، فقہائے اسلام آپ ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے، بلکہ فقہائے اسلام کا آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگانا اس بات کی دلیل ہے

کہ اس آیت سے آپ کا حاضر وناظر پر استدلال ایجاد بندہ اور باطل ہے۔

جواب (۲):

یہ استدلال اہل علم کے نزدیک قطعاً بے بنیاد ہے کیونکہ جاء کی نسبت صرف آپ ﷺ کی طرف نہیں بلکہ قرآن مجید کی طرف بھی جاء کی نسبت کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ و کتاب مبین، تحقیق آئی تمھارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور قرآن اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس قرآن آیا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن سے جنگل و بیابان اور صحراء خالی ہوتے ہیں، دریا و سمندر اور متعدد مکان بھی خالی ہوتے ہیں، مندروں میں بھی نہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ قرآن ہوتا ہے حالانکہ جاء کی نسبت قرآن کی طرف بھی ہے اسلئے معلوم ہوا کہ اس آیت سے آپ ﷺ کے حاضر وناظر پر استدلال محض دل لگی اور خوش فہمی ہے۔

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب! لکھتے ہیں کہ بالمؤمنین سے صرف صحابہ نہیں قیامت تک آنے والے مؤمنین مراد ہیں، مولوی صاحب اس آیت سے جملہ مؤمنین بھی مراد لیا جائے، تب بھی تمھارا دعویٰ (آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہیں) ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مسلمانوں کا علی سبیل الاتصال والدوم والاستمرار ہر مقام پر موجود ہونا ناممکن ہے جب یہ ناممکن اور محال ہے تو اس آیت سے آپ ﷺ کا ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر مراد لینا کیسے صحیح ہوگا۔

ایک مغالطہ کے چار جواب

النبی اولیٰ باالمؤمنین "الآیۃ" مولوی چمن صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے آپ ﷺ مؤمنین کی جان سے زیادہ قریب ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہیں (مدنی موتی ص ۲۱)

جواب (۱):

مفسرین نے اولیٰ کا معنی احق کیا ہے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تنویر المقیاس میں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر در منثور میں اور جلالین میں یہی معنی کیا ہے اور ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ ان مسلمانوں کی اولاد کی پرورش فرمائیں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں دنیا سے رحلت کر گئے، اس آیت میں کونسا مسئلہ بتلایا گیا تھا اور مولوی چمن نے عالم سکر میں کونسا عقیدہ بنالیا۔

جواب (۲):

مولوی چمن صاحب کا اس آیت سے استدلال اس لئے بھی باطل ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہیں دلیل یہ پیش کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ مؤمنین کے قریب ہیں دعویٰ کیا دلیل کونسی دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کہاں رہی۔

جواب (۳):

اس آیت کا یہ مفہوم نہ آپ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام نے اس آیت سے حاضر وناظر پر استدلال کیا نہ تابعین نہ مفسرین اور فقہائے اسلام نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا اس لئے تمھاری تفسیر تغفیر بالرائے ہے، اس لئے قطعاً باطل ہے۔

جواب (۴):

اگر مولوی چمن صاحب کی تفسیر (جو کہ غیر معتبر بلکہ تحریف ہے) کو تسلیم کر لیا جائے تب بھی ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دعویٰ تو یہ تھا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت موجود ہیں دلیل یہ دی کہ آپ ﷺ مؤمنین کے قریب ہیں اب جمادات و نباتات ہوا فضاء خلاء، دریا وسمندر بیاباں وصحرا کا تو قصہ ہی چھوڑیئے عام انسانوں سے مسلم کا مفہوم خاص مسلم سے مومن کا مفہوم خاص ہے پھر مولوی چمن صاحب کا عقیدہ کیسے ثابت ہوتا ہے؟ پھر مؤمنین بھی ہر جگہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے کیا سمندروں میں بیابانوں اور صحراوں میں پہاڑ کی چوٹیوں میں یا ہوا فضاء خلاء میں بھی ہر وقت مؤمنین ہوتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں اس لئے اس آیت کا وہی مفہوم لیا جائے جو مولوی چمن نے لیا ہے، تب بھی مولوی چمن صاحب کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

ایک اور مغالطہ اور اس کا جواب

وللأخرة خیر لک من الاولی (سورہ الضحی)

ترجمہ:

اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلے سے بہتر ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ میرے محبوب کی ہر آنے والی ساعت سے پہلے بہتر ہے۔

(مدنی موتی صفحہ ۴۵)

جواب:

مولوی چمن صاحب یہی تو وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں کیونکہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے چلے گئے، تو اللہ میزبان اور رسول اللہ ﷺ

مہمان ہیں تو اللہ کی میزبانی کو چھوڑ کر: روضۃ من ریاض الجنۃ کو چھوڑ کر پاکستان آجائیں؟ ارشاد ربانی ہے: وللآخرۃ خیر لک من الاولی (سورہ الضحی) روضۃ من ریاض الجنۃ پاکستان سے اعلیٰ ارفع بلند و بالا ہے یا نہیں؟ اگر ہے یقیناً ہے تو آپ ﷺ اس اعلیٰ مقدس مقام کو چھوڑ کر یہاں آجائیں؟ روضہ مبارک تو جنت ہے جنت کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئیں۔ یہ کیا عجیب بات ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اطہر کو چھوڑ کر جلسے میں آئے؟ حالانکہ ارشاد باری ہے: وللآخرۃ خیر لک من الاولی

تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر واضح دلیل ہے۔

ایک اور مغالطہ

مولوی چمن صاحب جنازے کی دعا کے الفاظ وشاھدنا وغائبنا سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں (مدنی موتی ۱۹)

جواب:

مولوی چمن صاحب: بالغ مسلمان مرد اور عورت کے جنازے میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ رحمت عالم ﷺ کی تعلیم فرمودہ ہے اور وہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پڑھا کرتے تھے، یہ تو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر ہماری دلیل ہے کیونکہ اس دعا کے اندر اللھم اغفر لحینا و میتنا وشاھدنا کے بعد وغائبنا (اور ہمارے غائبین کی بھی مغفرت فرما) کا جملہ بھی مذکور ہے، اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو پھر آپ ﷺ کا

غائبنا کا کیا مطلب؟۔ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر سے تو کوئی چیز بھی پوشیدہ اور غائب نہیں ہوا کرتی، اور جس سے کوئی چیز یا فرد و بشر غائب بھی ہو وہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں

ایک اور مغالطه اور اس کے مسکت جوابات

مولوی چمن صاحب ما کنت تقول فی ھذا الرجل سے استدلال کر کے لکھتے ہیں کہ قبر میں فرشتے مرنے والے سے سوالات کرتے ہیں اُن میں سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل تم اس بندہ اور شخص کے متعلق کیا کہتے ہو؟ مومن جواب دے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے یہاں ھذا اسم اشارہ آیا ہے ھذا کا لفظ محسوس فی البصر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ان چیزوں اور شخصیات کے لئے استعمال ہوتا ہے جو چیز سامنے ہو نظر آئے پوری دنیا ایک طرف ہو جائے اس کو غیب کے لئے استعمال کرنا چاہے نہیں کر سکتے یہ ایسا مسلمہ اصول ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں ایک دن میں دنیا کے اندر کتنے لوگ مرتے ہیں میرے نبی ہر قبر میں تشریف لائیں گے وہ قبر کافر کی ہو (نعوذ باللہ) یا مسلمان کی یا منافق کی (نعوذ باللہ) تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ (مدنی موتی ص ۴۰)

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب کا حدیث کے الفاظ ھذا الرجل سے آپ ﷺ کے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر پر استدلال قواعد عربیہ سے لاعلمی کی دلیل ہے اور اُس کے علمی یتیمی کا رونا

رورہا ہے اس لئے یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل اور مردود ہے۔

کیونکہ ھذا اسم اشارہ جس طرح حاضر فی نفس الامر کے لئے آتا ہے اسی طرح حاضر فی الذھن کے لئے بھی آتا ہے، جس طرح حاضر کے لئے آتا ہے اسی طرح کبھی غائب کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے یہ کوئی محض دعویٰ نہیں بلکہ اصول فقہ کی مشہور کتاب مطوّل (ص ۱۳۱) میں اس بات کی صراحت کی گئی کہ جب کوئی شخص یا چیز مشہور و معروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو ھذا کیساتھ تعبیر کرنا جائز ہے، اگر چہ وہ پاس حاضر نہ بھی ہو ویجوز علی قلة لفظ الحاظر نحو قاتل ھذا الوجل وان کان غائبا (مطول ص ۱۳۱) یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں جھگڑا کیا اُس شخص نے اگر چہ وہ غائب ہی کیوں نہ ہو مگر غائب کو ھذا سے تعبیر کرنا صحیح ہے۔

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ ھذا کا استعمال غائب کیلئے آتا ہی نہیں یہ حاضر ہی کے لئے آتا ہے جہاں کہیں ھذا آئے گا جس کے لئے آئے گا وہ حاضر و ناظر ہی ہوگا۔ مولوی چمن صاحب! اب آیئے حدیث نبوی ﷺ میں اس لفظ ھذا کو دیکھتے ہیں یہ کہیں غائب کیلئے استعمال ہوا ہے یا نہیں؟ بخاری شریف جلد ا ص ۴۹ میں ایک حدیث آئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشرک عورت کہیں دور جا کر اونٹ پر پانی لایا کرتی تھی ایک دفعہ دیر سے گھر پہنچی گھر والوں نے پوچھا کہ تم نے آج دیر کیوں کی ہے تو اس عورت نے جواب دیا لقینی رجلان فذھبابی الی ھذاالرجل الذی یقال له الصابی (بخاری جلد ا) مجھ سے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ اس مشرک کے سامنے موجود نہ تھے بلکہ غائب تھے، اس عورت کا عقیدہ بھی

حاضر وناظر کا نہ تھا لیکن اس عورت نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں آپ ﷺ کو ھـــذا الـرجـل سے تعبیر کرتی ہے۔اسی طرح ''بخاری جلد اص ۳۷۶'' میں ایک حدیث آئی ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں بدیل بن ورقاء مشرکین مکہ کی طرف سے شرائط صلح طے کرنے کے لئے آیا، آپ ﷺ سے گفتگو کر کے واپس مکہ پہنچا فانطلق حتی اتی قریشا قال انا قد جئنا کم من عند ھذاالرجل (بخاری ج اص ۳۷۸) جب قریش مکہ کے پاس گیا تو کہنے لگا ہم تمھارے پاس اس شخص کے پاس سے آئے ہیں۔مولوی چمن صاحب! آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے کئی میل دور حدیبیہ کے مقام پر مقیم تھے اور بدیل مکہ کے اندر قریش کے سامنے آپ ﷺ کو ھذاالرجل سے تعبیر کرتا ہے، بدیل بھی عرب، سامنے بھی عرب بلکہ قریشی ہیں، بدیل نے ھـذا سے آپ ﷺ کو آپ کی عدم حاضری میں ھذا سے تعبیر کیا، کسی عرب نے منع نہیں کیا، بدیل تم نے غائب کے لئے ھذا کیوں استعمال کیا؟ تم نے غائب کیلئے ھـــذا استعمال کر کے مسلمہ اصول کی مخالفت کی کسی نے نہیں کہا بدیل تم غائب کے لئے ھـذا کیوں استعمال کرر ہے ہو، یہ صرف اور صرف حاضر کے لئے آتا ہے یہ مسلمہ اصول ہے اس کا انکار کوئی نہیں کرسکتا، پوری دنیا مل کر بھی غائب کے لئے استعمال کرنا چاہے نہیں کرسکتا، مولوی چمن صاحب ٹھہر یئے (بخاری ج اص ۵۴۴) کی ایک اور حدیث کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ آپ کا مسلمہ اصول مسلمان ہو جائے، اُس حدیث کا خلاصہ یہ ہے آپ ﷺ کی رسالت ونبوت کا چرچا حضرت ابوذر غفاریؓ تک پہنچا تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی کو تحقیق حال کے لئے مکہ روانہ کرتے ہوئے فرمایا ار کب الی ھـذا الـوادی فـاعلم ھذاالرجل (بخاری ج اص ۵۴۴) سوار ہو کر اس وادی یعنی مکہ مکرمہ

جاؤاور مجھے واپسی پراس شخص کے حالات سے آگاہ کرو، مولوی چمن صاحب! قبیلہ غفار مکہ سے دور آباد تھا اور چونکہ اُس وقت تک حضرت ابو ذر غفاریؓ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے بقول تمھارے حاضر و ناظر کا عقیدہ کافر کا نہیں ہوتا، اس لئے اس کا عقیدہ حاضر و ناظر کا بھی نہ تھا وہ آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں ھذا الرجل سے تعبیر کرتے ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ کو بھی ھذاالوادی سے تعبیر کرتے ہیں۔

فرمائیے! آپ کے خودساختہ مسلمہ اصول کا کیا ہوا؟ کیا مکہ مکرمہ تمھارے نزدیک حاضر و ناظر ہے کیا مکہ مکرمہ کا شہر ابو ذرؓ کے سامنے موجود تھا؟ اگر تھا تو سواری پر مکہ جانے کا کیا مطلب؟ کیا مکہ مکرمہ حاضر و ناظر ہے؟ اگر نہیں تو اب یہ عقیدہ بھی بنالو، لوگوں کو بتادو کتاب لکھو کہ مکہ مکرمہ حاضر و ناظر ہے کیونکہ لفظ ھذا آگیا ہے، ورنہ مان لو کہ آپ کا بیان کردہ مسلمہ نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے اب یا تو مکہ کو بھی حاضر و ناظر مان لو ورنہ اپنا مسلمہ اصول چھوڑ دو۔

مولوی چمن صاحب! اسی طرح ایک اور حدیث بھی حاضر خدمت ہے اس کا مطالعہ کریں، تاکہ آپ کے مسلمہ اصول کی حقیقت اور آپ کی بے اصولی واضح ہوجائے مستدرک کی اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معقل بن سنانؓ اور حضرت مسلم بن عقبہؓ کی آپس میں ملاقات ہوئی معقل نے یزید کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" انی خرجت کرھا لبیعة ھذاالرجل " میں اُس شخص کی بیعت کرنے کیلئے مجبوراً نکلا ہوں اب یزید موجود نہیں تھا بلکہ کوسوں دور غائب ہے لیکن حضرت معقل بن سنانؓ یزید کو ھذاالرجل سے تعبیر کرتے ہیں۔

مولوی چمن صاحب! فرمایئے کیا تمھارے نزدیک یزید بھی حاضر وناظر ہے؟ اگر نہیں تو اس کی غیر موجودگی میں اس کو ھذا سے کیوں تعبیر کیا؟ اگر حاضر وناظر نہیں ہے پھر تمھارے مسلمہ اصول کا کیا ہوگا؟ تمھارا تو مسلمہ اصول یہ تھا کہ ھذا جس کے لئے آئے گا وہ حاضر (موجود) ہوگا۔ غائب کے لئے ھذا آ ہی نہیں سکتا، یہاں ھذا یزید کے لئے اُس کی غیر موجودگی میں استعمال ہوا ہے۔ لو تمھیں دلیل مل گئی اب یا تو حاضر وناظر مان لے یا مسلمہ اصول چھوڑ، ویسے آپ کے مولوی احمد رضا نے کرشن کنھا کو حاضر وناظر مانا ہے تم یزید کو مان لو کونسا فرق پڑتا ہے، مسلمہ اصول بھی آپ کے پاس ہے، اور ھذا کا لفظ بھی مل گیا ، اب آپ یزید کو حاضر وناظر مان کر مناظرے کا چیلنج بھی دے سکتے ہیں اور اس پر کتاب بھی لکھ سکتے ہیں۔

قارئین کرام! اگر ہم ایسی روایات تلاش کریں تو بلا مبالغہ سینکڑوں روایات مل جائیں گے لیکن ہمارا مقصد ان تمام روایات کا احاطہ کرنا نہیں اس لئے اختصار کے پیش نظر ان ہی روایات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان تمام روایات میں ھذا غائب کے لئے استعمال ہوا ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مولوی چمن صاحب کا بیان کردہ مسلمہ اصول: مسلمہ اصول نہیں بلکہ مولوی چمن صاحب کی انتہائی بے اصولی کے ساتھ ساتھ قواعد عربیہ سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ ان مذکورہ بالا دلائل سے ہمارے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص یا مقام مشہور ومعروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا صحیح ہے اگر چہ وہ پاس حاضر موجود نہ بھی ہو، اس طرح قبر میں مرنے والے سے آپ ﷺ کے بارے میں ھذا الرجل سے سوال ہوگا وہ حاضر وناظر ہونے کی وجہ نہیں بلکہ آپ

ﷺ کی شہرت کی وجہ سے سوال ہوگا کہ پوچھا جائے گا کہ جہاں سے آپ آئے ہیں اور جس بندے نے آپ کی رہنمائی کی ہے جو آپ کے ذہن میں ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔

مولوی چمن کا مسلمہ اصول اور مولوی اعلیٰ حضرت

جواب نمبر ۱

مولوی چمن صاحب! آیئے اب ہم آپ کے (مولوی) اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے آپ کے مسلمہ اصول کو دیکھیں، (حسام الحرمین ص ۱۰۹) میں آپ کے مولوی اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حفظ الایمان کی ایک عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ میں کہتا ہوں اللہ کی مہر کا اثر دیکھو "یہ شخص (ھذاالرجل) کیسی برابری کر رہا ہے (حسام الحرمین) یہ شخص اردو میں ھذا الرجل کا ترجمہ ہے) اسی طرح کوکبہ شھابیہ میں حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ شخص (ھذاالرجل) استعمال کیا ہے، حالانکہ شاہ اسماعیل شہیدؒ ۱۲۴۶ میں پیدا ہوئے خان کا مولد بریلی اور شاہ اسماعیل شہیدؒ ہزاروں میل دور بالاکوٹ کی سرزمین میں شہید ہوئے، شاہ صاحب ۲۸ سال پہلے شہید ہوئے اور خان صاحب ۲۸ سال بعد پیدا ہوئے بریلی بھارت کا شہر اور بالاکوٹ پاکستان کا علاقہ لیکن مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو یہ شخص (ھذاالرجل) کہہ کر خطاب کرتا ہے، کیا تمھارے نزدیک حضرت حکیم الامت اور حضرت شاہ شہیدؒ حاضر و ناظر

ہیں ،اگر نہیں تو ھذاالرجل سے کیوں تعبیر کیا؟ اگر حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شہرت کی وجہ سے معہود فی الذھن ھذاالرجل سے تعبیر کیا ہے تو پھر قبر میں بھی آپ ﷺ حاضر موجود نہیں ہوتے بلکہ شہرت کی بناء پر ھذاالرجل سے سوال کیا جائے گا اس لئے ھذاالرجل سے حاضر و ناظر پر تمھارا استدلال باطل ہے۔

جواب (۲):

درالفرائد شرح شرح العقائد میں ہے، قبر میں سوال و جواب کے بارے میں جو اکثر روایات مروی ہیں ان میں یہ الفاظ (ھذاالرجل) موجود نہیں بلکہ اس طرح ہے، من ربک ، مادینک ، من نبیک ۔اس لئے پہلے دلائل سے قبر میں ہونے والے سوالات کا تعین کریں ، جب تک دلائل سے قبر میں ہونے والے سوال کا تعین نہ کریں ،دلیل قائم نہیں کر سکتے ہو اس لئے ھذاالرجل سے تمھارا استدلال باطل ہے۔

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ لکھنے کا نام ہرگز دلیل نہیں ہوتی ،دعویٰ اور دلیل میں مطابقت بھی لازمی ہے آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور دلیل یہ پیش کی کہ آپ ﷺ قبر میں تشریف لاتے ہیں دعویٰ تو عالم دنیا کا اور دلیل عالم برزخ کی ، دعویٰ ہر جگہ کا، دلیل قبر کی ۔دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کہاں اگر مان بھی لیا جائے پھر بھی حاضر و ناظر کی نفی ہوتی ہے یعنی یہ تو ہماری دلیل بنتی ہے کیونکہ مولوی چمن صاحب نے لکھا کہ تشریف لاتے ہیں ، تشریف اگر لاتے ہیں تو اس لئے کہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اگر پہلے سے حاضر و ناظر تھے تو تشریف لانے کا کیا مطلب ،

تشریف وہی لاتے ہیں جو پہلے سے حاضر وناظر نہیں ہوتے، مولوی چمن صاحب نے جس چیز کو اپنی دلیل بنایا وہی ان کے مخالف پڑے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

چمن میں ڈالیاں ہزاروں مگر مقدر کا کھیل دیکھو
گری اُس شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

جواب (۴):

مولوی چمن صاحب! ھذا الرجل سے استدلال کر کے لکھتے ہیں کہ آقا قبر میں تشریف لاتے ہیں (مدنی موتی ص ۴۶) اب اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آقا ﷺ تشریف لاتے ہیں تو سوال پیدا ہوگا کیا آنحضرت ﷺ حیات دنیاوی میں بھی (یعنی دنیاوی زندگی میں بھی) ہر قبر میں تشریف لے جاتے تھے یا نہیں؟ اگر تشریف لے جاتے تھے تو کیا مولوی چمن صاحب آپ ﷺ کے متعلق ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے کبھی فرمایا ہو کہ تم بیٹھو شام یا روم میں میرے امتی سے سوال و جواب ہو رہا ہے میں وہاں سے فارغ ہو کر ابھی آ رہا ہوں؟ اگر تشریف لے جاتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنی دنیاوی حیات کے زمانہ میں صحابہ کرام سے جھاڑو دینے والے کے متعلق کیوں فرمایا تھا؟ کہ وہ کہاں گیا ہے؟ جبکہ صحابہ کرام رات کے وقت اس سے دفن کر چکے تھے اور آپ ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ اب چلو مجھے اس کی قبر دکھا دو، کیا اس صحابی رسول سے قبر میں سوال و جواب نہیں ہوا تھا؟ یا آپ ﷺ اس قبر میں تشریف نہیں لے گئے تھے؟ اگر سوال و جواب نہیں ہوا تھا تو کیوں؟ اگر ہوا تھا آپ ﷺ اس قبر میں تشریف بھی لے گئے تھے تو اُس کے مرنے کا علم کیسے نہیں ہوا؟ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہوتے مولوی چمن صاحب! کا اس

ھذاالوجل سے آپ ﷺ کے حاضروناظر پر استدلال جہالت ہے۔

ایک اور مغالطه اور اس کے جوابات

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں ہم نماز میں تشہد کے اندر پڑھتے ہیں السلام علیک ایھا النبی ،سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ،اس میں ک ضمیر حاضر کیلئے استعمال کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حاضروناظر ہیں اگر آقا حاضروناظر نہ ہوتے تو ہ ضمیر غائب ہوتا۔ (مدنی موتی ۴۹)

جواب(۱):

مولوی چمن صاحب نے اس مقام پر عجیب وغریب شگوفے کھلائے ہیں پڑھ کر مولوی کی بے چارگی جہالت پر افسوس ہوتا ہے اس علمی یتیم کو نہ دعویٰ کا علم نہ دلیل سمجھتا ہے نہ عرف سے واقف ہے،اور نہ ہی اصطلاحات کا کچھ پتہ،اور نہ ہی محاورات روزمرہ کی پہچان بس ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ لکھنا ایران توران کی لایعنیٰ گفتگو کرنا، بے مقصد قلم کاری کرنا جواب کہلاتا ہے،خلط مبحث اہل علم کے شایان شان نہیں لیکن اُن کے نزدیک علمیت ہے!

مگر وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ رسم شاہبازی

جس کا کام عرس ،میلاد منانا اور گیاروی شریف کا ختم ہو وہ اس میدان میں قدم رکھے تو شگوفے نہ کھلائے،تو کیا کرے،اب آئے جوابات ملاحظہ فرمایئے آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے،اور آنحضرت ﷺ نے وہاں اللہ کی حمد وثناء بیان فرمائی التحیات للہ والصلوۃ والطیبات اے اللہ میری تمام زبانی بدنی اور مالی عبادتیں تیرے لئے ہیں یعنی

اے اللہ مصائب ومشکلات میں صرف تجھ سے مدد مانگیں گے، سجدہ تجھے کریں گے، رکوع وقیام تیرے سامنے ہوگا، مال تیری رضا کے لئے تیرے ہی نام پر خرچ کریں گے، تو اس پر اللہ نے آپ ﷺ کو ہدیہ تبرک پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ السلام علیک ایھا النبی سلامتی تجھ پر اے نبی، چونکہ اس وقت آنحضرت ﷺ کو اللہ نے مخاطب کر کے یہ تحفہ عنایت فرمادیا، اس لئے آپ ﷺ نے اپنی امت اور صحابہ کرام کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو (جس طرح اللہ سے سنا تھا) برقرار رکھا، اس لئے شیخ الاسلام علامہ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں اگر گویند کہ خطاب را بود وآنحضرت دریں مقام نہ حاضر است پس توجیہ این خطاب چہ باشد، جوابش آنست کہ چوں ورود این کلمہ دراصل (یعنی شب معراج) بصیغہ خطاب بود، دیگر تغیرش ندادند وبرہماں اصل گذاشتہ (حاشیہ اخبار الاخیار ص ۳۱۶) یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے آپ ﷺ اس مقام میں حاضر نہیں ہیں تو اس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغہ خطاب وارد ہوا تھا اور اس کو اسی پر رکھا گیا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، اور یہی بات بحرالرائق شامی کے علاوہ متعدد و مستند کتابوں میں مذکور ہے۔

قارئین! اس کی قرآن میں ایک دو نہیں بلکہ بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی وقت کسی شخص کو اس کی موجودگی اور حاضری میں ضمیر حاضر سے خطاب ہوا تھا تو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی حاضر کی ضمیر سے اسے یاد کیا جاتا ہے، اس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے اس کو حاضر وناظر کوئی بھی نہیں مانتا، مثلاً قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ موجود ہے جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو حق کی دعوت دی اور فرعون نے موسیٰؑ کے پیش

کردہ دلائل کا گستاخانہ الفاظ میں رد کرتے ہوئے حق ماننے سے انکار کیا تو فرعون کی اس گستاخی پر موسیٰؑ نے فرمایا و انی لاظنک یافرعون مثبورا "اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں اے فرعون کہ تو تباہ کر دیا جائے گا" آج ساری دنیا کے مسلمان جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو لاظـــنک کو خطاب کی ضمیر سے ہی پڑھتے ہیں لیکن فرعون کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا، کیوں مولوی چمن صاحب کیا تمھارے نزدیک فرعون حاضر و ناظر ہے؟ اگر نہیں پھر کیوں حاضر و ناظر نہیں جبکہ ک ضمیر حاضر تو موجود ہے اسی طرح عزیز مصر نے اپنی بیوی کو قصوروار ٹھہرا کر اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا "واستـغـفـری لذنبک انک کنت من الخاطئین (پارہ ۱۲ س یوسف)" اپنے گناہ پر معافی مانگ بے شک تو ہی خطا کاروں میں تھی مولوی چمن صاحب! اس آیت میں لذنبک "انک" ک ضمیر خطاب ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو مرتبہ آیا، سارے مسلمان اس کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا مولوی چمن صاحب! کیا تمھارے نزدیک عزیز مصر کی بیوی حاضر و ناظر ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ آپ کے اصول کے مطابق حاضر و ناظر ہونا چاہئے کیونکہ تم نے لکھا ہے ک ضمیر حاضر ہی کے لئے آتا ہے ک ضمیر آئے وہ حاضر نہ ہو تو بے فائدہ ہے ک ضمیر جہاں آیا جس کے لئے آیا وہ حاضر و ناظر ہے کیونکہ ک غائب کے لئے آ ہی نہیں سکتا اب ایک آیت میں دوسری مرتبہ ک ضمیر آیا ہے لذنبک، انک دو مرتبہ خطاب ہے بلکہ تمھارے نزدیک اس کو ڈبل حاضر و ناظر ہونا چاہئے جس طرح یہاں ک ضمیر خطاب کے باوجود حاضر و ناظر نہیں اسی طرح "السلام علیک ایھا النبی" میں حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شب معراج میں بصیغہ خطاب وارد

ہوا تھا اس کو اس حالت میں رکھا گیا۔

مولوی چمن صاحب کی لاحاصل محنت

مولوی چمن صاحب! اس کو انشاء اور دعا ثابت کرنے کے لئے بڑی محنت کی ہے، انشاء کی قسموں کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس بے مقصد گفتگو کی قطعاً ضرورت نہ تھی درمختار اور عالمگیری نہ سہی اگر شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب ''مدارج النبوت ج ۱'' بھی دیکھ لیتا تو اس کو یہ عبارت مل جاتی، درحقیقت این دعا است در نماز اگر چہ بصیغہ خطاب است۔ لیکن مولوی چمن صاحب کو وہ سب کچھ لکھنا اور سنانا تھا جو بے سمجھے سمجھائے رٹایا گیا تھا۔

جواب (۲):

اگر ہم السلام علیک سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے، تمہارا دعویٰ پھر بھی ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے عزیزوں کو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' لکھا کرتے ہیں تو اس کا یہ معنی تو نہیں ہوتا کہ وہ ہمارے پاس حاضر اور موجود ہوتے ہیں اگر وہ موجود ہوتے تو خط لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہمارا خط اُن کو پہنچ جائے گا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا اسی طرح مسلم شریف و دیگر حدیث کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بادشاہ روم کو خط لکھا تھا، ''ادعوک بدعایۃ الاسلام'' میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اس کا یہ معنی تو نہیں کہ ہرقل آپ ﷺ کے پاس حاضر تھا اگر حاضر ہوتا تو آپ ﷺ خط کیوں لکھتے؟ اسی طرح یہاں بھی سمجھئے کہ ہم

"السلام علیک" سے خطاب کرتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس حاضر (موجود) ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ ﷺ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائے گا اب سلام پہنچے گا کیسے؟ تو اس کے لئے نہ ہمیں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہے اور نہ پریشان ہونے کی، کیونکہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا" ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام" (الحدیث)

ترجمہ: کہ بے شک اللہ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچائیں، اگر انشاء، ودعا مراد ہیں تب بھی تمہارے لیے مفید نہیں کیونکہ سلام آپ ﷺ تک پہنچانے کیلئے فرشتے مقرر ہیں یہ فرشتے اس لئے مقرر ہیں کہ آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں اگر حاضر وناظر ہوتے تو خود سن لیتے فرشتوں کے ذریعے پہنچانے کا کیا مطلب؟ اور جب ہمارا سلام فرشتے پہنچائیں گے تو اس وقت خطاب ہوگا تو اس سے حاضر وناظر پر استدلال کرنا باطل ہے۔

مولوی چمن صاحب کیلئے بریلی کا سرمہ

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب قرآن وحدیث کے دلائل تو ہم ذکر کر آئے، اب آپ ہی کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے حوالہ پیش خدمت ہے، کیا پتہ بریلی کا یہ سُرمہ آپ کی بصیرت وبصارت کیلئے کارآمد ثابت ہو، اگر کارآمد نہ بھی ہو کم از کم تجربہ تو ہو جائے گا تاکہ آئندہ اس قسم کے کسی روحانی مریض سے واسطہ پڑے تو ہم اس کا علاج اس تجربے کی بنیاد پر کر سکیں گے۔ مولوی چمن صاحب! ایسی مثالیں ہر زبان میں ملتی ہیں کہ کسی غائب ہستی کو

عُرضی طور پر تخیل میں حاضر سمجھ کر اس سے خطاب کیا جاتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ حقیقتاً حاضروناظر ہوتا ہے بلکہ محض تخیل وتصور پر مبنی ہوتا ہے اب ہم آپ کے مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب حدائق بخشش حصہ دوم ص ۵۰ آپ کے سامنے رکھتے ہیں آپ کے مولوی احمد رضا ان اشعار میں دیوبندیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا — دل تھا ساجد نجد یا پھر تجھ کو کیا
یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے — بندہ اپنا کر لیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب — نہ تو ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی — یہ ہمارا دین ہے پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا عرض — ہم ہیں عبدالمصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

مولوی احمد رضا کے اشعار کا جواب امام اہلسنت کے الفاظ میں

آگے جانے سے پہلے مولوی احمد رضا کے ان اشعار کا جواب امام اہل سنت کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں

تو اگر مشرک ہوا پھر ہم کو کیا — پیٹ کا بندہ بنا پھر ہم کو کیا
تو نے کی تحریف قرآن وحدیث — راندہ درگاہ ہوا پھر ہم کو کیا
خالق کون و مکاں کو چھوڑ کر — غیر کے در پر جھکا پھر ہم کو کیا
شرک وبدعت کو کیا تو نے پسند — توحید وسنت سے تو پھرا پھر ہم کو کیا
آیت ایاک نستعین کو — کر دیا تو نے بھلا پھر ہم کو کیا
ہم تو ہیں اللہ کے بندے — تو ہے عبدالمصطفیٰ پھر ہم کو کیا

ان اشعار میں مولوی چمن صاحب کے مولوی احمد رضا صاحب نے دیوبندیوں کو تجھ کو کیا، تجھ کو کیا کے الفاظ سے بار بار خطاب کیا ہے کیا تمھارے نزدیک تمام دیوبندی حاضر وناظر ہیں؟ اگر نہیں تو تمھارے اعلیٰ حضرت نے ضمیر خطاب حاضر کی ضمیر "تجھ کو" کیوں استعمال کیا ہے؟ ایک بار بھی نہیں بلکہ چھ بار ضمیر خطاب استعمال کیا اگر آپ کا جواب یہ ہے کہ دیوبندی حاضر وناظر نہیں بلکہ اُن کو تخیل میں حاضر وناظر تصور کر کے خطاب کیا گیا ہے تو پھر اسی طرح السلام علیک میں خطاب سمجھئے اور ہاں یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ آیئے ہم آپ کے اعلیٰ حضرت سے اسکی تصدیق کرا دیتے ہیں آپ کے مولوی احمد رضا امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم ج ا" سے السلام علیک ایھا النبی کی تشریح نقل کرتے ہوئے کوکبہ شہابیہ میں لکھتے ہیں "احضر فی قلبک النبی وشخصه الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته" التحیات میں نبی کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت کا تصور باندھ اور عرض کر سلامتی ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت۔

مولوی چمن صاحب! مولوی احمد رضا کی عبارت کو ایک مرتبہ پھر پڑھئے ان جملوں پر غور کیجئے دل میں حاضر کر، تصور باندھ اگر آپ ﷺ حقیقی طور پر حاضر وموجود ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور باندھنے کا کیا مطلب؟ تصور تو اس کا باندھا جاتا ہے جو حاضر وموجود نہ ہو۔ مولوی احمد رضا کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں اور یہاں ضمیر خطاب ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخیل وتصور میں حاضر تصور کر کے السلام علیک پڑھا

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

جواب (۴):

جب رحمت کائنات اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے تو صحابہ کرام کو تشہد میں الجھن پیش آئی تھی کہ اب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان نہیں رہے لہٰذا اب تشہد میں ہمارے لئے ضمیر خطاب (السلام علیک) کہنا مناسب ہے یا نہیں چنانچہ بخاری جلد دوم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے یہ جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں السلام علیک کے بجائے السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے، اس سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کا عقیدہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حاضر وناظر کا نہ تھا، اگر صحابہ کرام کا عقیدہ حاضر وناظر ہونے کا ہوتا تو ان کو ضمیر خطاب چھوڑنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ انہوں نے السلام علیک کی جگہ السلام علی النبی پڑھ کر امت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر تم بطور حکایت پڑھو یا حکایت بطور دعا وانشاء ہے اور فرشتے ہمارا سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں پھر اس وقت خطاب ہو جاتا ہے، جیسے خطوط کی مثال ہم نے پیش کی یا تخیل وتصور میں حاضر سمجھ کر خطاب کرو تو اس کی گنجائش ہے ورنہ السلام علی النبی پڑھو۔

مغالطہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی موت

کی خبر دی۔ (مدنی موتی ۲۹)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس دو انسانوں کی آواز سنی اوران دونوں کو عذاب ہو رہا تھا (مدنی موتی ۲۹)

(۳) جنت میرے قریب ہوگئی۔ (مدنی موتی ۳۱)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قذمان کے خودکشی کرنے کی پیشینگوئی فرمائی۔

(مدنی موت ۳۷)

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس جگہ سے حوض کوثر دیکھا، ہماری ملاقات وہاں ہوگی (۳۳)

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قلعہ پر چڑھے فرمایا میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں۔

(مدنی موتی ۴۳)

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بحری جہاد کرنے والوں کو دیکھایا (مدنی موتی ۴۰)

(۸) ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلوار ساتھ لے جانے کا کہا تھا۔ (مدنی موتی)

(۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رکوع اور سجدہ کو پورا کرو بسا اوقات (کبھی کبھی) میں تمہیں پشت پیچھے دیکھتا ہوں۔ (مدنی موتی ۶۰)

جواب (۱):

آپ کے سامنے میں نے مولوی چمن صاحب کے دلائل رکھ دیئے۔ آپ ان دلائل کو ایک مرتبہ پھر پڑھیں۔ مولوی چمن صاحب کو نہ علم غیب کا پتہ اور نہ اطلاع غیب کی

تعریف جانتا ہے، حالانکہ علم غیب اور اخبار غیب میں واضح فرق ہے۔ علم غیب اور ہے اخبار غیب انباء غیب بالکل الگ چیز ہے علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ علم غیب اسے کہتے ہیں جو بلاواسطہ اور بغیر کسی ذریعہ کے آئے۔ اور جو واسطہ اور ذریعہ کے ساتھ آئے وہ اطلاع غیب، اظہار غیب انباء غیب اور اخبار غیب ہے علم غیب نہیں غیب کی چیز خود جاننا یہ ہے علم غیب اور کسی کے بتانے پر جاننا یہ ہے خبر غیب۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار غیب کی خبروں پر اطلاع دی ہے اور بعض اوقات مستقبل میں ہونے والے بعض واقعات وحادثات کی بھی اطلاع دی ہے یہ سب غیب کی خبریں رہی علم غیب نہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ذالک من انباء الغیب نوحیھا یہ علم غیب نہیں بلکہ غیب کی بعض خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں اور تم اس وقت وہاں نہ تھے۔ اطلاع اور خبر اسی کو دی جاتی ہے، جو عالم الغیب حاضر وناظر (ہر جگہ موجود دیکھنے والا) نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سینکڑوں واقعات اور مستقبل میں ہونے والے حادثات کی خبر دی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ہمیں بھی اطلاع ہوئی، کیا ان اخبار غیب کی وجہ سے امت عالم الغیب اور حاضر وناظر ہوگی؟ نہیں بالکل نہیں کیونکہ عالم الغیب ذرائع وسائل واسباب اور وسائط کا محتاج نہیں ہوتا یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتاب شرح عقائد کی شرح نبراس میں علامہ عبدالعزیز ہاروی لکھتے ہیں والتحقیق ان الغیب ماغاب عن الحواس والعلم الضروری والعلم الاستدلال (النبراس علی شرح العقائد ص ۵۷۴ بحوالہ مطالعہ بریلوی ۳۱۲) تو غیب وہ ہے جو حواس ظاہری (سمع وبصر وغیرہ) سے غائب ہو اور علم ضروری وحی الہام وکشف) اور علم

استدلالی (علامات ودلائل وقرائن) پراس کی بنیاد نہ ہو۔

تو علامہ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ علم غیب وہ ہے جو عادی وسائل واسباب اور وسائط کے بغیر از خود ہو اور جو علم وسائل وذرائع اور وسائط سے حاصل ہو وہ علم غیب نہیں خواہ وہ وسائل وذرائع حسی ظاہری ہوں خواہ باطنی ومعنوی ہوں یعنی حواس وعلامات تجربہ اور عقل وفہم سے وہ علم حاصل ہو یا وحی الہام کشف وکرامت سے وہ علم حاصل ہو تو وہ علم غیب نہیں بلکہ اخبار غیب انباء غیب ہیں۔

اب مولوی چمن نے جو دلائل دیئے اس سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہے۔ان دلائل سے اس دعویٰ کی نفی ہوتی ہے کہ اللہ نے بعض ہونے والے واقعات کی خبر وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی، یا کشف کے ذریعہ منظر دیکھایا یا خواب میں وہ منظر دکھادیا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر (موجود اور دیکھنے والا ہونا) کیوں اور کیسے ثابت ہوا؟ **وما ینطق علی الھوی ان ھو الاوحی یوحی** (پ ۲۷،سورہ نجم) جن واقعات کے بارے میں اللہ خبر دیتے ہیں وحی کے ذریعہ وہی آپ بتاتے ہیں۔

جواب (۲):

مولوی چمن صاحب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر، ابن رواحہ کی موت کی خبر دو قبروں میں ہونے والے عذاب کی خبر قزمان کے خودکشی کی خبر وغیرہ وغیرہ یہ خبریں وحی یا کشف کے ذریعہ اطلاع الٰہی کے بغیر دی ہے؟ یا وحی یا کشف یا خواب کے ذریعہ اطلاع ملنے پر اگر تمہارا کہنا یہ ہے کہ نہیں بغیر اطلاع کے دی ہے تو یہ مسلم بین الفریقین کے خلاف

ہے اگر تم کہتے ہو کہ اطلاع ملنے پر دی ہے، تو علم غیب اور حاضر و ناظر نہ رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے واقعات و اخبار کا انکار ہم نہیں کرتے، بلاشبہ اللہ اپنے نبیوں کو بہت سے واقعات کی اطلاع دیتے ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر سمجھنا جہالت ہے۔

جواب (۳):

کشف میں مکشوف عنہ سے اللہ پردہ ہٹا دیتا ہے اور وہ منظر دکھا دیتا ہے، کشف کرامات اور معجزات یہ غیر اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ ان پر انبیاء و اولیاء کو اختیار حاصل نہیں ہوتا، اس لئے مذکورہ واقعات سے آپ کا حاضر و ناظر پر استدلال باطل ہے، بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تھے اس لئے تو کشف کی ضرورت پیش آئی (اس لئے اللہ نے درمیان سے پردہ ہٹا دیا) اگر وہاں اسی جگہ بھی موجود تھے تو پردہ ہٹانے کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ موتہ کا منظر یا جنت وغیرہ دکھایا۔

معجزہ اور کشف میں نبی کا اختیار نہیں ہوتا

جواب (۴):

قارئین کرام: مولوی چمن صاحب نے جو روایات پیش کی ہیں یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں یہ سینکڑوں بھی ہو جائیں پھر بھی جزئیات ہیں اس سے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ عالم الغیب ہونا کیونکہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ ہاتھ نبی کا ہوتا ہے اور قدرت اللہ کی ہوتی ہے

(تفصیل اپنے مقام پر آئے گی)

فی الحال مختصر طور پر معجزہ کو سمجھ لیجئے۔ معجزہ ان خرق عادت امور کو کہتے ہیں۔ جو مخالفین کے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نبی کے ہاتھ پر صادر فرماتے ہیں یا کبھی مومنین کی تشفی قلوب کے لئے پیغمبر کے ہاتھ پر صادر فرماتے ہیں یا اہل ایمان کبھی مشکلات کی گھڑیوں میں گھر جائیں تو معجزات کا صدور ہوتا ہے اور اس طرح مومنین کے دل سکون پاتے ہیں اور دولت ایمان کا سرمایہ ترقی کرتا ہے، معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء برحق مگر معجزہ میں نبی کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی قدرت اور مشیت سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں نبی کے کسب کا دخل بالکل نہیں ہوتا۔ آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کو آیات بینات ومعجزات اللہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما منعنا ان نرسل بالایٰت الا ان کذب بها الاوّلون

(پارہ ۱۵ سورہ الاسراء)

ترجمہ: ہم نے نشانیاں (معجزات) بھیجنی اس لئے موقوف کیں کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا اسی طرح سورۃ انعام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا "قل ان اللہ قادر علی ان ینزل" الآیۃ (پارہ ۷ سورہ انعام) ترجمہ: (میرے پیغمبر) کہہ دیجئے اللہ اس بات پر قادر ہے کہ نشانی اتارے۔

اسی طرح سورۃ میں فرمایا وما تاتیهم من آیة من آیات ربهم الا کانوا عنها معرضین (پ ۲۳، س، یٰسین) ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی پہنچتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

ان آیات میں کتنی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ انبیاء کو ملنے والی نشانیاں اور معجزات اللہ کے ارادے مشیت اور اللہ کے اختیار اور قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا جیسا کہ سورۃ رعد میں بتلایا گیا وما کان لرسول ان یاتی بآیة الاباذن الله (پ:س رعد) کسی رسول میں یہ قدرت وطاقت نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ اسی طرح مشرکین مکہ اپنی ضد ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات دکھانے کی فرمائش کی۔ تو اللہ نے قرآن میں اپنے نبی کو جواب سکھایا هل كنت الا بشرا رسولا میں ایک بشر انسان ہوں جس کو اللہ نے رسالت ونبوت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا ہے۔ میں اللہ کے اختیارات میں شریک نہیں ہوں، یہ معجزات دکھانا میرے اختیار اور بس میں نہیں۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ وسلم کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اگر اللہ مخالفین کو ان کے حسب فرمائش معجزات دکھائے جائیں تو ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ ایمان قبول کرلیں۔ تو اللہ نے بڑے پیارے انداز میں پرلطف لہجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی کہ فان استطعت ان تبتغی نفقافی الارض او سلما فی السماء فتاتیهم بآية (پارہ ۷ سورہ انعام)

میرے پیغمبر اگر تجھ سے ہوسکے کہ کوئی سرنگ زمین میں ڈھونڈے یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈ نکالے پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے۔

اس آیت میں بھی وضاحت سے یہ بتلایا گیا کہ معجزہ میں نبی کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھار تو پیغمبر کو اس بات کا علم تک نہیں ہوتا کہ اللہ اس کے ہاتھ میں کیا معجزہ دکھانے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا ذکر موجود ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے اختیار سے جب اس لاٹھی کو استعمال کرتے ہیں تو اس پر ٹیک لگاتے ہیں۔ اس سے بکریاں چراتے ہیں بکریوں کے لئے پتے جھاڑتے ہیں ارشاد باری ہوا وما تلک بیمینک یموسی میرے کلیم تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ علیم بذات الصدور ہے اللہ کو علم تھا لیکن سوال اس لئے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد اس لاٹھی کی شکل وصورت کو بدل کر معجزہ دکھانا تھا، نبی کے اختیار کو واضح فرمانا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوادیا۔ اور اپنے اختیار کی وضاحت فرمادی، ارشاد ہوا القھا یاموسی اے موسیٰ لاٹھی زمین پر ڈال اور میری طاقت وقدرت اور اختیار کا نظارہ کر فالقاھا فاذا ھی حیۃ تسعی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی تو اس نے سانپ کی شکل اختیار کرلی اور سانپ زمین پر دوڑنے لگا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ معجزہ دیکھا کہ لاٹھی سانپ کی صورت میں ڈھل چکی ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہوکر بھاگنے لگے، قرآن کہتا ہے ولم یعقب میرا پیغمبر پیچھے مڑ کے بھی نہیں دیکھتا ہے، دل میں خوف کی کیفیت پیدا ہوئی تب اللہ نے فرمایا لاتخف سنعیدھا سیرتھا الاولی میرے کلیم ڈریئے نہیں خوف نہ کھایئے اسے پکڑیئے ہم اسے پہلی صورت پر لوٹادیں گے یعنی ہم اسے دوبارہ لاٹھی بنادیں گے۔ قارئین محترم: کلیم اللہ کے اس واقعہ پر ذرا ایک مرتبہ اور نظر ڈالئے: کیا اس واقعہ سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ معجزہ اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر موسیٰ کلیم اللہ کا اختیار ہوتا؟ یا علم ہوتا تو خوف زدہ کیوں ہوتے۔ اگر معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ تو اللہ کے اس ارشاد کا کیا مطلب کہ ہم اسے پہلی حالت پر لوٹادیں گے، اگر کلیم اللہ کو معلوم تھا تو پیچھے کیوں ہٹے۔ موسیٰ کلیم اللہ کا

خوفزدہ ہونا اللہ کا لاتخف فرمانا سنعیدھا سیرتھا الاولی فرمانا اس بات کی دلیل ہے، کہ معجزہ پر نبی کو اختیار نہیں ہوتا، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ بھی سمجھئے۔

مولوی چمن صاحب نے جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اور معجزہ نبی کا فعل اختیاری نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا فعل ہوتا ہے اور حاضر وناظر ہونا افعال اختیاریہ میں سے ہے، اس لئے ان کا ثبوت معجزات سے نہیں ہوسکتا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا زمین پر ڈالنا تو فعل اختیاری ہے لیکن عصا سے سانپ بن جانا فعل غیر اختیاری ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی تو اللہ نبی کو جنت دکھادیئے تو اس وقت دیکھ لے، کبھی اونٹ کے نیچے ہار کا علم بھی نہیں ہوتا کبھی غزوہ کا منظر دکھادیئے تو نبی دیکھ لے اور کبھی حضرت عائشہ کے پیچھے رہ جانے کا بھی علم نہیں ہوتا، کبھی اللہ دکھائے تو حوض کوثر کو بھی نبی دیکھے فتنوں کو اترتے دیکھ لے، اور کبھی جوتوں میں نجاست لگی ہے علم نہیں ہوتا نماز کے اندر اللہ کے حکم سے جبرائیل آکر بتادیتے ہیں کبھی اللہ دکھائے تو صدیوں بعد ہونے والی بحری جہاد کرنے والوں کو دیکھ لے، وہ نہ دکھائے تو خود سے مدینہ منورہ میں رہنے والے چلتے پھرتے کے منافقین کا بھی علم نہ ہو۔ کبھی پانی کی ضرورت ہو تو اللہ نبی کی انگلیوں سے پانی جاری کرادے تو جاری ہو کبھی پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا پڑے، کبھی کافروں کے سامنے ننگی تلواروں کے سائے میں اللہ معجزۃً نبی کو گزار دے، اور نبی گزر جائے اور کافروں کو نظر میں بھی نہ آئے اور کبھی کھانے میں زہر دیا جائے نبی کھالے مگر نبی کو علم نہ ہو۔ اس کی فہرست طویل ہے۔ اس لئے مختصر یہ ہے کہ مولوی چمن صاحب نے جو روایات پیش کئے ہیں وہ معجزات ہیں اللہ نے جو دکھایا نبی نے وہ اس وقت دیکھ لیا، جو بتایا اس کا علم ہوا اس سے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر پر استدلال کرنا مولوی صاحب کی جہالت ہے (مزید وضاحت واقعات وحکایت کے جوابات عادت اور خرق عادت کے بحث میں عرض کریں گے)

مولوی چمن صاحب عیسائیت کے دروازے پر

تین جوابات

مولوی چمن صاحب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بهاورجله التی یمشی بها اور ایک دوسری روایت ولسانه الذی یتکلم به سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کر کے لکھتے ہیں اللہ جل شانہ خود اعضاء سے پاک ہے پھر اس حدیث کا کیا معنی ہوگا، اس حدیث کا مطلب اور مفہوم یہی ہوگا کہ اللہ اس کو اپنی خدائی طاقت عطا فرما دیتا ہے آگے لکھتے ہیں اس خدائی طاقت سے وہ اگر نبی ہے تو معجزات دکھاتا ہے، اگر ولی یا صحابی ہے تو کرامات دکھاتا ہے مولوی چمن صاحب آگے لکھتے ہیں غور کرو جو بندہ اس جہاں میں پیدا ہو اس کی تربیت اس کے والدین کریں اور وہ اپنی عبادت کے ساتھ اللہ کے اتنے قریب ہوجاتے ہیں کہ خدائی طاقت اس کے جسم میں آجاتی ہے (نعوذ باللہ) تو وہ اس خدائی طاقت سے دیکھتا ہے سنتا ہے جس کی ہزاروں مثالیں کتب اسلامیہ کے اندر موجود ہیں ایک مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنہوں نے ایک ہاتھ سے خیبر کا دروازہ اٹھایا (مدنی موتی ٦٣)

جواب (ا):

قارئین گرامی: اس مقام پر اس علمی یتیم نے جو گل کھلائے ہیں وہ کسی عجائب گھر کے قابل ضرور ہیں مگر ان سے حاضر و ناظر کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ ایسی باتیں کوئی جاہل نہیں بلکہ اجہل بھی نہ لکھے۔ مولوی چمن صاحب نے نہ ہی حدیث کا مطلب سمجھا نہ اس کو احساس ہے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ اس سے حاضر و ناظر ثابت ہوتا ہے؟ یا عیسائیوں کا اور آغا خانیوں کا عقیدہ حلول اور عیسائیوں کی طرح معجزہ کو نبی کا فعل سمجھا اور کرامت کو ولی کا فاحی الموت کو پڑھا مگر باذن اللہ پر غور نہیں کیا، گویا کہ و لاتقربو الصلوٰۃ کو مانتا ہے شاید و انتم سکاری کو ضروری نہیں سمجھتا، ایسا لگتا ہے کہ کوئی مشنری جماعت خانہ میں اور کوئی پادری اپنے معبد میں عقیدہ حلول پر لیکچر دے رہا ہو، حدیث کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے اس کا مطلب کیا تھا اور کیا بنا دیا اب جواب دیکھیے۔ خالق کائنات نے اپنے لاریب کلام قرآن میں اسی عقیدہ حلول کی وجہ سے عیسائیوں کو کافر فرمایا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم (پ٦ س مائدہ) تحقیق سے وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم (میں حلول کر گیا) ہے اسی وجہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خبردار کیا کہ تم میری تعریف میں غلو نہ کرنا مبالغہ سے کام نہ لینا جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا ہے میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ سو تم بھی مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو (بخاری ج ۴ صفحہ ٦٩٠) علامہ سید علی بن محمد الحنفی لکھتے ہیں کہ کفریہ عقیدوں میں سے ایک عقیدہ حلول بھی ہے کہ حلولہ فی بعض اشخاص الناس کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں میں حلول کر جاتا ہے، یہی عقیدہ مولوی چمن صاحب کا

بھی ہے لکھتے ہیں کہ اللہ کے اتنے قریب ہوجاتے ہیں تو خدا کی طاقت اس کے جسم میں آجاتی ہے تو وہ خدائی طاقت سے دیکھتا ہے۔ یہی تو عیسائیوں والا عقیدہ ہے، مولوی چمن صاحب آپ ﷺ کے پیشگوئی کے مطابق عیسائیوں کے قدم پر چلتے ہوئے کیسے خالق اور مخلوق کوملا دیا، سچ کہا ہے عامر نے،

فضل خدا سے رشتہ توڑے — کفر جعلی سے ناطہ جوڑے
دیر سے بیٹھا ہے اک صوفی — قبر ولی پر آس لگائے
چھوڑ گئی تثلیث کو پیچھے — تیز قدم توحید ہماری
قبروں پر جب میلہ دیکھے — تب یہ بات سمجھ میں آئی
بن جاتے ہیں نادان انسان — آسانی سے چوپائے
عامر شرک مثل نشہ بادہ — گمراہی بھی اک نشہ ہے
جن کو اپنا ہوش نہیں — انہیں کوئی کیسے سمجھائے

جواب(۲):

مولوی چمن صاحب ان دو روایتوں کونقل کر کے سوال کرتے ہیں۔ اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہیں (یعنی حلول مراد نہیں) تو اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ مولوی چمن صاحب عرسوں سے تھوڑا سا وقت نکال کر ائمہ اہل سنت کی کتابوں اور احادیث کی شروح کا مطالعہ فرما لیتے یا کسی دیوبندی طالب علم سے اس حدیث کا مطلب پوچھ لیتے۔ یا کسی عام تبلیغی سے پوچھ لیتا تو وہ تجھے سمجھا دیتا، تو نہ تجھے عیسائیوں سے مدد مانگنے کی ضرورت پڑتی، نہ آغا خانیوں اور شیعوں کے در پہ جانے کی ضرورت پڑتی اور نہ ہی اس حدیث سے حلول

مراد لینے کی ضرورت ہوتی، اب آیئے ہم آپ کو اہل سنت کی کتابوں سے اس حدیث کا مطلب بتاتے ہیں حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں۔ کہ جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ کا مقبول ہوجاتا ہے تو اس کے سب اعضاء (کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں) کا اللہ خود محافظ ہوجاتا ہے اور اس کے سب اعضاء خدا کی مرضی کے مطابق ہوجاتے ہیں۔ اس کی مرضی اور حکم کے بغیر نہ کچھ دیکھتے ہیں نہ سنتے نہ بولتے اور نہ پکڑتے ہیں۔ اس کا وہ مطلب قطعاً نہیں جو مولوی چمن صاحب نے لیا ہے کہ اس بندہ کے کان خدا کے کان اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ بن جاتے ہیں (نعوذباللہ) بندہ میں خدا کی طاقت کا حلول ہوجاتا ہے مولوی چمن صاحب یہ ہے اس حدیث کا صحیح مطلب جو ائمہ اہل سنت نے لکھا ہے۔ نہ تو اس سے غیر اللہ کے لئے عالم الغیب ثابت ہوتا ہے نہ حاضر و ناظر اور نہ حلول ثابت ہوتا ہے مولوی چمن صاحب آپ اس حدیث کا کیا معنی کریں گے ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیٰمۃ یاابن ادم مرضت فلم تعدنی (مسلم شریف جلد۲) ''تحقیق سے اللہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے اے انسان میں بیمار ہوگیا تھا تو نے میری تیمارداری نہ کی'' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے کسی نیک بندہ کی بیمار پرسی کرنا خدا کی رضا حاصل کرنا ہے۔ مولوی چمن صاحب اس کا وہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدائی طاقت اس بندے میں آگئی (حلول ہوگیا) معاذاللہ اور نہ اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ خدا بیمار ہوجاتا ہے (معاذاللہ) مگر کیا کیا جائے مولوی چمن صاحب اور اس کے ہم خیال فہم حدیث میں حضرات سلف صالحین ائمہ دین کی اتباع کے بجائے عیسائیوں کی پیروی کرتے ہیں یا نفس امارہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے، حدیث کا مطلب کیا تھا،

مولوی چمن صاحب نے کیا بنادیا اور یہ صرف ایک حدیث یا آیت کی بات نہیں اس کی پوری کتاب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں کہ کسی آیت کی تفسیر یا حدیث کی تشریح میں کسی محدث کسی مفسر کا حوالہ نہیں بس نفس نے جو چاہا بے دھڑک لکھتے چلے گئے، تو اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال محض کج فہمی اور تحریف ہے۔

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ وہ اپنی عبادت سے اللہ کے اتنے قریب ہوجاتے ہیں کہ خدائی طاقت ان کے جسم میں آجاتی ہے تو وہ اس خدائی طاقت سے دیکھتا ہے سنتا ہے وغیرہ جس کی ہزاروں مثالیں کتب اسلامیہ کے اندر موجود ہیں ایک مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنہوں نے ایک ہاتھ سے خیبر کا دروازہ اٹھایا تھا

(مدنی موتی صفحہ ۶۳)

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب گپ اچھی لگا لیتے ہیں اور ظاہر ہے جس کے پاس قرآن وحدیث کے محکم دلائل نہ ہوں تو وہ گپ ہی مارے گا۔ لیکن مولوی چمن صاحب ایسے گپ وہاں لگائیے جہاں سارے سننے والے جاہل ہوں مجلس عرس وغیرہ میں جن کو اپنا ہوش نہیں وہ کیا سمجھیں گے، عقل وشعور کی بات وہ گپ سن کر سٹے کے ساتھ ساتھ نعرہ حیدری بھی بلند کریں گے، لیکن ہم ولیوں کے کرامات کے منکر نہیں اولیاء کی کرامات برحق چنانچہ عقائد کی مشہور ومعروف کتاب شرح العقائد میں (جو درس نظامی میں شامل ہے) صراحت ہے کہ کرامات اولیاء حق، لیکن معجزہ پر نبی کو اور کرامت پر ولی کو اختیار نہیں ہوتا اور نہ ہی ان میں حلول ہوتا ہے، یہ خرق عادت امور ہوتے ہیں اللہ کے حکم اور قدرت سے ظہور پذیر ہوتے

ہیں۔ مثلاً بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے جس میں ایک بھیڑیا کے انسانوں جیسے بولنے کو بیان کیا گیا ہے کیا اس کے اندر بھی خدائی طاقت آ گئی تھی؟ کیا اس بولنے پر اس کو ہمیشہ اختیار تھا کہ جب چاہے بھیڑیا کی طرح آواز نکالے اور جب چاہے انسانوں کی طرح بولے؟ پھر آپ لکھتے ہیں اس کے جسم میں خدائی طاقت آ جاتی ہے تو وہ اس خدائی طاقت سے دیکھتا ہے سنتا ہے جس کی ہزاروں مثالیں کتب اسلامیہ کے اندر موجود ہیں۔ مولوی چمن صاحب خدائی حلول کا ایک واقعہ بھی کسی کتاب میں نہیں اگر آپ کرامات کو حلول سمجھتے ہیں تو یہ تمہاری سمجھ کی غلطی ہے پھر مثال تم نے دی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، اگر اس کو مان لیا جائے تو علی رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے، اس میں حلول تم نے کہاں سے سمجھا، پھر یہ بھی تم نے اپنے بھائی شیعوں سے لیا ہے، اگر لینا تھا تو پورا واقعہ لے لیتے۔ ملا باقر مجلسی اسی ''جلاء العیون'' میں لکھتے ہیں قلعہ قموص کا پھاٹک اور دروازہ اتنا بڑا اور عظیم الشان تھا کہ ۴۰ آدمی مل کر اسے کھولتے اور بند کرتے تھے چالیس آدمی دھکا لگاتے تھے تب بند ہوتا تھا، سو گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا اب یقیناً (سومن کا تو ہوگا) حضرت علی نے (خیبر میں لڑتے لڑتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال ٹوٹ گئی سامنے خیبر کا عظیم الشان وزنی دروازہ تھا) دروازہ کے کڑے میں بایاں ہاتھ ڈالا زور سے دھکا دیا دروازہ اکھڑ کے ہاتھ میں آ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈھال بنا کر تلوار چلانے لگے یہ ہے مکمل واقعہ جو شیعہ کتب میں ہے، تم نے اس کو حلول پر دلیل کے طور پر پیش کیا، اب میرا تم سے سوال ہے، چلو خدا کی طاقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سو گز لمبا چالیس گز چوڑا دروازے کو ڈھال تو بنا لیا اب تلوار کیسے اور کہاں سے چلا رہے تھے؟ چالیس گز لمبا اب اوپر سے تو تلوار چلایا نہیں جا سکتا

چالیس گز چوڑا، دائیں بائیں سے تلوار نہیں چلایا جا سکتا اب آپ بتائیں تلوار کیسے چلا رہے تھے؟ آپ گپ اچھی لگا لیتے ہیں اب کہو کہ مکا مار کر درمیان سے کھڑکی نکال لی تھی اور اس کھڑکی سے تلوار چلا رہے تھے۔ یہ ہے مفتی، مولانا مناظر مؤلف مصنف کی دلیل فیا اسفی۔

مولوی چمن صاحب! شیعی مصنف باقر مجلسی اسی کتاب ''جلاء العیون'' میں (جس سے آپ نے واقعہ خیبر نقل کیا ہے) ایک روایت یہ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور کچھ کھانے کی فرمائش کی مگر وہاں کچھ نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دیکھو سامنے گوشت کا پیالہ اور تازی روٹیاں رکھی ہیں اسے اٹھالاو حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے مگر ان سے پیالہ نہ اٹھ سکا آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے سالن روٹی اٹھا کر لائے۔

مولوی چمن صاحب! اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدائی طاقت کا حلول ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس نے دروازہ خیبر کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر سپر بنایا تھا، تو اب وہ خدائی طاقت کہاں گئی کیا وہ خدائی طاقت کبھی سلب بھی ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو دونوں ہاتھوں سے ایک پیالہ کیوں نہ اٹھ سکا؟ یہاں وہ خدائی طاقت کہاں گئی؟ کیا آپ اس شیعی روایت کی بناء پر یہ عقیدہ بھی رکھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) ایک پیالہ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے اگر نہیں تو کیوں؟

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر خدائی طاقت کا حلول ہو گیا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں مختلف مصائب کیوں پیش آئے؟ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ولی

تھے یا نہیں اگر ولی تھے بلکہ امام اولیاء تھے پھر کربلا میں خاندان سمیت مظلومانہ کیوں اور کیسے شہید ہوئے؟ خدائی طاقت کے باوجود علی اصغر اور علی اکبر کو کیسے نہ بچا سکے۔ اور ہاں مولوی چمن صاحب یہاں یہ نہ کہیں کہ اللہ حاضر وناظر مختار کل ان اللہ علی کل شیء قدیر ہے اس نے ان کو کیوں نہ بچایا؟ کیونکہ اللہ خالق ہے مخلوق کو خالق پر قیاس بے دینی ہے۔ اللہ غیر مکلف ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکلف تھے بہر کیف ان شیعی کہانیوں سے نہ حلول ثابت ہوتا ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ثوبانؓ کی روایت سے مغالطہ دینے کی ناکام سعی

مغالطہ

مولوی چمن صاحب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق ومغرب کو دیکھا الخ نقل کر کے اس سے استدلال کر کے لکھتے ہیں مشرق ومغرب کو دیکھا تو حاضر وناظر (ہر جگہ موجود دیکھنے والا) ہو گئے۔

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب کی جہالت دیکھ کر انتہائی افسوس ہوتا ہے اس بے چارے کو نہ دعویٰ کا پتہ اور نہ دلیل کو سمجھتا ہے۔ دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہیں اور دلیل یہ پیش کی کہ اللہ نے ایک دفعہ مشرق ومغرب نبی کو دکھائے تھے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں۔

جواب (۲):

اس حدیث مبارکہ میں زوی اور رایت کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ دونوں ماضی کے صیغے ہیں جن کا معنی ومطلب یہ ہے کہ ماضی کے زمانے میں معراج کی رات یا کسی اور وقت میں اللہ نے زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سمیٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔ اس حدیث سے یہ کیوں؟ اور کیسے ثابت ہوا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر جگہ ہر شیء کو دیکھتے ہیں اور اب بھی دیکھ رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پہ رہتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے ہیں مگر اس حدیث میں تو بتایا جارہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے پہلے کسی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر رہے اور اللہ نے زمین کے اطراف کو اکٹھا کر کے سمیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا۔ اب عقیدہ رکھنا ہے تو یوں رکھو کہ کائنات کی ہر شی پہاڑ، دریا، سمندر سب مکہ یا مدینہ میں حاضر وموجود ہوتے ہیں۔ تیسری بات اگر مشرق ومغرب کو دیکھ بھی لیں پھر بھی ہر جگہ ہر وقت حاضر موجود ہونا لازم نہیں آتا اور نہ ہی ہر چیز کا تفصیلی علم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ انسان اپنے بالوں کو روزانہ دیکھتا ہے لیکن اس کو معلوم نہیں کہ کتنے بال ہیں۔ آدمی ایک دن میں کسی درخت کو دس مرتبہ بھی دیکھ لے پھر بھی اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس درخت میں کتنے پتے ہیں۔

ایک آدمی صحرا کو روزانہ سو مرتبہ بھی دیکھے پھر بھی اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس صحرا میں کتنے ذرات ہیں اور بہت سے کوئی گاؤں والے ترچ میر پہاڑ کو روز دیکھتے ہوں ان سے معلوم

کرلو کہ ترپیچ میر کا وزن کتنا ہے کوئی نہیں بتا سکتا، ورنہ واقعہ معراج کے بارے میں کیا کہو گے، معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں بیت المقدس کو دیکھا اور انبیاء کی امامت فرمائی واپسی پر مشرکین مکہ نے پوچھا بیت المقدس کی کھڑکیاں کتنی ہیں دروازے کتنے ہیں ستون کتنے اور کس رنگ کے ہیں وغیرہ وغیرہ اس پر حدیث کے الفاظ ہیں فکربت کربۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں انتہائی پریشان ہوا آپ ان سوالات کی وجہ سے پریشان کیوں ہوئے؟ پھر اللہ نے معجزۃً بیت المقدس سامنے کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بتاتے رہے۔ اگر معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا تو نبی پریشان کیوں ہوتے؟ تو معلوم ہوا کہ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر پر استدلال کرنا حماقت ہے۔

جواب (۳):

اس حدیث کے الفاظ ہیں زوی لی الارض الخ اللہ نے زمین کو میرے لئے لپیٹا اور سمیٹا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا۔ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا (یعنی حاضر و ناظر نہیں تھے) تمہارا عقیدہ تو ابتدائے عالم سے حاضر و ناظر ہونے کا ہے اور دکھایا اس کو جاتا ہے جو حاضر و ناظر نہیں ہوتا۔

جواب (۴):

مولوی چمن صاحب یہ معجزہ ہے اور معجزہ نبی کا فعل اختیاری نہیں ہوتا اور حاضر و ناظر ہونا افعال اختیاریہ میں سے ہے اس لئے اس کا ثبوت معجزہ سے نہیں ہو سکتا (تفصیل

گزر چکی ہے)۔

جواب (۵):

مولوی چمن صاحب یہ خبر واحد ہے خبر واحد سے عقیدہ کا اثبات نہیں ہوتا اس لئے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں اور اس خبر واحد سے عقیدہ کا اثبات بقول تمہارے مولوی احمد رضا کے ہرزہ سرائی ہے۔

مولوی چمن کا شیطانی قیاس

مولوی چمن صاحب کے نزدیک شیطان ہرجگہ حاضر وناظر ہے

مولوی چمن صاحب عقلی دلائل کی سرخی جما کر لکھتے ہیں شیطان مردود کے بارے میں ہرایک جانتا ہے کہ شیطان ہرانسان کے ساتھ ہوتا ہے اور جب انسان کوئی اچھا ارادہ کرتا ہے تو فوراً اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس سے نیک کام کی جگہ برائی پر ابھارتا ہے۔ آگے لکھتا ہے جب اس مخلوق میں بدترین مخلوق کی اتنی طاقت ہے جو سب سے اعلیٰ ہستی ہے اس کو اللہ نے کتنی طاقت عطا کی ہوگی؟ جب یہ ہرایک کے ساتھ حاضر ہے تو میرے محبوب کیا حاضر وناظر نہیں ہوسکتے۔ (مدنی موتی ۱۱۹)

جواب (۱):

میں نے مولوی چمن صاحب کی عبارت لفظ بلفظ آپ کے سامنے پیش کی ہے آپ نے اس شیطانی اور ابلیسی قیاس کو دیکھ لیا، یہ ابلیسی قیاس کوئی نیا نہیں بلکہ سب سے

پہلے مولوی چمن کے بڑے عبدالسمیع نے پیش کی اس کے بعد احمد رضا پھر حشمت علی اس کے بعد احمد یار پھر محمد عمر نے اس قیاس کو مختلف انداز میں پیش کیا اب ان سے لیکر مولوی چمن صاحب نے مدنی موتی میں لکھا۔ مگر یہ قیاس جہاں مولوی چمن کا مبلغ علم بتاتا ہے وہاں اس کے گستاخ رسول ہونے پر بھی مہر تصدیق ضرور ثبت کرتا ہے۔ لیکن اس کا عقیدہ ثابت نہیں کرتا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ عقیدے کے اثبات کے لئے نص قطعی یا حدیث متواتر چاہئے۔ قیاس عقائد میں نہیں چلتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قیاس وہاں ہوتا ہے جہاں مقیس علیہ فریقین کے درمیان متفق علیہ ہو جب مقیس علیہ خود ہی متفق علیہ نہیں تو اس پر قیاس کیسے درست ہوگا۔ کیونکہ مولوی چمن کے نزدیک ابلیس حاضر و ناظر ہے مگر ہم ابلیس کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں سمجھتے۔ آپ دیکھیں نبی کا روضہ مبارک جگہ ہے مگر شیطان سے پاک ہے، کعبۃ اللہ بھی شیطان سے پاک ہے۔ بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ اذان کے دوران بھی شیطان اس جگہ سے بھاگ جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس راستے پر چلتے تھے تو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا۔ جب موجبہ کلیہ (شیطان ہر جگہ حاضر ہوتا ہے) یہ سالبہ جزئیہ سے ٹوٹ گیا کیونکہ بعض مکانات و مقامات میں شیطان نہیں ہوتا تو مولوی چمن صاحب کا قیاس باطل ہو گیا۔

جواب (۲):

مولوی چمن کا یہ کہنا ہی غلط ہے کہ شیطان ہر جگہ موجود ہوتا ہے بلکہ شیطان ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی ذریت اور قبیلہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح کی گئی ہے انہ یراکم ھو وقبیلہ (پ ۸: س اعراف: آیت ۲۸) یعنی

شیطان اور اس کا قبیلہ تم انسانوں کو دیکھتا ہے جبکہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث آتی ہے کہ شیطان دریا پر تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اور اس کی ذریت چیلے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان واضح دلائل کے باوجود بھی مولوی چمن کو شیطان سے کیوں اتنی محبت ہے؟ کہ اس کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ثابت کرنے پر مصر نظر آتے ہیں۔

جواب (۳):

مولوی چمن صاحب بالفرض والمحال ہم ایک منٹ اور تھوڑی دیر کے لئے آپ کی بات مان بھی لیں (کہ شیطان ہر وقت ہر جگہ حاضر ہوتا ہے) تو پھر شیطان تو گندے مقامات اور ناپاک جگہوں میں بھی حاضر ہوتا ہے اگر تمہارے دل میں رتی بھر بھی محبت رسول موجود ہے تو یقیناً تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی جگہوں میں حاضر و ناظر نہیں سمجھتے ہوگے، پھر تو تم نے شیطان کے اختیارات کو خود ہی بڑھا دیا کیونکہ شیطان تمہارے بقول گندی جگہوں اور ناپاک مقامات میں بھی پاک مقامات پر بھی حاضر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پاک مقامات میں حاضر ہیں۔ اب میرا سوال ہے کہ آخر تمہیں ابلیس سے اتنی یاری کیوں؟ اور کس وجہ سے ہے؟ کہ آپ اس کے اختیارات کو بڑھا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کو کم کر رہے ہیں (نعوذ باللہ)

جواب (۴):

مولوی چمن صاحب! کیا مختلف النوع مخلوق کو دوسرے نوع پر قیاس کرنا جائز ہے کیا کوئی یہ کہے کہ انسان پرندے سے افضل ہے پرندہ اڑ سکتا ہے تو انسان اس سے افضل ہے یہ بھی اڑ سکتا ہے، تو کیا یہ قیاس جائز ہے؟ عقل کے مطابق ہے اگر نہیں تو اس قسم کے

شیطانی قیاسات سے عقیدہ ثابت کرنے والا اہل سنت کہلائے کے مستحق ہے......؟
(تفصیل آگے آرہی ہے)

جاهلی قیاس اور اس کا علمی جواب

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک ہے وہی ہر ایک کی روح قبض کرلیتا ہے جب عزرائیل علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر کیوں نہیں۔ عزرائیل میرے محبوب کے غلاموں میں سے ہے۔
(مدنی موتی صفحہ ۱۲۲)

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب ہم پہلے لکھ آئے ہیں یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے، عقائد میں قیاس نہیں چلتا دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کا فرشتے پر بشر کا نوری پر قیاس کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟۔

جواب (۲):

مولوی چمن صاحب آپ کا فرشتہ اجل پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت عزرائیل بھی ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر نہیں ہوتا بلکہ ان کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں جو انسانوں کی روح ان کے مقررہ وقت پر قبض کرنے پر مامور ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ نے ان کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا توفتھم رسلنا ۔یعنی انسانوں سے ہمارے فرستادہ فرشتے روح قبض کرتے ہیں اور جہاں قبض روح کی نسبت

حضرت عزرائیل کی طرف کی گئی ہے یہ نسبت مجازی ہے، عزرائیل کے سردار ہونے کی وجہ سے جیسے کہا جاتا ہے کہ محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تھا، حالانکہ سندھ تو محمد بن قاسم کی سرکردگی میں لڑنے والی فوج نے فتح کیا تھا اکیلا محمد بن قاسم نے نہیں، اب اس جملے سے یہ سمجھنا حماقت نہیں ؟ کہ اکیلے محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور یہ ہمارے گھر کی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں سو اللہ نے ارواح کا قبض کرنا ملک الموت کے سپرد کیا ہے اور وہ انچارج ہیں اور ان کے ماتحت بہت تابع اور خادم ہیں پس اللہ نے اس آیت اللہ یتوفی الانفس میں قبض ارواح کی نسبت اپنی طرف کی ہے کیونکہ حقیقتا جان وہی قبض کرتا ہے۔ اور دوسری آیت ملک الموت الذی الایۃ میں قبض روح کی نسبت ملک الموت کی طرف کی ہے۔ کیونکہ اس کاروائی کے انچارج وہی ہیں۔ تیسری آیت توفته رسلنا الایۃ میں سب فرشتوں کی طرف جو نسبت کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے وہ حضرت عزرائیل کے تابع ہیں۔ جب عزرائیل علیہ السلام خود ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو اس پر قیاس کیسے صحیح ہوگا۔ تو اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس طرح مولوی چمن صاحب کا عقیدہ باطل ہے یہ دلیل بھی باطل ہے۔

مولوی چمن کے نزدیک ٹی وی اور ریڈیو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں ریڈیو دنیا کے مختلف جگہوں سے ایک وقت میں کئی آوازیں اور بولیاں جمع کر کے ہمیں سنا دیتا ہے اسی طرح ٹی وی کو دیکھئے کائنات کے

اندر لوگ جو کچھ کرتے ہیں یہ ٹی وی اس کو اسی طرح ہمیں دکھاتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب (۱):

عقائد میں تو خبر واحد صحیح بھی حجت نہیں آپ کے مولوی احمد رضا کے بقول خبر واحد سے عقائد کا اثبات ہرزہ سرائی ہے، حوالہ گزر چکا ہے، پھر قیاس سے عقیدہ کیسے ثابت ہوگا اور یہ قیاس تو مع الفارق قیاس فاسد ہے اس سے عقیدہ ثابت کرنا پاگل پن ہے۔

جواب (۲):

مولوی چمن صاحب ریڈیو کی آواز اور ٹی وی کی اسکرین میں آنے والی تصاویر عالم اسباب میں بجلی، بیٹری، بوسٹر، انٹینا اور ہوا کی لہروں پر موقوف ہے۔ جس طرح بغیر بجلی، بیٹری اور دیگر آلات کے نہ ٹی وی میں تصویر آسکتی ہے اور نہ ریڈیو کی آواز سنی جاسکتی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عالم اسباب میں اسباب کے بغیر ہر جگہ حاضر نہیں ہوتے آپ نے نہیں دیکھا کہ مکہ سے مدینہ ہجرت فرماتے وقت اور دیگر اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہوئے اور دنیا کو بتادیا کہ دیکھو میں بھی سفر کرتا ہوں تو اسباب کو استعمال میں لاتا ہوں اور اسی طرح آپ بھی سمجھ لیں کہ بغیر فرشتوں کے امت کی طرف سے درود وسلام دور سے نہیں سنتے بلکہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ جس طرح بغیر بجلی، بیٹری، بوسٹر کے ریڈیو آواز آپ کو نہیں سنا سکتا ٹی وی تصویر نہیں ظاہر کرسکتا اسی طرح دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ درود سنتے ہیں نہ سلام بلکہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔

پھر ٹی وی میں محض عکس نظر آتا ہے۔ اور ریڈیو میں محض آواز ہوتی ہے۔ وہ ٹی وی

اور وہ عکس خود سے نہ حرکت کر سکتا ہے نہ وہ تصویر دکھا سکتا ہے نہ سن سکتا ہے نہ وہ جواب دے سکتا ہے نہ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ کون مجھے دیکھ رہا ہے کون نہیں دیکھ رہا ہے۔ کون پسند کر رہا ہے اور کون ناپسند اور اس ٹی وی سے یا ٹی وی میں آنے والے عکس سے کوئی بات کرے اس کا بھی نہ ٹی وی کو علم نہ عکس کو علم نہ اصل کو علم ہوتا ہے گویا ٹی وی عکس ریڈیو بے بس مجبور کوئی چلائے تو چلے نہ چلائے تو خود سے نہ چل سکے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں ہاں اگر اللہ لے جانا چاہے سبحان الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرام الایة تو آسمانوں سے بھی آگے جائے اور نہ لے جانا چاہتے تو دس سال تک مکہ سے باہر قدم نہ رکھے اب بتا یہ تیری دلیل ہے یا ہماری دلیل ہے۔ اور ٹی وی ریڈیو آپ کے ہاتھ میں ہیں جو چینل آپ لگاتے ہیں صرف وہی لگے گا وہ مخصوص جگہ کی مخصوص لوگوں کی مخصوص آواز سنوائے گا آپ کا یہ کہنا کہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بتاتا ہے ہرگز مسلم نہیں بلکہ حقائق کا انکار ہے۔ انتہائی افسوس ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہائے کی عبارتیں آپ کو دلیل میں نہ مل سکیں تو گھر میں رکھے ٹی وی اور ریڈیو لیکر آ گئے مگر ہم اس پر اتنا ہی کہیں گے، تمھیں ٹی وی اور ریڈیو مبارک، اور ہمارے لئے قرآن وحدیث کافی۔

مولوی چمن کے نزدیک سورج بھی ہرجگہ حاضر ہے

مولوی چمن لکھتے ہیں دیکھو سورج آسمان میں ہے دنیا کے کونے کونے میں حاضر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر کیوں نہیں۔

(مدنی موتی صفحہ ۱۲۳)

جواب:

مولوی چمن صاحب کا تضاد دیکھ لیجئے پہلے لکھتے ہیں سورج آسمان میں ہے پھر لکھتے ہیں دنیا کے کونے کونے میں حاضر ہے، جب آسمان میں ہے تو دنیا کے کونے کونے میں کیسے حاضر آپ کا یہ عقیدہ بھی عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث جیسا ہے ایک تین اور تین ایک۔ ہاں یوں کہو کہ سورج آسمان میں ہے اس کی روشنی پہنچ رہی ہے سورج کا خود دنیا کے کونے کونے میں حاضر ہونا اور ہے روشنی کا پہنچنا اور ہے۔ اگر آپ کا کہنا یہ ہے کہ اس کی روشنی پہنچ رہی ہے پھر بھی یہ تمہاری نہیں ہماری دلیل ہے۔ یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ سورج آسمان میں ہے ہر جگہ نہیں مگر اس کی روشنی ہر جگہ ہر وقت نہیں اکثر مقامات تک پہنچ رہی ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ نہیں بلکہ روضة من رياض الجنة میں آرام فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت سنت اور شریعت کی روشنی ہر جگہ پہنچ چکی ہے، جس طرح سورج ہر جگہ حاضر نہیں اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ حاضر نہیں، اب فرمایئے یہ تمہاری دلیل ہے یا ہماری مولوی چمن صاحب آپ نے کسی سے سن کر یاد کرلیا اور لکھ دیا اس پر غور نہیں کیا۔ کیا آپ یہ عام فہم سی بات بھی سمجھنے سے قاصر ہیں سورج ہر جگہ کہاں اور کیسے؟ جہاں سورج ہے وہاں چاند نہیں جہاں چاند ہے وہاں سورج نہیں۔ پھر سورج ایک جگہ طلوع ہوتا ہے تو دوسری جگہ غروب ہوتا ہے تو آپ کا سورج کو ہر جگہ ہر وقت حاضر ماننا خود غلط ہے تو اس پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوگا۔

مولوی چمن کے نزدیک خیال بھی ہرجگہ حاضروناظر ہے

مولوی چمن لکھتے ہیں خیال مخلوق ہے ایک لمحے کے اندر یہ خیال کہاں سے کہاں

پہنچ جاتا ہے اور اسی لمحے میں واپس بھی آجاتا ہے آپ ایک جگہ لیکن خیال ہر جگہ ابھی ابھی تجربہ کرو اور اس مسئلہ کو سمجھو آگے لکھتا ہے رسول اللہ ﷺ کا تمام مخلوق سے افضل ہونا مسلم تو یہ بھی مسلم ہے کہ خیال مخلوق ہے تو نتیجہ مسلم ہوگا کہ محبوب ﷺ خیال سے افضل واعلیٰ ہے تو معلوم ہوا جب خیال ہر جگہ تو نبی کو یہ سرعت سیر کیوں حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہے۔ (مدنی موتی ۱۲۶)

جواب (۱):

مولوی چمن صاحب کا استدلال آپ نے دیکھا پڑھا یقیناً آپ کو ہنسی بھی آئی ہوگی اور کیوں نہ آئے لطیفہ جو ہے لطیفہ بھی بڑا جاندار ہے، مولوی صاحب نے کسی محفل میلاد میں سامعین کے سامنے یہ لطیفہ سنایا ہوگا تو سامعین نے سن کر نعرہ رسالت کے ساتھ ساتھ نعرہ حیدری بھی لگایا ہوگا، ہوسکتا ہے کہ نعرہ غوثیہ بھی لگایا ہو اور کیوں نہ لگائیں جب ان کے مفتی مولانا خطیب اور مناظر اتنا سمجھدار علمی صلاحیتوں کا مالک ہے تو ظاہر ہے اس کے مقتدی سامع بھی ایسے ہی سمجھدار باصلاحیت ہوں گے، اب آیئے جواب سنئے مولوی چمن صاحب شیخ چلی کی طرح خیالوں کی دنیا میں کب تک خود بھی سرگرداں ہوں گے اور لوگوں کو بھی بھٹکاتے رہیں گے خواب وخیال کی خوابی اور خیالی دنیا سے باہر آیئے دل بہلانے کے لئے آپ کا یہ خیال اچھا ہے مگر آپ کی دلیل نہیں بنتی۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قیاس سے عقائد ثابت نہیں ہوتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خیال ہر وقت بیک وقت ہر جگہ نہیں ہوتا۔ آپ نے کیسے تجربہ کیا دوبارہ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ خیال ایک جگہ ہے تو دوسری جگہ نہیں دوسری جگہ ہے تو پہلی جگہ نہیں۔

اگر بیک وقت ہر جگہ خیال لے جانا چاہو تو ناممکن ہے بلکہ کہیں بھی خیال نہ رہے اور خیال بھٹک جائے گا آپ نے کبھی نہیں دیکھا ایک آدمی کسی کام پر خیال کو مرکوز کر کے استغراق کے ساتھ مصروف عمل ہے دوسرا آدمی آ کر سلام کرتا ہے وہ جواب نہیں دیتا بعد میں خیال کو وہاں سے ہٹا کر ادھر دیکھتا ہے تو وہ آدمی کہتا ہے یار تو نے میرے سلام کا جواب نہ دیا وہ کہتا ہے معاف کرنا مجھے پتہ ہی نہیں چلا میرا خیال ادھر تھا اگر آپ کا قیاس مان لیں تو تمام مسلمانوں کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا، مسلمان بھی مخلوق، کافر بھی مخلوق اور مسلمان کا کافر سے افضل ہونا مسلم ہے جب کافر انسان کا خیال ہر جگہ تو مسلمان تو اس سے اعلیٰ اس کو یہ سرعت سیر حاصل کیوں نہیں تو معلوم ہوا کہ ہر مسلمان انسان حاضر و ناظر ہے۔

جواب (۲)

مولوی چمن صاحب ہر نوع کو اللہ نے ایک خصوصیت بخشی ہے کہ وہ خصوصیت دوسروں کے ساتھ متصف نہیں کی جا سکتی مختلف النوع مخلوق کا ایک دوسرے پر قیاس اہل علم کے نزدیک انصاف کا خون ہے اب ہم آپ کو سمجھانے کے لئے آپ کے مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر آپ سے عام فہم سوال کرتے ہیں۔ مولوی چمن صاحب مقصود دل آزاری یا کسی کی توہین نہیں محض مسئلہ سمجھانے کے لئے شاید کے اُتر جائے تیرے دل میں میری بات ۔مولوی چمن صاحب اپنے اس مسلمہ اصول کو سامنے رکھتے ہوئے بتایئے چیونٹی افضل ہے یا آپ کا اعلیٰ حضرت۔ آپ کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت افضل ہیں۔ اب چیونٹی کو اللہ نے ایسی قوت شامہ دی ہے کہ کہیں بھی میٹھا چھپا کر رکھیں وہ وہاں پہنچ جاتی ہے۔ کیا یہ خصوصیت احمد رضا میں بھی ہے آپ کے مسلمہ اصول کے مطابق وہ بھی سونگھ کر پہنچ

جاتا ہوگا۔ کیونکہ چیونٹی سے افضل جو ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا چیونٹی آپ کے اعلیٰ حضرت سے اس نوعی خصوصیت کی وجہ سے اعلیٰ ہوگا؟ اسی طرح گدھ جو ہے اس کو اللہ نے ایک نوعی خصوصیت یہ دی ہے کہ اس کی نظر اتنی تیز رکھی ہے کہ تین دن میں جہاں تک پہنچا جا سکتا ہے وہاں تک گدھ کی نظر پہنچتی ہے۔ جب گدھ تین دن کی مسافت سے مردار کو دیکھ سکتی ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت اس سے اعلیٰ ہے تمہارے مسلمہ اصول کے مطابق تمہارے اعلیٰ حضرت تو ایک مہینہ کی مسافت سے دیکھ سکتا ہوگا اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا اس نوعی خصوصیت کی وجہ سے گدھ تمہارے اعلیٰ حضرت سے اعلیٰ وافضل ہوگا؟ ایک نجاست خور گدھ اڑ سکتا ہے یہ اس کی نوعی خصوصیت ہے اور اعلیٰ حضرت اس سے یقیناً افضل ہے تو کیا اعلیٰ حضرت بھی اڑ سکتا تھا تمہارے مسلمہ اصول کے مطابق اڑنا چاہئے کیونکہ افضل جو ہے اب اگر نہیں اڑ سکتا یقیناً نہیں اڑ سکتا تو کیا گدھ اس نوعی خصوصیت کی وجہ سے اس سے افضل ہوگا؟ مولوی چمن صاحب اور ہزاروں مثالیں موجود ہیں مگر میرا مقصد آپ کی دل آزاری یا آپ کے اعلیٰ حضرت کی توہین نہیں فقط مسئلہ واضح کرنا مقصود تھا اس لئے ان تین مثالوں پر بات کو ختم کرتا ہوں۔

مولوی صاحب یہ نوعی خصوصیات ہیں ان خصوصیات کی وجہ سے کوئی افضل ومفضول نہیں ہوتا ان نوعی خصوصیات پر قیاس کر کے عقائد ثابت کرنا محض جہالت ہے اس لئے آپ اپنے خیالی دنیا سے واپس آیئے اور خیالی عقائد کو چھوڑ کر قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حقیقی اور محکم عقائد کو تسلیم کر لیجئے۔

کائنات کے مختلف دائرے

مولوی چمن صاحب اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کی معروف کتاب مطالعہ بریلویت جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۵۸ سے ایک مختصر مضمون پیش خدمت ہے۔

(۱) عالم خلق اور عالم امر دونوں خدا کے حکم سے قائم ہیں اور دونوں جہانوں کے اپنے اپنے حالات اور اپنی اپنی کیفیات ہیں اور اپنے اپنے دوائر حرکت ہیں۔

(۲) عالم خلق میں مختلف الانواع مخلوقات کے اپنے اپنے حالات اور تصرفات ہیں فرشتوں جنوں اور انسانوں کے اپنے اپنے دوائر عمل ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کو خود ملکہ بلقیس کی بھی اطلاع نہ ہو اور آپ کا ایک خادم عرش بلقیس کو چشم زدن میں سامنے کر دے تو یہ اپنے اپنے دائرہ عمل کی بات ہے فضائل وکمالات میں ان خدام میں کسی کا پھریرا حضرت سلیمان سے اونچی پرواز کا نہ تھا۔

حقائق کائنات کی ان گہری وادیوں میں اترتے ہوئے ساتھ ساتھ ان نو باتوں پر بھی غور کرلیں۔ تو مسئلہ زیر بحث میں ساحل مراد پر اترنا ان شاء اللہ العزیز بہت آسان ہو جائے گا۔

(۱) مکھی ہوا میں اڑے اور انسان بغیر ہوائی جہاز نہ اڑ سکے تو کیا یہ مکھی کے انسان سے برتر ہونے کی دلیل بن سکے گا؟

(۲) مچھلی پانیوں میں بلا حائل مہینوں زندگی بسر کر سکے اور انسان ایسا نہ کر سکے تو کیا یہ مچھلی انسان پر فضیلت لے گئی؟

(۳) بطخ پانی پراس طرح بیٹھی تیر رہی ہے جیسے زمین پر بیٹھی ہواورانسان کبھی بیٹھ کر تیرتا نہیں دیکھا گیاتو کیا بطخ انسان پر فضیلت لے گئی؟

(۴) شیطان لوگوں کے دلوں میں برے وسوسے ڈال سکتا ہےاور صحابہ ابوجہل کے دل میں کوئی نیک خیال نہ ڈال سکےتو کمال کس کا رہا؟۔

(۵) ملک سبا کا علم ہدہد پرندے کوذاتی تجربے سے ہواحضرت سلیمان علیہ السلام کو بتانے سے اب علم ذاتی اورعلم عطائی میں کس کو افضل مانا جائے گا اب اگرکوئی شخص جانور (ہدہد) کے علم کوپیغمبر (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے علم سے اقدم مانے تو کیااس پر پیغمبر کی بے ادبی پر مرتد کے احکام جاری کئے جاسکیں گے؟

(۶) اصحاب کہف سالہاسال بغیر دنیا کا کھانا کھائے زندہ رہے صحابہؓ نے دودن بھوکا رہنے کے بعد تیسرے دن پیٹ پر پتھر باندھ لئے ایسا کیوں؟

(۷) برادران یوسف کو پتہ تھاانہوں نے یوسف کوکس کنویں میں ڈالا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ تھااب دونوں میں سے کون افضل ہواعلم رکھنے والے یا نہ رکھنے والے؟۔

(۸) حضرت عمرؓ کوسینکڑوں میلوں سے سپہ سالارساریہ نظر آگئے اوراپنا قاتل دیوار کے پیچھے چھپا نظر نہ آیا کیا آپ کی نظر کمزور ہوگئی تھی یا وہ ویسے ہی دکھائی نہ دیا تھا؟

(۹) ملک الموت اکیلا روحیں قبض کرتا ہے یااس کے ساتھ نازعات اورناشطات فرشتوں کی دو جماعتیں بھی ہیں ملک الموت اگراپنے سفر میں اپنی اصلی شکل میں سب انسانوں پر برابر نظر رکھے اور یہ نظر حضرت یعقوب کوحاصل نہ ہوتو کون افضل ہوا؟

ان تمام سوالوں کا نقطہ محور محض ایک قیاس ہے ایک مخلوق کا دوسرے پر یاایک حال کا دوسرے

سوال پر ان قیاسات میں محض ایک وہم ہے جو کمزور انسانی فکر کو متزلزل کرتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا ایک مختلف النوع مخلوق کو دوسری نوع کی مخلوق پر قیاس کرنا جائز ہے عقل کے مطابق ہے اگر نہیں تو اس قسم کے قیاسات سے کام لینے والے علمی اور فکری طور پر کس درجہ نادان سمجھے جائیں گے یہ آپ طے کریں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کے قیاسات واہیہ سے عقائد ثابت کئے جا سکتے ہیں یا عقائد کے لئے مضبوط اور قطعی دلائل ہونے چاہئیں۔

تیسرا سوال ساتھ یہ ملا لیجئے کہ قرآن کریم میں عقائد کا بیان قطعی الدلالت آیات میں ہے یا انہیں ان مذکورہ قیاسات پر چھوڑا گیا؟ پھر ان آیات کے جو معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ ان آیات کے کیا وہ ایک ہی معنی ہیں یا اس میں مفسرین نے اور احتمال بھی بیان کئے ہیں؟ بصورت احتمال کیا وہ آیات اپنے ان معنی پر قطعی الدلالۃ ہیں؟

چوتھا سوال یہ ساتھ رکھئے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عقائد اسلام کے ثابت کرنے میں اس قسم کے قیاسات واہیہ سے کام لیا ہے اور اپنے عوام کو ان قیاسات میں گم کر کے انہوں نے اپنے پیروؤں سے قرآن کی محکمات چھڑا دی ہیں۔

(حوالہ مطالعہ بریلویت حصہ پنجم صفحہ ۲۵۹ مصنف ڈاکٹر علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن)

مغالطہ:

مولوی چمن صاحب اپنی کتاب میں دوسری کتابوں سے حاضر و ناظر کا ثبوت کی سرخی جما کر صفحہ نمبر ۱۶ سے واقعات سے صفحہ نمبر ۷۷ تک نو مختلف واقعات نقل کیا ہے۔ پھر حکایات کا عنوان اور سرخی جما کر صفحہ ۷۷ سے صفحہ نمبر ۸۸ تک حکایات لکھا پھر خطبات دیپوری

سے کچھ عبارات نقل کیا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تذکرہ ہے۔

قارئین گرامی: یہ حکایات وواقعات خواب اور کہانیوں کے ساتھ ساتھ مولوی چمن صاحب کے اپنے خیالات وتاویلات کا مجموعہ ہے، ان حکایات دواقعات کا اس موضوع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں مولوی صاحب کتاب کی ضخامت اور حجم بڑھانے کے لئے یہ واقعات لکھے ہیں۔

میں ان حکایات وواقعات کو نقل کر کے پھر ان کے جوابات نقل کروں تو کتاب بہت زیادہ ضخیم ہوجائے گی، اس لئے ان واقعات وحکایات کے حوالہ سے ایک اصولی بحث عادت اور خرق عادت کے عنوان سے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس سے قبل بطور نمونہ چند واقعات ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی چمن صاحب کا دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہے اس پر پہلا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی مر گیا اس کو غسل دینے کے لئے تخت پر لٹایا تو وہ مسکرانے لگا (مدنی موت ۲۷۳) قارئین اب اس واقعہ سے کیسے ثابت ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہے۔ مولوی چمن صاحب نے ایک واقعہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرید کے جنازے کو غسل دینے گیا تھا اس نے میری انگلی پکڑلی (مدنی موتی) اسی طرح تیسرا واقعہ لکھا ایک آدمی کا انتقال ہونے لگا اس نے آنکھیں کھول کر کہا آسمان کے دروازے کھل گئے۔

(مدنی موتی) ایک واقعہ یہ بھی لکھا ایک صاحب کشف بزرگ پر اللہ نے اس کی والدہ پر ہونے والا عذاب (کشف) کھول دیا (مدنی موتی) اسی طرح کسی نے خواب دیکھا پھر خواب سچا ثابت ہوا یا کسی کی جسم مثالی کسی کو نظر آیا بیداری میں وغیرہ فیصلہ آپ کریں ان

واقعات وحکایات کوسچا بھی مان لیا جائے، تو حاضر وناظر سے ان کا کیا تعلق کیا ایسے واقعات سے عقائد کو ثابت کرنا درست ہے، جسم مثالی کی وضاحت ابتداء کتاب میں کر آیا ہوں۔ اب اصولی بحث ملاحظہ فرمائیں

عادت اور خرق عادت میں فرق

ایک عادت ہے دوسرا خرق عادت، عادت کو سنت اللہ کہتے ہیں اور خرق عادت کو قدرت کہتے ہیں۔ عادت اور سنت اللہ یہ ہے کہ اونٹنی اونٹنی کے پیٹ سے پیدا ہو جائے۔ سانپ سانپ کے انڈے سے پیدا ہو۔ مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے اولاد پیدا ہوتی ہیں، عادت یہ ہے کہ کوئی اندھا ہو جائے تو آپریشن کیا جائے یا دوائی ڈالی جائے تو وہ آنکھیں ٹھیک ہو جائیں عادت یہ ہے کہ بھیڑیا بھیڑیوں کی طرح آواز نکالے، یہ سب عادت کی مثالیں ہیں جو ہم روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔

اب خرق عادت یہ ہے کہ اونٹنی اونٹنی کی بجائے پتھر سے پیدا ہو جائے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے خرق عادت یہ ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ کی لاٹھی سانپ بن جائے خرق عادت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اللہ نے پیدا فرمادیا۔

خرق عادت یہ ہے کہ بغیر دوائی اور آپریشن کے یوسف علیہ السلام کی قمیص آنکھوں پر رکھی جائے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ خرق عادت یہ ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بولے اور گفتگو کرے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں

ہے کہ ایک بھیڑیا آیا بکری اٹھا کر بھاگا چرواہے نے دیکھا تو شور مچانا شروع کر دیا وہ بھیڑیا بکری رکھ کر بیٹھ گیا، اور انسانوں کی طرح باتیں کرنے لگا اور کہا میں اپنا رزق لے کر جا رہا ہوں تجھے کیا پریشانی ہے تجھے کیا تکلیف ہے، وہ چرواہا حیران ہوا کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بول رہا ہے، بھیڑیا کہتا ہے کہ تو اس بات پر حیران ہو رہا ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بول رہا ہے اور میں اس بات پر حیران ہو رہا ہوں کہ خدا کے سچے نبی دنیا میں آئے ہیں اور لوگ ان پر ایمان نہیں لاوہے ہیں چرواہے نے کہا کہاں آئے ہیں تو اس نے جگہ بھی بتادی، یہ خرق عادات امور ہیں اللہ کے اختیار میں ہیں۔

کشف ، کرامت، معجزہ سب برحق مگر سب خرق عادت ہیں

اسی طرح نبی کا معجزہ ولی کی کرامت یہ خرق عادت ہیں خرق عادات امور میں اختیار نہیں ہوتا معجزہ، کشف، کرامت خرق عادات ہیں اس لئے ان میں نبی ولی کو اختیار نہیں ہوتا۔

بالکل اس کی مثال خواب ہے چونکہ کشف کرامت کا تجربہ ہر آدمی کو نہیں ہوتا خواب کا تجربہ ہر آدمی کو ہوتا ہے اب خواب جو آتا ہے اس میں خواب دیکھنے والے کا اختیار نہیں ہوتا۔

اسی طرح کشف کرامت اور معجزہ میں نبی ولی کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح خرق عادت میں دوام نہیں ہوتا، کشف کرامت وحی، الہام اور معجزہ میں بھی دوام نہیں ہوتا جیسا کہ ایک آدمی آج ایک خواب دیکھتا ہے کسی اور دن ضرورت پڑے گی تو پھر نظر آجائے گا ایسا

نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ایک وقت ہے کہ پانی نہیں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں ہے فرمایا تھوڑا بہت ہے تو لاؤ تھوڑا سا پانی لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ دیا تو اللہ نے وہاں پانی کے چشمے جاری کر دیئے یہ نبی کا معجزہ تھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار نہیں تھا کیونکہ پھر دوسرے وقت میں پانی نہیں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ تیمم کر کے نماز پڑھ لو صحابہ تیمم کر کے نماز پڑھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیمم کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اب جس کے اختیار میں پانی ہے اس کو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا اختیار تھا جب چاہا چودہ سو صحابہ کے لئے پانی مہیا کر دیا اور اگر نہ چاہا تو اپنے نبی کے لئے پانی مہیا نہیں فرمایا کبھی موتہ میں شہید ہونے والے صحابہ اور موتہ کا منظر کشف کر کے دکھا دیا اور کبھی نعلین مبارکہ میں نجاست لگی ہے مگر نظر نہیں آیا اسی طرح خرق عادات میں کلیت نہیں ہوتی۔ کشف، کرامت، الہام اور معجزہ خرق عادات ہیں ان میں بھی کلیت نہیں ہوتی کہ اگر ایک ولی کے لئے کچھ ظاہر ہوا ہے تو سب ولیوں کے لئے مان لیا جائے کہ یہی کچھ سب پر ظاہر ہوا اور اس میں قیاس بھی نہیں چلتا کہ چھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی ہے تو بڑے کے ہاتھ میں ضرور ظاہر ہو جائے۔ اب کشف، کرامت اور الہام کا تجربہ ہر آدمی کو نہیں ہوتا خواب کا تجربہ سب کو ہوتا ہے جیسا کہ بچے نے خواب دیکھا بالکل صحیح ہوا اور بڑے کو وہ خواب نہیں آتا تو کوئی یوں نہیں کہتا کہ بچے کو خواب آیا ہے تو اس کے باپ کو بھی ضرور

آیا ہوگا۔ بچے کو ایک خواب آیا ہے۔اس کے دادا کو تو سو خواب آئے ہوں گے۔

یا جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک بھیڑیا انسان کی طرح بات کر رہا ہے اب بھیڑیا کی طرح بولنا اس کے اختیار میں ہے کیونکہ عادت ہے لیکن انسان کی طرح بولنا اس بھیڑیا کے اختیار میں نہیں۔ پھر یہ کہ اس کے یہ بھی اختیار میں نہیں کہ جب چاہے بھیڑیا کی طرح بولے جب چاہے انسان کی طرح بولے دوام بھی نہیں۔ پھر ایک بھیڑیا کو بولتے دیکھ کر یا سن کر مان لینا کہ سارے بھیڑیے انسانوں کی طرح بولتے ہیں یہ کلیت ہے یا اس پر قیاس کر کے یہ کہا جائے وہ بھیڑیا انسان کی طرح باتیں کرتا ہے تو سارے بھیڑیے بھی انسان کی طرح بول سکتے ہیں یہ نہیں خرق عادات میں نہ اختیار ہے نہ دوام ہے نہ کلیت ہے اور نہ اس پر قیاس جائز ہے کہ چھوٹے کے ہاتھ میں ظاہر ہوتی ہے تو بڑے کے ہاتھ میں ظاہر ہو جائے جیسا کہ قرآن میں دیکھیں حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہیں اور حضرت مریم ولی ہیں لیکن ولیہ کو بے موسم پھل مل رہے ہیں حضرت زکریا نبی ہے اس کو نہیں مل رہے۔ یعقوب باپ ہیں حضرت یوسف بیٹے ہیں باپ کا مقام بڑا ہے تو حضرت یعقوب جب اپنا چہرہ انور دھوتے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے تو ان کے ہاتھ آنکھوں پر لگتے تھے لیکن ان کے ہاتھ لگنے سے بھی بینائی نہیں آتی اور یوسف بیٹا ہے یوسف کی قمیص رکھنے سے بینائی آ گئی تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو چیز چھوٹے کو ملی ہے بڑے کو بھی وہ خرق عادت مل جائے تو خرق عادات میں قیاس نہیں چلتا۔

اب خرق عادات میں قیاس چلانا جہالت ہے اب دیکھیں کہ یہ بات یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کو خاوند ہوتے ہوئے بیٹی بھی نہیں دی اللہ نے اور سیدہ مریم کو بغیر خاوند کے بیٹا دیدیا ہے اب مولوی چمن صاحب یوں کہے کہ سیدہ عائشہ کا مقام بہت اونچا ہے اس لئے میں نہیں مانتا کہ سیدہ مریم کو بیٹا بغیر خاوند کے ملا ہوگا۔ تو مولوی چمن صاحب خرق عادات میں قیاس نہیں چلتا عادات میں قیاس چلتا ہے۔

تو مولوی چمن صاحب معجزہ کشف الہام وکرامات خرق عادات ہیں ان میں نہ اختیار ہوتا ہے نہ دام ہوتا ہے نہ کلیت ہوتی ہے اور نہ قیاس چلتا ہے اور خاص کر کرامات اولیا میں تو قطعیت بھی نہیں ہوتی معجزہ اگر قطعی الثبوت ہوگا تو اس میں قطعیت آجائے گی، خرق عادات اللہ کے اختیار حکم سے جب وہ چاہے ظاہر فرما دیتے ہیں۔

مولوی چمن صاحب کو نہ عادت کی خبر اور نہ خرق عادت کی پہچان

قارئین مکرم: اب مولوی چمن صاحب نے واقعات وحکایات کا عنوان جما کر کسی ولی کی کرامت کسی ولی کا کشف یا الہام نقل کر کے اس خرق عادت کو عادت سمجھ کر اس پر قیاس کر کے لکھتا چلا گیا ہے۔

جزئیہ کو کلیہ بنا کر لکھتا چلا گیا ہے، جہاں بھی کوئی کنواری بچہ جن دے چمن صاحب کہتے ہیں جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے، ایک بھیڑیا کے بارے میں حدیث میں پڑھا کہ وہ خرق عادت انسان کی طرح بول رہا ہے اب ہر بھیڑیا کے بارے میں عقیدہ

بنالیا کہ سارے بھیڑیے انسان کی طرح چاہیں تو اپنے اختیار سے انسانوں کی طرح بولتے ہیں اور جب چاہیں بھیڑیا کی طرح بولتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بارے میں پڑھا کہ وہ پہاڑ سے نکلا تھا، اب مولوی چمن صاحب دنیا کو بتا رہے ہیں۔ کہ ہر اونٹنی پہاڑ سے نکلتا ہے، اور پہاڑ اونٹ دے سکتا ہے۔ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے معجزے کے بارے میں پڑھا تو عقیدہ بنالیا کہ سانپ سپنی کے انڈے سے نہیں بلکہ ہر سانپ لاٹھی سے پیدا ہوتا ہے۔ مولوی چمن صاحب نہ خرق عادت سمجھتا ہے۔ نہ اس کو عادت کی پہچان ہے۔ مگر ہم اہل سنت والجماعت عادات کو عادات مانتے ہیں خرق عادات کو خرق عادات مانتے ہیں اللہ کی قدرت مانتے ہیں جب مدنی موتی میں درج واقعات وحکایات کو پڑھا تو مجھے کوئی بات ایسی نہیں ملی جو قابل جواب ہو البتہ ٹائٹل پر جو نام لکھا ہوا تھا یہ قابل اصلاح ہے کہ عبدالغنی کی جگہ عبدالمسیح ہوتا کیونکہ ہم ولیوں کی ولایت وکرامات کو مانتے ہیں انبیاء کرام کے معجزات کو مانتے ہیں جب بزرگوں کی کرامات کو پڑھتے ہیں انبیاء کے معجزات پڑھتے ہیں تو اسلامی ذہن سے پڑھتے ہیں اس لئے خدا کا فعل سمجھتے ہیں اس لئے معجزہ کو اللہ کی قدرت سمجھتے ہیں نبی کی عظمت سمجھتے ہیں ہمیں ہر کرامت اللہ کا فعل نظر آتی ہے خدا کی قدرت نظر آتی ہے اللہ کی توحید نظر آتی ہے اور مولوی چمن صاحب نے انبیاء کی معجزات اور اولیاء کی کرامات کو عیسائی ذہن سے پڑھا ہے (کیونکہ جب عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھتا ہے اور پڑھتا ہے تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کا اقتدار اور اختیار ثابت کرتا ہے یوں ہر معجزے سے شرک نکال رہا ہے، تو قصور معجزہ کا نہیں بلکہ عیسائی ذہنیت کا ہے) اب مولوی چمن صاحب اولیاء کی کرامات کو پڑھا تو اولیاء کا اختیار نکال رہا ہے تو یہ قصور اس کی عیسائی ذہنیت کا ہے۔

توان واقعات وحکایات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر پر استدلال کرنا مولوی چمن کی عیسائی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔

مولوی چمن صاحب: اپنی کتاب مدنی موتی کے آخر میں قرآن مجید کی چار آیات کا ترجمہ احمد رضا کے ترجمے (کنز الایمان) سے لکھ کر، دیگر مترجمین قرآن (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزندارجمند مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ، بانی جماعت اسلامی ابوالاعلی مودودی، حکیم الامت حضرت مولانا سید اشرف علی تھانویؒ وغیرہ) کے ترجموں سے تقابل پیش کر کے (اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے) لکھتے ہیں، کہ احمد رضا کا ترجمہ تمام ترجموں سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس نے اللہ کی شاہ الوہیت اور آپ ﷺ کی شاہ رسالت کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے اور دوسرے مترجمین (یعنی شاہ ولی اللہؒ سے لیکر آج تک) نے ترجمہ قرآن میں نہ اللہ تعالیٰ کی شاہ الوہیت کا خیال رکھا اور نہ ہی رحمت کائنات ﷺ کی شاہ رسالت کا خیال رکھا (نعوذ باللہ) (مدنی موتی ۱۲۷)

کیا مولوی احمد رضا کا ترجمہ تمام مترجمین کے ترجموں سے اعلیٰ ترجمہ ہے؟

کنز الایمان میں جو کچھ درج ہے وہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے

کافیصلہ

جواب:

قارئین مکرم: ہم پہلے احمد رضا کے کنز الایمان کی حقیقت آپ کے سامنے رکھیں گے اس کے بعد احمد رضا اور حکیم الامتؒ کے ترجموں کی چند مثالیں پیش کریں۔گے تا کہ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اہل سنت والجماعت کے بے شمار مترجمین کے ترجمے اور مفسرینِ اہل سنت کی تفسیریں مقبول عام ہیں، خواص سے لیکر عوام تک ہر طبقے کے دین پسند ان سے مستفید ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے (انشاء اللہ) اور بلاتفریق ہر مسلک کے لوگ ان علمی خزانوں سے مستفید ہورہے ہیں، حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر عثمانی ،حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن امام الہند ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر معارف القرآن ،حضرت مولانا محمد ادریسؒ کی تفسیر معارف القرآن ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کی تفسیر جواھر القرآن اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے دروس کا مجموعہ معالم العرفان فی دروس القرآن وغیرہ سے کون واقف نہیں۔اس کے برعکس تاریخ رضاخانیت میں قرآن کا ایک ہی ترجمہ ملتا ہے، بڑی مشکلوں سے احمد رضا نے ترجمہ لکھا (اوران کے شاگرد نعیم الدین مرادآبادی نے حاشیہ لکھا) باقی ساری زندگی تکفیری مشین چلاتے رہے، مگر یہ ترجمہ بھی غلط تھا، ترجمہ عربی گرامر کے خلاف تھا، اور تفسیر سلف صالحین

کے خلاف تھا، ساتھ ساتھ اس میں عقائد اہل سنت کے خلاف عقائد باطلہ درج کئے گئے تھے، جس کی وجہ سے عالم اسلام کے جید علماء کرام، مفتیان عظام اور رابطۂ عالم اسلامی نے بھی کنز الایمان پر پابندی لگائی۔

ملاحظہ ہو روزنامہ مشرق کی خبر

متحدہ عرب امارات میں مولانا نعیم مرادآبادی کا ترجمہ قرآن ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

ابوظہبی ۶/ مارچ (پ پ ا) متحدہ عرب امارات کی وزارت انصاف اور اسلامی امور نے اس اطلاع کی تصدیق کی ہے کہ عرب امارات میں تاج کمپنی لاہور کے چھاپے ہوئے ترجمۂ قرآن پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، پابندی لگانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس ترجمہ میں بنیادی نوعیت کی متعدد سنگین غلطیاں پائی گئی ہیں، وزارت انصاف کے ایک بیان کے مطابق ان غلطیوں کی طرف رابطۂ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل الشیخ محمد علی الحرکانی نے توجہ دلائی تھی، یہ ترجمہ ۹۲۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کے پندرہ صفحات پر غلطیاں پائی گئی ہیں

خلیج ٹائمز کے مطابق رابطہ عالم اسلامی نے دنیا بھر کے

مسلم ممالک اور مذہبی تنظیموں سے کہا ہے کہ وہ اس ترجمے کی ساری کاپیاں تلف کر دیں۔

شائع کنندہ:

سگ دربار رسول ﷺ ملک زاہد خان اعوان صدر انجمن فدایان مصطفیٰ،

چاہ میراں، لاہور

تفسیر قرآن پر پابندی لگادی گئی

اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ترجمۂ قرآن اور مولوی نعیم مرادآبادی کے تفسیری حاشیہ میں متعدد بنیادی نوعیت کی سنگین غلطیاں پائی گئیں،

۷،مارچ بروز اتوار کو روزنامہ جنگ کی خبر ملاحظہ ہو

متحدہ عرب امارات کی وزارت نے مولانا نعیم مرادآبادی کی تفسیر قرآن پر پابندی عائد کردی۔

ابوظہبی ۶/مارچ (پ پ ا) متحدہ عرب امارات کی انصاف، اسلامی امور اور اوقاف کی وزارت نے اس اطلاع کی تصدیق کردی ہے کہ اس نے قرآن پاک کے اردو ترجمہ پر پابندی لگادی ہے کیونکہ اسمیں متعدد اغلاط تھیں اور بنیادی نوعیت کی غلط باتیں تھیں، قرآن پاک کی تفسیر مولانا نعیم مرادآبادی نے کی ہے اور تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور پاکستان نے شائع کیا ہے۔(حوالہ رضاخانی مذہب علامہ سعید احمد قادری)

عرب ممالك میں کنزالایمان پر پابندی

دولةُ الامارات العربيّة المتحدة

وزارة العدل والشئون الاسلامية والاوقاف

التاریخ ۲-۶-۱۴۰۳

متحدہ عرب امارات کی وزرات قانون امور اسلامیہ اور اوقاف کی جانب سے

عالم اسلام کے ائمہ مساجد اور واعظین کے نام ایک سرکولر

☆☆☆☆☆☆☆☆

وزارت قانون وامور اسلامیہ اور اوقاف کی انتظامیہ برائے امور مساجد تمام واعظین کرام اور خطبائے مساجد سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے نماز جمعہ کے خطبوں میں نمازی بھائیوں کی توجہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ (شائع کردہ تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور) کی طرف مبذول کرائیں جو احمد رضا خان بریلوی نے کیا ہے اور اس کے حاشیہ پر محمد نعیم الدین مرادآبادی کی اردو تفسیر بھی درج ہے قرآن کریم کے اس نسخہ میں دعائے ختم قرآن اور سورتوں کی فہرست شامل نہیں ہے، ان خلاف ورزیوں کیساتھ ساتھ یہ ترجمہ شرک وبدعت اور باطل افکار وخیالات اور ایسی بنیادی غلطیوں سے بھرا پڑا ہے مثلاً انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے مدد مانگنا یا چاہنا، ان کی منت ماننا، ان کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنا، ان کی قبروں پر کھانا چڑھانا، اور ان کی یوم ولادت کا جشن منانا وغیرہ وغیرہ۔

مزید برآں رابطہ عالم اسلامی کا سیکرٹریٹ تمام مسلمانوں کی توجہ ان خرافات ،شرک وبدعت اور بے بنیاد امور کی خطرناک ہونے کی مبذول کرانا چاہتا ہے جن پر یہ ترجمہ قرآن مشتمل ہے اور تمام مسلمانوں سے یہ امید کرتا ہے کہ وہ اس ترجمہ کے تمام نسخوں کو نذر آتش کردیں تاکہ کلام الٰہی ہر طرح کی تحریف سے پاک اور محفوظ رہے۔

خدا ہم سب کو نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے

حمد محمد عبداللہ القمزی

اسٹنٹ اندر سیکرٹری برائے امور مساجد اوقاف

حکومت متحدہ عرب امارات ابوظہبی

مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ

ترجمہ:

وزارت حج اوراوقاف نے حکم صادر کیا کہ قرآن کا ترجمہ اردو جلا دیا جائے جدہ مکتبہ الشرق الاوسط استاد عبدالوہاب عبدالواسع وزیر حج واوقاف نے سعودی حکومت میں عام طور جاری کیا ہے کہ ترجمہ اردو معانی القرآن کا جو احمد رضا خان نے تیار کیا ہے جس کے حاشیہ پر نعیم مرادآبادی کی قلم سے اردو تفسیر ہے اس کو تلف اور جلا دیا جائے جہاں کہیں سعودی حکومت کی مساجد اور اوقاف کے اداروں میں پایا جائے اس کو تلف کیا جائے بلکہ سحب کیا جائے۔اس حکم کا تعلق رئیس اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز سے ہے جو تمام ادارے علمی بحث کے اور فتوؤں کے اور دعوت اسلامی کے اور ارشاد المسلمین کے ہیں ان پر حاکم اور رئیس ہے۔اس نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ تحریفات اور جھوٹ سے بھرا ہوا ہے لہذا اس کو پوری توجہ سے تلف اور برباد کیا جائے اور یہ بھی بتایا کہ جو طائفہ بریلوین کی طرف منسوب ہے ان کا یہ عقیدہ ہے اول، آخر، ظاہر، باطن محمد ﷺ کے نام ہیں۔خدا پر نہیں بولے جاسکتے اور یہ برائے نام ترجمہ وغیرہ شرک اور بدعت اور باطل رائے سے بھرپور ہے اور مردوں سے مدد لینی اور اپنی حاجات طلب کرنی اور بزرگوں کی قبر کے پاس کھانا اور نذر ونیاز رکھنی اور میلاد قائم کرنے اور محفلیں لگانی اور عرسوں کا انتظام کرنا سب جائز ہے بلکہ فرض عین کے برابر ہے لہذا اس کتاب کو نہ کوئی باہر سے منگائے اور نہ پاس رکھے۔اور محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کو گالیاں دینی اور برا کہنا بریلویوں کا کام ہے اور ان کی بڑی بدعتوں میں سے گیارھویں جو ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایصال ثواب کے نام

سے منائی جاتی ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

قارئین کرام: یہ اس ترجمہ قرآن کریم (کنزالایمان) کی حقیقت ہے جس کے بارے میں مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں کہ تمام ترجموں سے اچھا اعلیٰ ترجمہ ہے یہ وہ ترجمہ ہے جس کے بارے میں عالم اسلام کے عظیم محقق علماء لکھتے ہیں: ترجمہ غلط، تفسیر سلف صالحین کے خلاف غلط عقائد کا مجموعہ، شرکیہ عقائد سے بھرا ہوا، مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے لکھا کہ احمد رضا کا ترجمہ تحریفات اور جھوٹوں سے بھرا ہوا ہے، عرب ممالک میں اس پر پابندی، رابطہ عالم اسلامی نے دنیا بھر کے مسلم ممالک اور مذہبی تنظیموں سے کہا ہے کہ وہ ترجمے کی ساری کاپیاں تلف کردیں۔

رحمت کائنات کی جائے ولادت مکہ مکرمہ میں اس پر پابندی، رحمت عالم ﷺ کے شہر مدینہ منورہ میں اس ترجمہ کا پڑھنا، پڑھانا سننا، سنانا، چھاپنا اور اشاعت کرنا تو دور کی بات ہے، بلکہ مدینہ کے کسی مدنی گھر میں رکھنے کی بھی اجازت نہیں، اب فیصلہ آپ خود فرمائیں، محقق علماء جس ترجمہ کو غلط گرامر کے خلاف کہا ہے، جو تفسیر سلف صالحین کیخلاف ہو، جو ترجمہ غلط عقائد کا مجموعہ ہو شرکیہ عقائد سے بھرا ہوا ہو، تحریفات اور جھوٹوں سے بھرا ہوا ہو، جو کچھ اس میں درج ہو وہ شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف ہو، جس ترجمہ پر نبی مکرم ﷺ کے شہر میں پابندی ہو، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں پابندی ہو، کعبۃ اللہ میں پابندی ہو، مسجد نبوی ﷺ میں پابندی ہو، نبی مکرم ﷺ کی مسجد میں وہ ترجمہ رکھنے کی اجازت نہ ہو، وہ ترجمہ اعلیٰ اچھا ہوسکتا ہے؟

اس ترجمہ کو کوئی صاحبِ علم انسان تو دور کی بات ہے کوئی سلیم العقل جاہل بھی تمام ترجموں سے اچھا قرار نہیں دے سکتا۔

مولوی چمن کا دعویٰ اور دلیل

مولوی چمن صاحب لکھتے ہیں، کہ احمد رضا کا ترجمہ (کنزالایمان) تمام مترجمین کے ترجموں سے اچھا ہے کیونکہ اس نے شان الوہیت اور شان رسالت کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے، دوسروں نے اس کا خیال نہیں رکھا (مدنی موتی ۱۲۷)

جواب:

مولوی چمن صاحب! جس کا ترجمہ غلط ہو تفسیر سلف صالحین کیخلاف ہو، عقائد باطلہ کا مجموعہ ہو، شرکیہ عقائد سے بھرا ہوا ہو، تحریفات اور جھوٹوں سے بھرا ہوا ہو، وہ ترجمہ تفسیر اچھا کیسے، اگر شان الوہیت اور شان رسالت کا خیال رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہوتا، تو تفسیر سلف صالحین کے خلاف نہ ہوتا، شرکیہ عقائد سے بھرا ہوا نہ ہوتا بلکہ توحید سے بھرا ہوا ہوتا، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں اس پر پابندی نہ ہوتی، بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں رکھنے کی اجازت ہوتی۔ یہ تفصیل آپ پڑھ آئے ہیں،

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اور مولوی احمد رضا کے ترجموں کا مختصر تقابل۔فیصلہ قارئین پر!

اب ہم اختصار کے پیش نظر صرف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ اور مولوی احمد رضا کا ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ مطالعہ کے بعد انشاء اللہ آپ بھی یہی کہیں گے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ زیادہ اچھا ہے اس میں آپ ﷺ اور دوسرے انبیاء کا زیادہ ادب واحترام ہے، ہم یہاں چند حوالے پیش کئے دیتے ہیں۔

(۱)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ بریکٹ میں، صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے ہیں۔

مولوی احمد رضا نے کنز الایمان میں ایک دفعہ بھی اس طرح آپ کے نام کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہیں لکھا۔ مولوی چمن کے نزدیک یہ ادب ہے۔

(۲)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سابقہ پیغمبروں کا نام لیتے عام طور پر ''علیہ السلام'' لکھ دیتے ہیں۔

مولوی احمد رضا نے ایک دفعہ بھی کسی پیغمبر کیساتھ علیہ السلام نہیں لکھا۔ (یہ مولوی چمن کے نزدیک احترام ہے)

(۳) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لفظ قل کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں آپ فرما دیجئے یا آپ کہہ دیجئے،

مولوی احمد رضا ''قُل'' کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں تم فرماؤ۔ ظاہر ہے کہ جو ادب واحترام آپ میں ہے، وہ تم میں نہیں۔

(۴)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ انبیاء سابقین کے بھی تذکرہ میں بھی عام طور پر جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے (۱) موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل گئے (پارہ ۲۰ القصص) (۲) بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

مولوی احمد رضا انبیاء کرام کو بصیغہ واحد ذکر کرتے ہیں جیسے (۱) موسیٰ اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا (کنز الایمان۵۰۲) (۲) ابراہیم ایک امام تھا، اور مشرک نہ تھا (کنز الایمان)۔

(۵)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات کو قرآن پاک کا حصہ سمجھتے ہوئے، ترجمہ میں انہیں اس طرح درج کیا ہے، جیسا کہ وہ عربی متن میں ہیں تاکہ ان کی قرآنیت کا انکار نہ ہو سکے، مگر مولوی احمد رضا معاذ اللہ انہیں زائد سمجھتے ہوئے اپنے ترجمہ میں جگہ نہیں دیتے۔

(۶)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ترجمہ میں جہاں کہیں اضافی الفاظ کی ضرورت محسوس کی آپ نے انہیں بریکٹ میں لکھا ہے تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے۔

مگر مولوی احمد رضا اکثر جگہوں میں انہیں قرآن بنا کر ظاہر کرتے ہیں جیسے قل انما انابشر مثلکم کے ترجمہ میں مولوی احمد رضا لکھتے ہیں "تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں" (کنز الایمان۳۹۴) یہ ظاہری صورت بشری کے الفاظ قرآن کے نہ تھے خان صاحب کو اپنی بات بریکٹ میں لانی چاہئے تھی، تاکہ قارئین ان کی بات کو خدا کی بات نہ سمجھیں۔

(۷)...... قرآن مجید میں جہاں کوئی لفظ مبالغہ کے وزن پر آیا ہے حضرت حکیم الامتؒ ایسے مواقع پر ترجمہ میں بھی مبالغے کے اوزان لائے ہیں، مگر مولوی احمد رضا اللہ کی صفات میں جہاں مبالغہ کا وزن ہے وہاں ترجمہ میں مبالغہ کے اوزان نہیں لاتے سو اس میں ترجمہ میں اصل کا سا وزن نہیں رہتا۔

(۸)......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ضمیر کا ترجمہ ضمیر سے کرتے ہیں اور اس میں حضور ﷺ کے لئے آپ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فعل کا ترجمہ معروف و مجہول کی رعایت سے کرتے ہیں مثلاً الذین یؤمنون بما انزل الیک وماانزل من قبلک

(پارہ ا،سورہ بقرہ)

ترجمہ:

وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں، مگر مولوی احمد رضا ضمیر کا ترجمہ صفت سے کرتے ہیں اور فعل کے ترجمہ میں معروف و مجہول کا فرق نہیں کرتے اور حضور ﷺ کیلئے آپ کی بجائے تم کا لفظ لاتے ہیں یؤمنون کو بھی خبر کی بجائے امر غائب سمجھ رہے ہیں، احمد رضا کا ترجمہ وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا (کنزالایمان)۔

مولوی احمد رضا صاحب نے اے محبوب کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ سے رہ گئی آپ اسے پورا کر دیں، یہاں بتلانا ضروری تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں مگر اللہ نے یہاں یہ الفاظ نہیں اتارے، مولوی احمد رضا نے اے محبوب کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ آگے حضور ﷺ کو تم کہہ سکیں آپ نہ کہنا پڑے محبوب کہہ کر تم کہنا آسان ہو جاتا ہے آپ میں زیادہ احترام ہو جاتا ہے جو محبت میں ضروری نہیں۔

(۹)......بسم اللہ الرحمن الرحیم میں الرحمن اور الرحیم دونوں اوزان مبالغہ کے ہیں علماء ان دونوں کا ترجمہ وزن مبالغہ کا لحاظ کر کے کرتے ہیں جیسے، شروع اللہ کے نام سے

جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں (حکیم الامتؒ) مولوی احمد رضا نے الرحمٰن کا ترجمہ تو بے شک وزن مبالغہ کو ملحوظ رکھ کے کیا ہے لیکن انہوں نے رحیم کو مبالغہ کا وزن تسلیم نہیں کیا، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے (مولوی احمد رضا) مولانا حکیم الامتؒ کے الفاظ، اللہ کے لئے کہ وہ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں زیادہ ادب کا اظہار کرتے ہیں۔

مولوی چمن صاحب! اور اس کے ہم خیال بڑے فخر سے کہتے ہیں (کہ یہاں مولوی احمد رضا اگر چہ زیادہ ادب کے الفاظ نہیں لکھ سکے) مگر انہوں نے اللہ کا نام پہلے لکھ کر واقعی اللہ کے نام سے شروع کیا ہے اور لوگوں کو دوسرے مترجمین کی غلطی پر متنبہ کیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تو اپنے کلام میں لفظ اللہ شروع میں نہیں لائے، پہلے (با) ہے پھر (اسم) اور پھر (لفظ اللہ) ہے، سو یہ اصلاح صرف پہلے مترجمین کی نہ ہوئی بلکہ مولوی احمد رضا (معاذ اللہ) خدا کو بھی مشورہ دیے رہے ہیں کہ اس نے قرآن پاک کو لفظ اللہ سے شروع ہوتے کیوں نہیں بتلایا، ایسا ہوتا ہے تو حضرت حکیم الامتؒ بھی ترجمہ اللہ کے لفظ سے شروع کرتے، وہ ضرور قرآن کے الفاظ کی پابندی کرتے۔

(۱۰)......قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (پارہ ۱۶ سورۃ الکھف ۱۱۰)
حضرت حکیم الامت کا ترجمہ: آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے۔ ترجمہ مولوی احمد رضا: تم فرماؤ بظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آئی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ مولوی احمد رضا نے یہ بظاہر صورت بشری کے الفاظ بریکٹ میں نہیں لکھے

تاکہ قرآن پڑھنے والے اسے قرآن سمجھیں اور عقیدہ رکھیں کہ حضور ﷺ کی ظاہر صورت (معاذ اللہ) کفار جیسی تھی (یہ احمد رضا کا شان رسالت کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ ہے) یہ ہرگز درست نہیں کہ آپ ﷺ کی ظاہری صورت ان جیسی تھی آپ ﷺ کا رُخ انور چاند سے زیادہ نورانی تھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا،

چاند سے تشبیہ دینا بھی کوئی انصاف ہے

چاند کے چہرے پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

اور آپ ﷺ کے چہرہ اقدس میں وہ رعب و وجاہت تھی کہ کوئی آپ سے آنکھیں ملا کر بات نہ کر سکتا تھا، حضور ﷺ نوع بشر تھے اور مطلق بشریت میں آپ دوسرے بنو آدم کے ساتھ شریک ہیں لیکن صفت میں آپ منیر تھے جس نے لاکھوں افراد کو (وہ صحابہ ہوں یا اولیاء کرام) نور بنا دیا صحابہ کرام اور اولیاء کرام وہ نور خداندی ہیں جن سے آفاق نے روشنی پائی۔ کعب بن زہیرہ آپ کے نور ہونے کی اس طرح وضاحت کرتا ہے۔

ان الرسول لنور یستضاء به مهندمن سیوف الله مسلول

مولوی احمد رضا نے ظاہری صورت بشری کے الفاظ اپنی طرف سے ڈال کر اور انہیں قرآن کے الفاظ ٹھہرا کر کوئی اچھا کام نہیں کیا لیکن اس میں آپ نے یہ بے ادبی کی ہے کہ آپ نے ظاہری صورت میں معاذ اللہ آپ کو کفار جیسے کہہ دیا، یہ آپ ﷺ کی بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے اس طرح کی بے ادبی آپ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ میں نہ ملے گی (ماخوذ از عقبات (بتغیر یسیر) از ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب)۔

قارئین مکرم! ہم نے حکیم الامتؒ اور احمد رضا دونوں ترجموں کی صرف دس دس

مثالیں پیش کی ہیں اب فیصلہ آپ خود کریں آیا حکیم الامتؒ نے اللہ تعالیٰ کی شان الوھیت اور رحمت کائنات کی شان رسالت کا زیادہ خیال رکھا ہے یا مولوی احمد رضا نے زیادہ خیال رکھا ہے، فیصلہ آپ پر۔

کنزالایمان (ترجمۂ قرآن مولوی احمدرضا) کوتمام ترجموں سے اعلیٰ کیسے ماناجائے

مولوی چمن صاحب اپنی کتاب مدنی موتی میں مولوی احمد رضا کے ترجمے کو تمام اردو ترجموں سے اعلیٰ اور اچھا کہتے ہیں حالانکہ مترجم سے اس ترجمہ میں بعض الفاظ قرآن یکسر چھوٹ گئے، ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

آیت (۱) ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین (پ۲۰،سورہ قصص)

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں، اور ان کو پیشوا بنائیں، اور ان کے ملک و مال کا انہیں وارث بنائیں (کنزالایمان)۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فی الارض کے الفاظ موجود ہیں مگر مولوی احمد رضا کے ترجمہ میں فی الارض کا ترجمہ سرے سے موجود نہیں، اور ان کے ملک و مال کا، یہ ایسا اضافہ ہے کہ اس کے لئے قرآن مجید کی اس آیت میں کوئی عربی لفظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو (اور ظاہر ہے کہ قرآن میں یہ اضافہ دوسرے مترجمین نہیں کر سکتے) شاید اس اضافہ کی وجہ سے

مولوی چمن کے نزدیک یہ ترجمہ تمام ترجموں پر بازی لے گیا ہے۔

آیت نمبر ۱:

الله نزل احسن الحدیث کتابا متشابها (پ۲۳سورہ زمر)

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے لیکر آخر تک ایک سی ہے۔

مولوی احمد رضا کے ترجمے میں لفظ حدیث کا ترجمہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی، بات حدیث کا ترجمہ ہے جو سرے سے مولوی چمن صاحب کے مولوی احمد رضا کے کنزالایمان میں نہیں ہے۔ جس وقت یہ آیت اتری اس وقت قرآن مجید کی آخری آیات نہ اتری تھیں، مولوی احمد رضا کے الفاظ، اول سے آخر تک ۔قرآن کے الفاظ نہیں ہیں، معلوم نہیں یہ الفاظ کہاں سے لائے؟ مولوی چمن صاحب کے مولوی احمد رضا نے ترجمہ میں حدیث کا ترجمہ نہیں کیا اور اول سے آخر تک کے الفاظ بڑھا دیئے شاید اس کمی اور اضافہ کی وجہ سے کنزالایمان مولوی چمن صاحب کے نزدیک خوبی اور اعلیٰ ترجمہ ہونے کی دلیل ہے، پھر اس فن میں کوئی بھی ان کا مقابل نہیں بالکل بھی نہیں، اس فن میں (یعنی کمی و اضافہ عبارات میں قطع و برید) ان کو مہارت تامہ حاصل ہے۔

آیت نمبر ۲:

وسخرلکم مافی السموات ومافی الارض جمیعا منه (پ۲۵، سورہ جاثیہ)۔

مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت اپنے ترجمہ کنزالایمان میں جمیعا کا ترجمہ چھوڑ گئے ہیں۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور تمھارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے۔

مولوی احمد رضا کے پیرو کہتے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں کیا اس میں سب کچھ نہیں آ گیا؟؟ ہم کہتے ہیں کہ آپ نے یہ مشورہ اللہ رب العزت کو کیوں نہیں دیا کہ جب مافی السموات اور مافی الارض میں سب کچھ آ گیا تھا تو اس نے جمیعا کا لفظ کیوں فرمایا وہ جواباً کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بعض جگہ حروف زائدہ بھی تو ہیں ہم کہیں گے حروف زائدہ سے الفاظ زائدہ پر استدلال ہرگز درست نہیں یہاں جمیعا کا لفظ ہرگز ایک زائد لفظ نہیں ٹھہرایا جا سکتا، انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ترجمے میں ایک کمی تسلیم کرلیں، لیکن قرآن کریم کے کسی لفظ کو زائد نہ کہیں۔

آیت نمبر ۳:

فبای الاء ربکما تکذبٰن (پ۲۷ سورہ الرحمٰن)۔

سواسکا ترجمہ یہی کرتے آرہے تھے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مولوی احمد رضا نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے تم اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے گویا وہ ایک ہی نعمت کے منکر تھے اور اس آیت میں اسی نعمت کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔

آیت نمبر ۴:

وان کثیرًا من الناس عن ایاتنا لغفلون (پ۱۱ سورہ یونس)۔

ترجمہ مولوی احمد رضا: "بے شک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، مولوی احمد رضا اس آیت میں کثیرا کا ترجمہ نہیں لائے اسے بلا وجہ چھوڑ گئے ہیں۔

آیت نمبر ۵:

ویل لکل همزة لمزة (پ۳۰ سورہ ہمزہ)

اس کا ترجمہ یہ ہونا چاہئے تھا، خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے، مگر مولوی احمد رضا نے اپنے ترجمے میں لفظ کل یکسر نکال دیا اور لکھا خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرتے (کنز الایمان)

(ماخوذ از عبقات بتغیر یسیر مصنف علامہ خالد محمود دامت فیوضہم)۔

قارئین کرام! یہ مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ ترجمے کی چند مثالیں ہیں ہم نے بطور نمونہ چند مثالیں دی ہیں۔ (تفصیل کے لئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب عبقات کا مطالعہ فرمائیں۔) اب آپ ہی فرمائیں، اسکے باوجود بھی کنز الایمان کو تمام اردو ترجموں سے اچھا ترجمہ کیسے مانا جا سکتا ہے، یہ وہی شخص مان سکتا ہے، جو عقل سلیم سے عاری ہو

ایک اور انداز

حکیم الامت مولانا أشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ عام فھم آسان اور مفید ھے یا احمد رضا کا ترجمہ ایک اور تقابلی جائزہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولوی احمد رضا میں سے کس کا

ترجمہ قرآن آسان عام فہم اور مفید ہے۔

قارئین مکرم : قرآن کا ترجمہ عام فہم اور شستہ الفاظ ہونے چاہئے یہی منشاء خداوندی ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (القرآن) اور یہی امت کی طلب وآرزو بھی ہے اور ضرورت بھی ،اب دیکھئے حکیم الامت اور مولوی احمد رضا میں سے کس کا ترجمہ قرآن آسان ،عام فہم اور واضح الفاظ میں ہے یہاں ہم (عبقات جلد دوم مصنف علامہ ڈاکٹر خالد محمود دامت فیوضہم) کی کتاب سے چند مثالیں لکھتے ہیں فیصلہ خود کریں (مزید تفصیل کے لئے عبقات جلد دوم کا مطالعہ کریں۔)

قتل کا چاؤ دلایا

(۱)......قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کی سوچی اسے قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے

فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین (پ٦ سورہ مائدہ)

ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

سواس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا پھر اسی نے اسکو قتل کرڈالا جس سے وہ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اس نے اسے قتل کردیا تو رہ گیا نقصان میں۔

(۲) ابلیس کو اپنا کام کرنے کا موقع دیا گیا اور اسے کہا گیا واجلب علیهم بخیلک ورجلک (پ۱۵،سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اوران پراپنے سوار اور پیادے چڑھالانا

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اوران پرلام باندھ اپنے سواروں اوراپنے پیادوں کا

چڑھالانا اور لام باندھنا اس میں کون سا ترجمہ عام فہم ہے اور کونسا پیچیدہ؟ یہ آپ خود فیصلہ کریں۔

(۳) قرآن کریم نے عزیز مصر کی بات اس طرح نقل کی ہے اس نے بات کھلنے پر زلیخا کو کہا

انه من كيدكن ان كيدكن عظيم (پ۱۲، سورہ یوسف)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں غضب کی ہیں۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

یہ تم عورتوں کا چرتر ہے بے شک تمہارا چرتر بڑا ہے۔

(۴) وقل رب ارحمهما كماربياني صغيرا (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا۔

ترجمہ مولوی احمد رضا

اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے

چھٹپن میں پالا۔

آپ خود سوچیں دعا کرتے رہنا، عام فہم ترجمہ ہے یا عرض کر زیادہ مناسب ہے؟ پھر بچپن کا لفظ آسان ہے یا چھٹپن کا، یہ آپ خود فیصلہ کریں۔

(۵)قل کل یعمل علیٰ شاکلته فربکم اعلم بمن هو اهدیٰ سبیلا

(پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

آپ فرمادیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کررہا ہے

ترجمہ مولوی احمد رضا:

تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں۔

لفظ طریقہ عام فہم ہے اور مولوی احمد رضا کا کینڈا بس مولوی چمن صاحب ہی سمجھیں، یہاں یہ بھی دیکھیں کہ حضرت حکیم الامت آپ ﷺ کے لئے آپ فرمادیجئے کہ الفاظ میں زیادہ ادب میں رہتے ہیں یا مولوی چمن صاحب کا مولوی احمد رضا حضور ﷺ کو تم سے مخاطب کرکے آپ کا زیادہ ادب کرتے ہیں۔

(٦) کافروں نے کہا ہم خدا کو کیوں نہیں دیکھ پاتے ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا لقد استکبروا فی انفسهم وعتوا عتوا کبیرا (پ ۱۸، سورہ فرقان)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد سے بہت دور نکل گئے ہیں۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

بے شک اپنے جی میں انہوں نے بہت ہی اونچی کھینچی۔

(۷) پہاڑوں کی گہری سیاہ راہوں کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها و غرابیب سود (پ۲۲ سورہ فاطر)

مولوی احمد رضا نے غرابیب سود کا ترجمہ کیا ہے کالے بھوچنگ (کنزالایمان ۵٦۷)

حضرت حکیم الامتؒ کا واضح اور سلیس ترجمہ ملاحظہ کریں:

پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید، سرخ کہ ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ۔

اب فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ گہرے سیاہ کو سلیس ترجمہ سمجھتے ہیں یا کالے بھوچنگ مولوی احمد رضا کے ترجمے کو۔

(۸) ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفها ربی نسفا فیذرها قاعا صفصفا (پ۱٦: سورہ طہ)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر (زمین) کو ایک میدان ہموار کر دے گا۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور تم سے پہاڑوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے

اڑا دے گا تو زمین کو پٹ ہموار کر کے چھوڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بجائے تم سے خطاب کرنا تو مولوی چمن صاحب کے اعلیٰ حضرت کی عام عادت ہے، مولوی چمن کے نزدیک یہی اس کے اعلیٰ ہونے کی دلیل ہے لیکن یہ مولوی چمن صاحب ہی بتائیں گے کہ چھوڑے گا کس عربی لفظ کا معنی ہے؟ پھر مولوی احمد رضا کے پٹ ہموار سے عام قارئین تو عام طلبہ بھی پٹ کر رہ جائیں گے۔

آیت نمبر (۱۰):

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون (پ۲۳سورہ یٰسین)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اور اے مجرموں آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ (ممتاز ہو جاؤ علیحدہ ہو جاؤ)

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرموں۔

مجرم اگر پھٹیں تو ان کے کئی گروہ ہوں گے اور وہ الگ ہوں تو سب مجرم ایک طرف ہوں گے اور اہل ایمان ایک طرف، یہ فیصلہ ہم ناظرین اور مولوی چمن صاحب پر چھوڑتے ہیں کہ مجرموں کا پھٹنا ان کی اپنی تقسیم ہوگی نہ کہ وہ اہل ایمان سے علیحدہ ہو جائیں گے، یہ کیسا عجیب ترجمہ ہے۔ مگر مولوی چمن کے نزدیک اعلیٰ ترجمہ یہی ہے۔یا للعجب

آیت نمبر (۱۱):

واذاجاء وک حیوک بما لم یحیک بہ اللہ (پ۲۸،سورہ مجادلہ)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے...... کیا یہودی آپ کے پاس مجرا کرتے تھے؟

یہ بات سمجھ سے بالا ہے، کیونکہ مولوی چمن صاحب کے نزدیک یہ مجرا والا ترجمہ اعلیٰ ہے پھر کیوں نہ ہماری سمجھ سے بالا ہو؟ حضرت حکیم الامتؒ حضور ﷺ کو آپ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں مگر مولوی احمد رضا حضور ﷺ کے لئے ہمیشہ تم کا لفظ لاتے ہیں یہ فیصلہ آپ کریں کہ حضور ﷺ کا ادب آپ کو آپ کہنے میں ہے یا تم کہنے میں؟

مولوی چمن صاحب شائد لفظ آپ کہنے کو گستاخی سمجھتے ہیں اور تم کہنے کو ادب سمجھتے ہیں اس لئے لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں شان رسالت کا خیال رکھا ہے، باقی مترجمین قرآن نے اس کا خیال نہیں رکھا، اعلیٰ حضرت نے تم اور تو سے مخاطب کیا، تمام مترجمین قرآن نے آپ سے مخاطب کیا۔ مولوی چمن صاحب کے نزدیک صرف تم اور تو کہنا ہی ادب نہیں بلکہ بدعات کا پرچار کرنے والا اُن کے نزدیک عاشق رسول ہے اور سنتوں کو زندہ کرنے والا گستاخ رسول ہے عقیدہ توحید پر کاربند ہو وہ اُن کے نزدیک کافر ہے اور شرک کرنے والا مومن؟

آیت نمبر (۱۲)

وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الأن یجد له شهابا رصدا

(پ ۲۹، سورہ جن)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اور ہم آسمان کی خبریں سننے کے موقعوں پر جا کر بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اسے سننا چاہتا ہے تو اپنے لیے ایک تیار شعلہ پاتا ہے۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور ہم پہلے آسمان میں سننے کے لئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لوکا پائے۔ آگ کا شعلہ کتنا عام فہم اور سلیس لفظ ہے مولوی احمد رضا کے لئے آگ کا لوکا ہی آسان رہا۔ اور مولوی چمن صاحب کے نزدیک اعلیٰ۔

آیت نمبر (۱۴)

و امامن جاء ک یسعیٰ ،وھو یخشی ،فانت عنہ تلھی (پ ۳۰، سورہ عبس)

ترجمہ حضرت حکیم الامتؒ:

اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے۔

ترجمہ مولوی احمد رضا:

اور جو تمھارے حضور ملکتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف متوجہ ہوتا ہے یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے، اب آپ ہی سوچیں دوڑتا ہوا آیا اور ملکتا ہوا آیا ان میں سے کون سا لفظ عام فہم اور فصیح ہے پھر دیکھئے حضور ﷺ کے لئے کس بے ادبی میں تو کا لفظ لایا

گیا ہے، مولانا حکیم الامت" کا ترجمہ کہ آپ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں کیسا واضح اور سلیس ہے ملکتا ہوالفظ ہمارے قارئین کیساتھ مولوی چمن نے بھی شاید پہلی دفعہ سنا ہو۔

قارئین مکرم !اب فیصلہ آپ خود فرمائیں کیا مولوی احمد رضا صاحب کا ترجمہ قرآن اس قابل ہے کہ اس کو جملہ مترجمین اہل سنت کے ترجموں سے اعلیٰ قرار دیا جائے اگر نہیں اور یقیناً نہیں پھر ہم مولوی چمن صاحب کی ہدایت کے لئے دعا کرتے ہوئے اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

اب جس کا جی چاہے روشنی پالے
ہم نے دل جلا کر سر عام رکھ دیا

اللہ تمام مسلمانوں کو راہ راست پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور غلط اور بے بنیاد اور خود ساختہ راستوں سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

آمین ، ثم آمین یارب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ خیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ ومتبعیہ الی یوم الدین ۔

احقر ابو عاصم تاج محمد حنفی، خطیب جامع مسجد یوسفی کراچی

ومدیر الحنفی دار المطالعہ کراچی

محمدی موتی اہل علم کی نظر میں

جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ ڈاکٹر منظور احمد مینگل دامت برکاتہم اپنے اکابر کے طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے برادر عزیز جناب مولوی تاج محمد حنفی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ محمدی موتی بجواب مدنی موتی کے نام سے زیر منظر کتاب مذکورہ بالا بریلوی عقیدہ کی تردید میں ترتیب دی ہے جو سات ابواب میں مشتمل ہے جن میں فاضل مؤلف نے قرآن کریم کی آیات، متعدد احادیث، دلائل عقلیہ اور امت کے چودہ سو سالہ دور کے فقہا کرام رحم اللہ تعالیٰ کی واضح عبارتوں سے اللہ تعالیٰ ہی کا ہر جگہ، ہر وقت، ہر شئے کے حق میں حاضر و ناظر ہونا ثابت کیا ہے۔

مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ سعید احمد قادری (سابقہ بریلوی)

الحمد للہ کتاب بہت عمدہ اور اچھے انداز میں لکھی گئی ہے جس سے قارئین کرام کو خوب فائدہ ہوگا اور اہل سنت کیلئے بہترین تحفہ ہے۔

مناظر اہلسنّت حضرت مولانا ربنواز حنفی صاحب

مولانا نے فریق مخالف کو عقلی و نقلی دلائل سے بہت ہی مسکت جوابات دیئے ہیں۔ اگر فریق مخالف میں طلب صادق کا کوئی اثر بھی ہوا اور رحمت خداوندی بھی شامل حال رہی تو قبول حق میں تاخیر نہیں کرینگے۔

فقیہ بے مثال حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

موصوف نے کتاب میں خوب مواد اکھٹا کر کے مختلف انداز سے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے عوام الناس کو حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

الحنفی دار المطالعہ یوسفی مسجد لیاری کراچی